اللہ کے نافرمانوں کا عبرتناک انجام

تحقیق و تصنیف

محمد انور میمن

ادارہ اشاعت اسلام

0333-2103655

اللہ کے نافرمانوں پر عذاب کے عبرتناک واقعات

تحقیق و تصنیف

محمد انور بن اختر
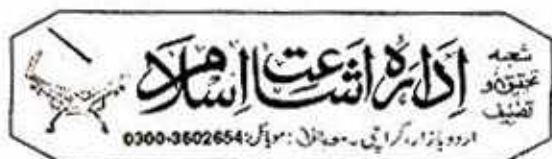
شعبہ تحقیق و تصنیف

ادارہ اشاعت اسلام

اردو بازار، کراچی ۔ موبائل: 0300-3602654

کتاب کا نام : اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات
مؤلف : محمد انور
سن اشاعت : 2009ء
باہتمام : خاور افتخار
ناشر : ادارہ اشاعت اسلام، کراچی
قیمت :

اسٹاکسٹ

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا ہو جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

منجانب: ادارہ اشاعت اسلام

ملنے کا پتہ

کراچی: 1) زمزم پبلشرز، اردو بازار
2) مکتبہ السعید، شاہ فیصل کالونی
3) نور محمد کارخانہ، آرام باغ
4) بیت القرآن، اردو بازار
5) علمی کتاب گھر، اردو بازار
5) ڈسکاؤنٹ بک شاپ، اردو بازار
7) کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال
8) ادارۃ الانوار، بنوری ٹاؤن
9) بیت الکتب، گلشن اقبال
10) مکتبہ العربیہ، بنوری ٹاؤن
11) مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی
لاہور: 12) مکتبہ رحمانیہ، لاہور
13) المیزان اردو بازار، لاہور
14) مکتبہ الحسن، اردو بازار، لاہور
15) اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور
16) مکتبہ الحرمین، انارکلی بازار
17) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
18) ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور
19) مشتاق بک کارنر، اردو بازار، لاہور
چکوال: 20) کشمیر بک ڈپو، تلگنگ روڈ، چکوال
21) شمع بک ایجنسی، اردو بازار
حیدرآباد: 22) مکتبہ اصلاح وتبلیغ
23) مکتبہ دار الخیر، اردو بازار
اکوڑہ خٹک: 24) مکتبہ رحیمیہ
25) مکتبہ علمیہ
راولپنڈی: 26) کتب خانہ رشیدیہ
27) مکتبہ صفدریہ
28) اسلامی کتاب گھر 29) مکتبہ محمودیہ
ملتان: 30) مکتبہ امدادیہ
کوئٹہ: 31) مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ۔

فہرست مضامین

موضوعات	صفحہ نمبر

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوموں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

صحابہ رضی اللہ عنہ کے دور کے عذابات کے عبرتناک واقعات

اللہ کے عذابات کے عبرتناک تاریخی واقعات

دین کا مذاق اڑانے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

اولیا سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے واقعات

سود خوروں پر اللہ کے عذابات کے دردناک واقعات

بے نمازیوں پر عذابات الٰہی کے عبرتناک واقعات

ڈاکوؤں اور چوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ظالموں اور قاتلوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

زانیوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

لواطت کرنے والوں پر اللہ کے عذبات کے عبرتناک واقعات

رشوت خوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

کفن چوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

قرآن کی بے حرمتی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے واقعات

بے پردہ عورتوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

قادیانیوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

بدنظری کرنے پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

سیلابوں اور طوفانوں کے عذابات کے عبرتناک واقعات

مال و دولت کی ہوس پر اللہ کے عذابات کے لرزہ خیز واقعات

موت کے وقت اللہ کے عذابات کے دردناک واقعات

ناجائز طریقے سے مال بنانے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

مقروضوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ناجائز تہمت لگانے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

تکبر کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

پیشاب میں بے احتیاطی کرنے والوں پر عذاباتِ خداوندی کے واقعات

برے اعمالوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ماں کے نافرمانوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

زلزلوں کے عذابات کے عبرتناک واقعات

مکافاتِ عمل کے عبرتناک واقعات

شراب پینے پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

لالچی افراد پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

صحابہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات

ٹی وی دیکھنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

عذابات قبر کے عبرتناک واقعات

عرض مؤلف

محترم قارئین!......زیر نظر کتاب ''اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات'' پیش خدمت ہے۔ احقر نے اس کتاب میں دیگر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک کے گناہگار افراد پر دنیاوی زندگی اور موت کے بعد قبر کی زندگی میں مختلف قسم کے عذابات کے نازل ہونے کے واقعات جمع کیے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اللہ آدمی کو ایک وقت تک اس کے اعمال پر ڈھیل دیتا رہتا ہے، لیکن آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل بااختیار اور آزاد ہے۔ پھر جلدی یا دیر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی کے گناہوں اور مظالم کے باعث آزادی واختیار کی ڈھیل ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس بندے کو سزا دینا شروع کرتے ہیں۔ یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ درج بالا کتاب بھی اسی دنیاوی سزا کی شہادتوں کے بارے میں ہے۔

اس کتاب میں لکھے گئے عذابات الٰہی کے واقعات ومشاہدات حرف بحرف درست ہیں اور حشر ونشر کے منکرین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور عقل کی عدالت میں مجھ پر جرح کر کے ان کی کوئی عقلی توجیہہ پیش کریں، ورنہ ان مشاہدات کی روشنی میں مان لیں کہ قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ سچ ہے اور خسارے میں ہیں وہ لوگ جو ان حقیقتوں کو پس پشت ڈال کر تباہی کی اتھاہ گہرائیوں کی طرف بگٹٹ بھاگ رہے ہیں۔

محترم قارئین!......اللہ رحیم و کریم کو اپنے بندوں کو عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے سے ایک ماں سے ستر گنا زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اس کو گناہ چھوڑنے اور اپنی طرف آنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اے میرے بندے تو میری طرف چل کر آ، میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔ بندہ پھر بھی اللہ کی بات کو جھٹلاتا ہے۔ لیکن اللہ پھر بھی انسانوں کے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور بہت کم لوگوں کو اسی دنیا میں سزا دیتا ہے۔ اللہ نے عذاب کی اصل جگہ تو عالم برزخ میں رکھی ہے، جہاں ہر انسان کو اپنے کیے کا بدلہ ملتا ہے۔

سابقہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقوام میں سے مختلف سرکش اقوام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں عذاب دے کر اجتماعی طور پر ہلاک کر دیا۔ لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت

سے اللہ نے امت محمدیہ کو اجتماعی عذاب نہ دینے کا وعدہ کر کے ہمیں اجتماعی طور پر ہلاک ہونے سے بچالیا ہے۔

اس کتاب میں موجود واقعات کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ اللہ نے جس طرح اصحاب سبت اور ایمان کے بالمقابل دنیا کو ترجیح دینے والے یہودیوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کردیا تھا، جیسا کہ قرآن پاک کی ان آیات میں مذکور ہے (البقرہ: ج ۶۵، النساء: ۴۔۴۶۔۱۵۴، المائدہ: ۵۔۶۰، الاعراف: ۷۔۱۶۶۔۱۶۳، النحل: ۱۶۔۱۲۴) شاید اسی طرح کا عذاب آج دنیا میں بھی نازل ہورہا ہے کہ اللہ کے نافرمانوں کی شکلیں مسخ ہورہی ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کا مقصد عوام الناس کے قلوب واذہان میں اللہ کے عذابات کی روز روشن کی طرح عیاں حقیقت کا شعور بیدار کرنا تھا، کیونکہ آج بھی اکثر لوگ عالم برزخ کی جزاو سزا تو کیا سرے سے قبر کی زندگی پر ہی یقین نہیں رکھتے۔

عالم آخرت کا نظام جزا وسزا پردۂ غیب میں مخفی ہے۔ عام طور پر اس دنیا کے رہنے والوں پر اسے منکشف نہیں کیا جاتا، تاکہ نظام زندگی میں تعطل واقع نہ ہوجائے اور لوگ خوف کی وجہ سے کہیں اپنے مردوں کو دفنانا ہی نہ چھوڑ دیں، مگر پھر بھی کبھی کبھار وہ رحمٰن ورحیم آقا محض انسانوں ہی کی ہدایت کے لیے اس عذاب عظیم کی ہلکی سے جھلک دکھا دیتا ہے تاکہ غافل ہوشیار ہوجائیں اور خاطی وعاصی انسان آگاہ ہوجائیں۔

اس کتاب میں لکھے گئے واقعات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے جن جن نافرمانیوں پر اپنے گناہ گار بندوں پر عذابات بھیجے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم ان فرمانیوں سے بچیں اور سچے دل سے توبہ کریں اور ہر ممکن طریقے سے اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش شروع کردیں، کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ معافی مانگنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمین ومسلمات کو ان واقعات کو عام کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

محمد انور بن اختر

کان اللہ لہ عوضا عن کل شیء

موضوع نمبر ا

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوموں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

بارہ ہزار یہودی بندر ہوگئے:

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی "عقبہ" کے پاس سمندر کے کنارے "ایلہ" نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار ان لوگوں پر حرام فرمادیا اور ہفتے کے باقی دنوں میں شکار حلال فرمادیا۔ مگر اس طرح ان لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرمادیا کہ سنیچر کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں تو شیطان نے ان لوگوں کو حیلہ بتادیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنالو اور جب سنیچر کے دن ان نالیوں کے ذریعے مچھلیاں حوض میں آجائیں تو نالیوں کا منہ بند کردو اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ ان مچھلیوں کو پکڑلو۔

ان لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آگئی اور ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں اور حوضوں میں مقید ہوگئیں تو یہی ان کا شکار ہوگیا تو سنیچر ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو ان کے لیے حرام تھا۔ اس موقعے پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہوگئے۔

۱......کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلے سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہوکر شکار سے باز رہے۔

۲......اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے، دوسروں کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ پاک ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔

۳......اور کچھ وہ سرکش ونافرمان جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کرلیا اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا بھی لیا۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کرلیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کرکے درمیان میں ایک دیوار بنائی اور آمدورفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنالیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے غضبناک ہوکر شکار کرنے والوں پر لعنت فرمادی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطاکاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تو انہیں دیکھنے کے لیے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے ہیں۔ اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آکر ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زاروقطار روتے تھے مگر لوگ ان بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھا پی نہ سکے۔ بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ نے ہلاکت سے بچالیا۔ (صاوی۔ ج ۱ صفحہ ۳۵)

اس واقعے کا اجمالی بیان سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے:

ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت فقلنا لهم كونوا قردة خسئين

اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو تم میں سے سنیچر کے بارے میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ تو ہم نے کہہ دیا کہ تم لوگ دھتکارے ہوئے بندر ہوجاؤ"! (البقرہ، رکوع ۸)

سب زمین میں دھنس گئے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ویران گاؤں پر گذر ہوا۔ آپ نے خدا سے دعا فرمائی کہ اس کو گویائی عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خاطر اسے گویا کردیا اور وہ گاؤں کہنے لگا

"اے روح اللہ! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

آپ نے پوچھا "تجھے ویران ہوئے کتنا زمانہ گزرا؟"

اس نے کہا "چار ہزار برس۔"

پھر آپ نے پوچھا "تجھ میں کتنے لوگ آباد تھے؟"

اس نے کہا "یہ تو مجھے معلوم نہیں مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایک ایک نام کے چالیس ہزار مجھ میں آباد تھے۔"

آپ نے پوچھا "ان کی ہلاکت کا کیا سبب ہوا؟"

اس نے کہا کہ "ان کے پاس ایک سونے کا بت تھا، جس کی ہر روز ہزار آدمی خدمت کیا کرتے تھے اور ہر شب کو ہزار عورتیں اس کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں اور ہر روز سات بار ان کا بادشاہ اس کو سجدہ کیا کرتا تھا اور ایسا ہی ہر شب کو اس کے سجدے میں مشغول رہتا تھا اور وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس کے سوا ہم کسی پروردگار کو نہیں پہچانتے۔ چنانچہ ایک بار تمام شب اس کے پاس لہو و طرب میں مشغول رہے اور اس پر خدا نے ان سب کو زمین میں دھنسا دیا۔"

نمرود کی ناک میں مچھر کا گھس جانا:

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے مچھروں کو نمرود کے لیے بھیجا تو نمرود ایک بہت بڑے لشکر کے درمیان میں تھا، جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ جب نمرود نے مچھروں کو دیکھا تو وہ لشکر سے علیحدہ ہوگیا۔ گھر میں گھس کر دروازے کو بند کرکے پردے لٹکا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گدی کے بل لیٹ کر تدبیر سوچنے لگا۔ اتنے میں ایک مچھر اس کی ناک میں گھس گیا اور دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھر چالیس یوم تک پریشان کرتا رہا، باہر نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ نمرود سر کو زمین پر مارنے لگا۔ آخرکار یہ حال ہوا کہ اس کے نزدیک سب سے محبوب شخص وہ تھا جو اس کے سر پر ضرب لگاتا، پھر بعد میں وہ مچھر چوزے کی طرح زمین پر گر گیا۔ گویا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا:

ذلک یسلط الله رسله على من يشآء من عباده (القرآن الکریم)

"اللہ اسی طرح اپنے رسولوں کو بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے مسلط کردیتا ہے۔"

پھر نمرود تھوڑی دیر کے بعد مرگیا۔ (حیوۃ الحیوان، صفحہ ۳۴۰، ج ۱)

شعیب علیہ السلام کی قوم پر زلزلے کا عذاب:

اصحاب مدین (قوم شعیب) حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج

عقبہ کے کنارے پر آباد تھے اور آبادی کا کچھ سلسلہ جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی پھیلا ہوا تھا، یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی، قدیم زمانے میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کے کنارے کنارے یمن سے مکہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی، اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اس بناء پر عرب کا بچہ بچہ اس قوم سے اور اس کے تمدن کی عبرتناک تباہی سے واقف تھا۔

یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی اولاد تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پانچ سو برس تک مشرک قوموں کے درمیان رہنے کی وجہ سے شرک اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود ایمان کے دعویدار تھے اور اس نسبت پر فخر کرتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ہیں۔

اس قوم کی اصلاح کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے، چھوٹی خرابیوں کے علاوہ دو بڑی خرابیاں خصوصیت کے ساتھ ان میں رواج پا گئی تھیں، ایک شرک اور دوسری معاملات میں بددیانتی۔ ان خرابیوں کی طرف پیغمبر نے ان لوگوں کو متوجہ کیا، لیکن جو قوم اس توہم میں گرفتار ہو کہ ہماری ساری خوشحالی ان بے جان مورتیوں اور بے اختیار آستانوں کی مرہون منت ہے اور تجارت میں ہماری کامیابی کا یہی راز ہے کہ ہم ناپ تول میں بڑی ہوشیاری کے ساتھ بے ایمانی کرتے ہیں تو پھر وہ پیغمبر کی دعوت کو کیسے قبول کرتی۔

چنانچہ انہوں نے پیغمبر کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس تحریک کو اپنی ترقی کے لیے موت کا پیغام سمجھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ جس خوشحالی کی بنیاد بندگان الٰہی کی حق تلفی پر ہوتی ہے، وہ پائیدار نہیں ہوتی۔ تمہیں اپنی پیش رو قوموں کی تاریخ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

لیکن ایک بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی اور پیغمبر کو طرح طرح کی دھمکیاں دینے پر اتر آئے۔ بالآخر سالہا سال کی کوششوں کے بعد جب سوائے چند کمزور انسانوں کے کوئی شخص راہ راست پر نہ آیا تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

یاقوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل سوف تعلمون من یاتیه عذاب یخزیه ومن هو کاذب وارتقبوا انی معکم رقیب (ہود)

''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، میں اپنی جگہ عمل کرتا ہوں، چند روز بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب ہوتا ہے۔ جو اس کو رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے۔ تم بھی منتظر رہو اور میں بھی منتظر ہوں۔''

پیمانہ ظلم لبریز ہو چکا تھا، کیونکہ معاملات میں بددیانتی نے معاشی نظام کو بالکل خراب کر دیا تھا اور پوری قوم میں کوئی آن ایسی باقی نہ تھی جو کائنات کی تعمیر میں معاون ہوتی۔ صرف چند افراد تھے، وہ بھی ان شریروں کے ہاتھ سے بمشکل بچے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں عادت الٰہی کے مطابق مکافات عمل کا قانون بروئے کار آیا۔

ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین امنوا معه برحمت منا واخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم جاثمین کان لم یغنو فیها الابعد لمدین کما بعدت ثمود (ہود)

''اور جب ہمارا حکم عذاب آ پہنچا تو ہم نے اپنی مہربانی سے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے بچا لیا اور جو لوگ نافرمان تھے، ان کو ایک آواز نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ گویا کہ وہ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جس طرح ثمود دھتکارے گئے اسی طرح یہ بھی دھتکارے گئے۔''

اس آیت میں (صیحہ) چیخ کہا ہے۔ سورہ اعراف میں زلزلے (رجفتہ) کا ذکر ہے۔

فاخذتهم الرجفته فاصبحوا فی دارهم جاثمین

''ان لوگوں کو زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔''

اور سورۂ شعراء میں سائبان والے دن کا عذاب کہا ہے۔

فکذبوه فاخذهم عذاب یوم الظلة انه کان عذاب یوم عظیم

''انہوں نے شعیب کی تکذیب کی، پس ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آ گھیرا۔ بے شک حادثہ سائبان کا عذاب نہایت سخت دن کا عذاب تھا۔''

ان تین قسم کے عذابوں نے اس گناہگار قوم کو اس طرح تباہ کیا کہ زمین میں ایک خوفناک زلزلہ آیا جس کے ساتھ ہی ایک ہیبت ناک آواز نکلی اور اوپر ایک ابر چھایا۔ جس میں سے بجلی (آگ) گری اور اہل ایمان کے سوا ساری قوم ہلاک ہو گئی۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کی قوم پر بھیانک چیخ کا عذاب

حضرت حزقیل علیہ السلام کون تھے؟:

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ ہیں جو منصب نبوت پر سرفراز کیے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اقدس کے بعد آپ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ ان کے بعد حضرت کالب بن یوحنا علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت سے سرفراز ہو کر مرتبہ نبوت پر فائز ہوئے۔ پھر ان کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے جانشین اور نبی ہوئے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کا لقب ابن العجوز (بڑھیا کے بیٹے) ہے۔ اور آپ ذوالکفل بھی کہلاتے ہیں۔ ''ابن العجوز'' کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کی والدہ ماجدہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں اور آپ کا لقب ذوالکفل اس لیے ہوا کہ آپ نے اپنی کفالت میں لے کر ستر انبیائے کرام کو قتل سے بچا لیا تھا۔ جو قتل ہونے سے یہود کی تلوار سے بچ گئے اور برسوں زندہ رہ کر اپنی قوم کو ہدایت فرماتے رہے۔

مردوں کے زندہ ہونے کا واقعہ:

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت جو حضرت حزقیل علیہ السلام کے شہر میں رہتی تھی، شہر میں طاعون کی وبا پھیل جانے سے ان لوگوں پر موت کا خوف سوار ہو گیا اور یہ لوگ موت کے ڈر سے سب کے سب شہر چھوڑ کر ایک جنگل میں بھاگ گئے اور وہیں رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی یہ حرکت بہت زیادہ ناپسند ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتے کو اس جنگل میں بھیج دیا۔ جس نے ایک پہاڑ کی آڑ میں چھپ کر اور چیخ مار کر بلند آواز سے کہہ دیا کہ ''موتوا'' یعنی تم سب مر جاؤ اور اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر بغیر کسی بیماری کے اچانک یہ سب کے سب مر گئے۔ جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔

ان مردوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ان کے کفن دفن کا کوئی انتظام نہیں کر سکے اور ان مردوں کی لاشیں کھلے میدان میں بے گوروکفن آٹھ دن تک پڑی پڑی سڑنے لگیں اور بے

انتہاء تعفن اور بدبو سے پورے جنگل بلکہ اس کے اطراف میں بدبو پیدا ہو گئی۔ کچھ لوگوں نے ان لاشوں پر رحم کھا کر چاروں طرف سے دیوار اٹھا دی تاکہ یہ لاشیں درندوں سے محفوظ رہیں۔

کچھ دنوں بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جنگل میں ان لاشوں کے پاس سے گزر ہوا تو اپنی قوم کے ستر ہزار انسانوں کی اس موت ناگہانی اور بے گوروکفن لاشوں کی فراوانی کو دیکھ کر رنج و غم سے ان کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہو گئے اور باری تعالیٰ کے دربار میں دکھ بھرے دل سے گڑگڑا کر دعا مانگنے لگے کہ:

''یا اللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے یہ غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آ گئے، یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں، ان لوگوں سے مجھے انس حاصل تھا اور یہ لوگ میرے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے، افسوس کہ میری قوم ہلاک ہو گئی اور میں بالکل اکیلا رہ گیا۔ اے میرے رب! یہ وہ قوم تھی جو تیری حمد کرتی تھی اور تیری توحید کا اعلان کرتی تھی اور تیری کبریائی کا خطبہ پڑھتی تھی۔''

آپ بڑے سوز دل کے ساتھ دعا میں مشغول تھے کہ اچانک آپ پر یہ وحی اتر پڑی کہ ''اے حزقیل! آپ ان بکھری ہوئی ہڈیوں سے فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم اکٹھا ہو جاؤ۔''

یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ہر آدمی کی ہڈیاں جمع ہو کر ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے۔ پھر یہ وحی آئی کہ ''اے حزقیل! آپ یہ فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! تم کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم گوشت پہن لو۔''

یہ کلام سنتے ہی فوراً ہڈیوں کے ڈھانچوں پر گوشت پوست چڑھ گئے۔ پھر تیسری بار یہ وحی نازل ہوئی۔ ''اے حزقیل! اب یہ کہو کہ اے مردو! خدا کے حکم سے تم سب اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔''

چنانچہ آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی ستر ہزار لاشیں ایک دم یہ پڑھتے ہوئے کھڑی ہو گئیں کہ:

سبحنک اللھم وبحمدک ولا الہ الا انت

پھر یہ سب لوگ جنگل سے روانہ ہو کر اپنے شہر میں آ کر دوبارہ آباد ہو گئے اور اپنی عمروں کی

مدت بھر زندہ رہے۔ لیکن ان لوگوں پر اس موت کا اتنا نشان باقی رہا کہ ان کے اور ان کی اولاد کے جسموں سے سڑی ہوئی لاش کی بدبو برابر آتی رہی اور یہ لوگ جو کپڑا بھی پہنتے تھے وہ کفن کی صورت میں ہو جاتا تھا اور قبر میں جس طرح کفن میلا ہو جاتا ہے ایسا ہی میلا پن ان کے کپڑوں پر نمودار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ یہ اثرات آج تک ان یہودیوں میں پائے جاتے ہیں جو ان لوگوں کی نسل سے باقی رہ گئے ہیں۔

ہود علیہ السلام کی قوم پر زلزلہ اور آندھی کا عذاب:

جب قوم عاد انسانیت کے حقیقی راستے سے روگرداں ہوئی اور ہود علیہ السلام نے انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی تو وہ ان کا مضحکہ اڑانے لگی اور جب ہود علیہ السلام نے قہر خداوندی سے ڈرایا تو اس پاگل پن میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ پھر کیا ہوا، قرآن کی زبانی سنیے:

''جب انہوں نے عذاب خداوندی کو ایک بادل کی شکل میں اپنی وادیوں کا رخ کرتے دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگے، یہ تو ہم پر برسنے والا بادل ہے اور کارکنان قضا و قدر نے کہا، نہیں یہ برسنے والا بادل نہیں، بلکہ یہ وہی عذاب الٰہی ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے، یہ تو آندھی ہے جس میں ایک بہت دردناک عذاب ہے اور جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گی۔ چنانچہ وہ ایسے برباد ہو گئے کہ ان کے مکانات کے کھنڈروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ دیکھو! مجرم قوموں کو ہم اس طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

''قوم عاد (بڑے بڑے ستونوں اور مضبوط قلعوں والی قوم) ایک حد سے بڑھی ہوئی تیز و تند آندھی سے ہلاک کر دی گئی جو ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک برابر مسلط رہی (وہ آندھی کوئی معمولی آندھی نہیں تھی) وہ جڑیں کاٹ ڈالنے والی آندھی تھی۔ اگر تم وہاں موجود ہوتے تو تم انہیں اس طرح پچھڑا ہوا دیکھتے جیسے گرے ہوئے کھجور کے کھوکھلے تنے تو کیا تم ان کا باقی رہنے والا نشان دیکھتے ہو۔''

اگر ریت کے ان ٹیلوں کو ہٹا کر جن کا لامتناہی سلسلہ حضر موت اور ربع خالی میں سینکڑوں میل تک چلا گیا ہے، دیکھا جائے تو قوم عاد کے جابر و قاہر انسانوں کی بستیاں آج بھی نوع انسانی کو درس عبرت دینے کے لیے کھنڈروں کی صورت میں مل سکتی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی آندھی آ سکتی ہے؟ میرا جواب اثبات میں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے شمالی آسٹریلیا میں صرف پانچ دن کے وقفے سے ۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مسلسل دو مہینے آندھی چلتی رہی۔ آندھی نے زمین کو اکھاڑ اکھاڑ کر متحرک ٹیلوں میں تبدیل کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام زمین ریت بن کر سمندر میں جا پڑے گی۔ آندھی کی شدت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ریت نیوزی لینڈ تک جا پڑی جو وہاں سے تیرہ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ شدید جانی و مالی نقصان ہوا۔ ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

۱۸۰۴ میں کلکتہ میں اسی قسم کی آندھی چلی جس سے چالیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ بہت سے شہر اور قصبات تباہ ہو گئے۔ سو سے زیادہ جہازوں کو نقصان پہنچا، کئی جہازوں کو تو آندھی نے گودی سے اٹھا کر ساحل پر پھینک دیا۔ تین سال بعد زیریں بنگال میں پھر ایسی ہی آندھی آئی جس سے ۹۰۰۰۰ آدمی ہلاک ہو گئے اور ۳۰۰۰۰ کے قریب مکانات منہدم ہو گئے۔

فرعونیوں پر پانچ عذابات:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا تو جادوگر سجدے میں گر کر ایمان لائے۔ مگر فرعون اور اس کے متبعین نے اب بھی ایمان قبول نہیں کیا بلکہ فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور زیادہ بڑھ گئی اور اس نے بنی اسرائیل کے مومنین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دل آزاری اور ایذا رسانی میں بھرپور کوشش شروع کر دی اور طرح طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ فرعون کے مظالم سے تنگ دل ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے دربار میں اس طرح دعا مانگی:

''اے میرے رب! فرعون زمین میں بہت ہی سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی ہے، لہٰذا تو انہیں ایسے عذابوں میں گرفتار فرما لے جو ان کے لیے سزاوار ہو۔ اور میری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت ہو۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر لگاتار پانچ عذابوں کو مسلط فرما دیا۔ وہ پانچوں عذاب یہ ہیں۔

(۱)......طوفان:

ناگہاں ایک ابر آیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ پھر انتہائی زوردار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ طوفان آ گیا اور فرعونیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا اور وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں تک آ گیا، ان میں سے جو بیٹھا وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ نہ ہل سکتے تھے نہ کام کر سکتے تھے۔ ان کی کھیتیاں اور باغات طوفان کے دھاروں سے برباد ہو گئے۔ سنیچر سے سنیچر تک مسلسل سات روز تک وہ لوگ اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجود یہ کہ بنی اسرائیل کے مکانات فرعونیوں کے گھروں سے ملے ہوئے تھے مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں سیلاب کا پانی نہیں آیا اور وہ نہایت ہی امن وچین کے ساتھ اپنے گھروں میں رہتے تھے۔

جب فرعونیوں کو اس مصیبت کے برداشت کرنے کی تاب وطاقت نہ رہی اور وہ بالکل ہی عاجز ہو گئے تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیے کہ یہ مصیبت ٹل جائے تو ہم ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا مانگی تو طوفان کی بلا ٹل گئی اور زمین میں ایسی سرسبزی اور شادابی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ کھیتیاں بہت شاندار ہوئیں اور غلوں اور پھلوں کی پیداوار بے شمار ہوئی۔ یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے کہ یہ طوفان کا پانی تو ہمارے لیے بہت بڑی نعمت کا سامان تھا۔ پھر وہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ایمان نہیں لائے اور پھر سرکشی اور ظلم و عصیان کی گرم بازاری شروع کر دی۔

(۲)......ٹڈیاں:

ایک ماہ تک فرعونی نہایت عافیت سے رہے، لیکن جب ان کا کفر وتکبر اور ظلم وستم پھر بڑھنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر وعذاب کو ٹڈیوں کی شکل میں بھیج دیا کہ چاروں طرف سے ٹڈیوں کے جھنڈ کے جھنڈ آ گئے جو ان کے کھیتوں اور باغوں کو یہاں تک کہ ان کے مکانوں کی لکڑیاں تک کھا گئیں اور فرعونیوں کے گھروں میں یہ ٹڈیاں بھر گئیں جس سے ان کا سانس لینا مشکل ہو گیا۔ مگر بنی اسرائیل کے مومنین کے کھیت اور باغ اور مکانات ان ٹڈیوں کی یلغار سے

محفوظ رہے۔

یہ دیکھ کر فرعونیوں کو بڑی عبرت ہوگئی اور آخر اس عذاب سے تنگ آ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے عہد کیا کہ آپ اس عذاب کے دفع ہونے کے لیے دعا فرما دیں تو ہم لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل پر کوئی ظلم وستم نہ کریں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی ٹل گیا اور یہ لوگ پھر ایک ماہ تک نہایت ہی آرام وراحت میں رہے۔ لیکن پھر عہد شکنی کی اور ایمان نہیں لائے۔ ان لوگوں کے کفر اور عصیان میں پھر اضافہ ہونے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنین کو ایذائیں دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری جو کھتیاں اور پھل بچ گئے ہیں وہ ہمارے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا ہم اپنا دین چھوڑ کر ایمان نہیں لائیں گے۔

(۳)......گھن:

غرض ایک ماہ کے بعد پھر ان لوگوں پر ''قمل'' کا عذاب ہو گیا۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ یہ گھن تھا جو ان فرعونیوں کے اناجوں اور پھلوں میں لگ کر تمام غلوں اور میووں کو کھا گیا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ایک چھوٹا سا کیڑا تھا جو کھیتوں کی تیار فصلوں کو چٹ کر گیا اور ان کے کپڑوں میں گھس کر ان کے چمڑوں کو کاٹ کاٹ کر انہیں مرغ بسمل کی طرح تڑپانے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے سر کے بالوں، داڑھی، مونچھوں بھنوؤں اور پلکوں کو چاٹ چاٹ کر اور چہروں کو کاٹ کاٹ کر انہیں چیچک رو بنا دیا۔ یہ کیڑے ان کے کھانوں، پانیوں اور برتنوں میں گھس جاتے تھے، جس سے یہ لوگ نہ کچھ کھا سکتے تھے نہ کچھ پی سکتے تھے، نہ لحہ بھر کے لیے سو سکتے تھے۔

یہاں تک کہ ایک ہفتے میں اس قہر آسمانی وبلائے ناگہانی سے بلبلا کر یہ لوگ چیخ پڑے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے لگے اور ایمان لانے کا عہد کرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم کھا کر دعا کر دی اور یہ عذاب بھی رفع دفع ہو گیا۔ لیکن فرعونیوں نے پھر اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم وعدوان پر کمربستہ ہو گئے۔ پھر ایک ماہ بعد ان لوگوں پر مینڈک کا عذاب نازل ہو گیا۔

(۴)......مینڈک:

ان فرعونیوں کی بستیوں اور ان کے گھروں میں اچانک بے شمار مینڈک پیدا ہوگئے اور ان ظالموں کا یہ حال ہوگیا کہ جو آدمی جہاں بھی بیٹھتا اس کی مجلس میں ہزاروں مینڈک بھر جاتے تھے۔ کوئی آدمی بات کرنے یا کھانے کے لیے منہ کھولتا تو اس کے منہ میں مینڈک کود کر گھس جاتے۔ ہانڈیوں میں مینڈک، ان کے جسموں پر سینکڑوں مینڈک سوار رہتے تھے۔ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، کسی حالت میں بھی مینڈکوں سے نجات نہیں ملتی تھی۔

اس عذاب سے فرعونی رو پڑے اور پھر روتے گڑگڑاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں دعا کی بھیک مانگنے کے لیے آئے اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر عہد و پیمان کرنے لگے کہ ہم ضرور ایمان لائیں گے اور مومنین کو کبھی ایذا نہیں دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی اٹھا لیا گیا، مگر یہ مردود قوم راحت ملتے ہی پھر اپنا عہد توڑ کر اپنی پہلی خبیث حرکتوں میں مشغول ہوگئی۔ مومنین کو ستانے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و بے ادبی کرنے لگے تو پھر عذاب الٰہی نے ان ظالموں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان لوگوں پر خون کا عذاب قہر الٰہی بن کر اتر پڑا۔

(۵)......خون:

ایک دن بالکل اچانک ان لوگوں کے تمام کنوؤں اور نہروں کا پانی خون ہوگیا تو ان لوگوں نے فرعون سے فریاد کی تو اس سرکش نے کہا کہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) کی جادوگری اور نظر بندی ہے۔ یہ سن کر فرعونیوں نے کہا کہ یہ کیسی اور کہاں کی نظر بندی ہے کہ ہمارے کھانے پینے کے برتن خون سے بھرے پڑے ہیں اور مومنین پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں؟ تو فرعون نے حکم دیا کہ فرعونی لوگ مومنین کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی نکالیں۔

مگر خدا کی شان کہ مومنین اسی برتن سے پانی نکالتے تو نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی نکلتا اور فرعونی جب اسی برتن سے پانی نکالتے تو تازہ خالص خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی لوگ پیاس سے بے قرار ہو کر مومنین کے پاس آئے اور کہا کہ ہم دونوں ایک ہی برتن سے ایک ہی ساتھ پانی پئیں گے مگر قدرت خداوندی کا عجب جلوہ نظر آتا ایک ہی برتن

سے ایک ساتھ منہ لگا کر دونوں پانی پیتے تھے مگر مومنین کے منہ میں جو جاتا وہ پانی ہوتا تھا اور فرعون والوں کے منہ میں جو جاتا وہ خون ہوتا تھا۔ مجبور ہو کر فرعون اور فرعونی لوگ گھاس اور درختوں کی جڑیں اور چھالیں چبا چبا کر چوستے تھے مگر اس کی رطوبت بھی ان کے منہ میں جا کر خون بن جاتی تھی۔

الغرض فرعونیوں نے پھر گڑگڑا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی، تو آپ نے پیغمبرانہ رحم و کرم فرما کر پھر ان لوگوں کے لیے دعائے خیر فرما دی تو ساتویں دن اس خونی عذاب کا سایہ بھی ان کے سروں سے اٹھ گیا۔ الغرض ان سرکشوں پر مسلسل پانچ عذاب آتے رہے اور ہر عذاب ساتویں دن ٹلتا رہا اور ہر دو عذابوں کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا رہا مگر فرعون اور فرعونیوں کے دلوں پر شقاوت و بدبختی کی ایسی مہر لگ چکی تھی کہ پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر پر اڑے رہے اور ہر مرتبہ اپنا عہد توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کا آخری عذاب آ گیا کہ فرعون اور اس کے متبعین سب دریائے نیل میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے خدا کی دنیا ان عہد شکنوں اور مردودوں سے پاک ہو صاف ہو گئی اور یہ لوگ دنیا سے اس طرح نیست و نابود کر دیئے گئے کہ روئے زمین پر ان کی قبروں کا نشان بھی باقی نہیں رہ گیا۔ (صاوی شریف ج ۲ صفحہ ۸۱ صفحہ ۸۲ و جلالین وغیرہ)

قرآن مجید نے ان مذکورہ بالا پانچوں عذابوں کی تصویر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ:

فارسلنا عليهم الطوفان والجواد والقمل والضفادع والدم ايت مفصلت فاستكبروا وكانوا قوما مجرمين ولما رقع عليهم الرجز قالو يموسى ادع لنا ربك بما عهد عندك لئن كشفت عنا الرجز لنؤمنن لك ولنرسلن معك بنى اسرآئيل فلما كشفنا عنهم الرجز الىٰ اجل هم بالغوه اذاهم ينكثون فانتقمنا منهم فاغرقنهم فى اليم بانهم كذبوا باياتنا وكانو عنها غفلين

تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی اور جب ان پر عذاب پڑتا، کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو، اس عہد کے سبب جو اس کا

تمہارے پاس ہے، بے شک اگر تم ہم پر عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے، ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا، اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے۔ (الاعراف رکوع ۱۶)

قوم لوط علیہ السلام پر عذابات خداوندی اور جدید سائنسی ریسرچ:

"قوم لوط نے (ان کی) تنبیہ کو جھٹلایا۔ ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا ان پر بھیج دی (جس نے انہیں تباہ کر دیا) صرف لوط کے گھر والے اس سے محفوظ رہے، جنہیں ہم نے اپنے فضل سے صبح ہونے سے قبل (وہاں سے) بچا کر نکال لیا۔ ہم ہر اس شخص کو جزا دیتے ہیں، جو شکر گزار ہوتا ہے اور لوط نے اپنی قوم کے لوگوں کو ہماری (جانب سے بھیجی گئی) سزا سے خبردار کیا، لیکن وہ ساری تنبیہات پر شک کرتے اور انہیں نظر انداز کرتے رہے۔" (سورۃ القمر، آیات ۳۳ تا ۳۶)

حضرت لوط علیہ السلام کا زمانہ عین وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک نواحی علاقے میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ لوگ، جیسا کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے، بدفعلی کی عادت بد میں مبتلا تھے جو اس وقت تک کی دنیا میں ایک نامعلوم عمل شمار ہوتی تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو بدفعلی سے روکا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ پہنچائی، تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر ماننے اور کوئی بھی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور غیر فطری فعل سے شغل جاری رکھا۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذاب نازل کیا اور وہ لوگ ایک عبرت انگیز حادثے کی بنا پر روئے زمین سے نیست و نابود ہو گئے۔ وہ شہر جو قوم لوط علیہ السلام کا مسکن تھا، اسے عہد نامہ عتیق (Old testaments) میں "سدوم" (Sodom) یعنی گناہگاروں (بدفعلیاں کرنے والوں) کا شہر لکھا گیا ہے۔ یہ بستی جو بحیرۂ احمر کے شمال میں واقع تھی۔ یقیناً اسی انداز میں تباہ ہوئی، جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا ہے (اور یہی ہمارا ایمان بھی ہے اور ہونا چاہیے)۔ آثاری (آثار قدیمہ کے) مطالعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شہر اس جگہ واقع تھا،

جہاں آج بحیرۂ مردار (Dead Sea) نامی جھیل (اردن، اسرائیل سرحد پر) واقع ہے۔

مذکورہ بالا عذاب کی باقیات کا تجزیہ کرنے سے قبل ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قوم لوط علیہ السلام کو اسی انداز میں سزا کیوں دی گئی۔ یہ بتاتے ہوئے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کس طرح متنبہ کیا اور ان لوگوں نے کیا جواب دیا، قرآن کہتا ہے:

"لوط علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے ان سے کہا، کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے، کیا تم دنیا کی مخلوق سے مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب نے تمہارے لیے جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم لوگ تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا: اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو جو لوگ ہماری بستیوں سے نکالے گئے ہیں، ان میں تو بھی شامل ہو کر رہے گا (اس پر) انہوں (حضرت لوط علیہ السلام) نے کہا: تمہارے کرتوتوں پر جو لوگ کڑھ رہے ہیں، میں ان میں شامل ہوں۔" (سورۃ الشعراء، آیات ۱۶۰ تا ۱۶۸)

حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں ان لوگوں نے انہیں دھمکانا شروع کر دیا۔ یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کی راست بازی کے باعث ان سے نفرت کرنے لگے اور انہیں جلاوطن کرنے کے خواہشمند ہو گئے۔ دیگر آیات قرآنی میں یہ واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اور لوط علیہ السلام کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ نکالو ان لوگوں کو اپنی بستیوں سے! بڑے پاکباز بنتے ہیں، یہ۔" (سورۃ الاعراف، آیات ۸۰ تا ۸۲)

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو روز روشن کی مانند عیاں سچائی کی دعوت دی اور

انہیں کھلے بندوں میں تنبیہ کی، لیکن یہ لوگ کسی نصیحت کو خاطر میں نہیں لائے۔ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کیا اور اس سزا کا یقین بھی نہیں کیا جس کی انہیں پیشگی اطلاع دی جا رہی تھی۔ قرآن بتاتا ہے:

''اور (یاد کرو) جب ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا اور اسنے اپنی قوم سے کہا: تم وہ فحش کام کرتے ہو، جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو، اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں (تک) میں برے کام کرتے ہو۔ پھر اس کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے۔''

(سورۃ العنکبوت۔ آیات ۲۸ تا ۲۹)

اپنی قوم کا یہ جواب سننے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی:

''اے میرے رب! ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔'' (العنکبوت۔ آیت ۳۰)

''اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے اہل و عیال کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے۔'' (الشعراء۔ آیت ۱۶۹)

حضرت لوط علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی شکل میں دو فرشتے بھیجے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے سے پہلے یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی کہ ان کی بیوی کے یہاں بچے کی ولادت ہوگی اور یہ بھی بتایا کہ انہیں بھیجنے کا مقصد لوط علیہ السلام کے اوباش، عیاش اور گمراہ لوگوں کو تباہ کرنا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

''ابراہیم نے کہا: اے فرستادگان الٰہی! اور کیا مہم آپ کو درپیش ہے؟ انہوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسا دیں جو آپ کے رب کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں۔''

(الذاریات۔ آیات ۳۱ تا ۳۴)

''صرف لوط کے گھر والے مستثنیٰ ہیں، انہیں ہم بچا لیں گے، سوائے اس کی بیوی کے، جس کے لیے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) ہم نے مقدر کر دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔'' (الحجر۔ آیات ۵۹ تا ۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کے بعد یہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہ ان فرشتوں سے (جو انسانی شکل میں تھے) ناواقف تھے، اس لیے پہلے تو پریشان ہو گئے، لیکن پھر ان سے بات کرنے کے بعد پرسکون ہو گئے۔

''اور جب ہمارے پیغام رساں (فرشتے) لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان کی آمد سے وہ بہت گھبرایا اور (اس خیال سے کہ انہیں اپنی قوم کے لوگوں سے بچانا بس سے باہر ہوگا) وہ پریشان ہو کر کہنے لگا کہ آج تو بڑی مصیبت کا دن ہے۔''

(سورۃ ھود۔ آیت ۷۷)

''پھر جب یہ پیغام رساں لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو اس نے کہا: آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ ہم لوگ وہی چیز لے کر آئے ہیں جس کے آنے میں یہ لوگ شک کر رہے تھے۔ ہم تم سے سچ کہتے ہیں کہ ہم حق کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا اب تم کچھ رات ہونے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلو۔ تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلے جاؤ جدھر جانے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اور ہم نے اپنا فیصلہ پہنچا دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔''

(سورۃ الحجر۔ آیات ۶۲ تا ۶۶)

دریں اثناء قوم لوط علیہ السلام کے گمراہ افراد کو ان کے یہاں مہمانوں کی اطلاع مل گئی۔ وہ اپنے ناپاک ارادے لے کر دوڑے دوڑے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے ہر طرح کی شرم و حیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اپنے مہمان ہمارے حوالے کر دو۔ اس غرض سے کہ گھر کا کوئی فرد نکل کر بھاگنے نہ پائے، ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے مہمانوں کا خیال کر کے بے حد پریشان ہوئے اور اپنی قوم سے کچھ یوں خطاب فرمایا:

''(اے لوگو) یہ میرے مہمان ہیں، میری فضیحت نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔'' (سورۃ الحجر۔ آیات ۶۸ تا ۶۹)

ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ جواباً کہنے لگے:

''کیا ہم تمہیں بارہا منع نہیں کر چکے ہیں کہ دنیا بھر کے ٹھیکیدار نہ بنو۔'' (الحجر۔ آیت ۷۰)

اس خیال سے کہ انہیں اور ان کے مہمانوں کو شیطانی سلوک سے سابقہ ہے، حضرت لوط علیہ السلام نے کہا:

''کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا، یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا۔'' (سورۃ ھود۔ آیت ۸۰)

اس پر ان کے ''مہمانوں'' نے انہیں یاد دلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے پیغام رساں ہیں اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

''اے لوط علیہ السلام! ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ بس تو کچھ رات رہ اور اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جا۔ اور تم میں کوئی شخص پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے، لیکن تیری بیوی (پیچھے رہ جائے گی، کیونکہ اس) پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو ان لوگوں پر گزرے گا۔ ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے، صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے۔'' (سورۃ ھود۔ آیت ۸۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب قوم لوط علیہ السلام کی سرکشی، گمراہی اور گناہ پر اصرار حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا اور صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو فرشتے بھیج کر بچا لیا۔ صبح کے وقت بستی کے گمراہ لوگوں کو ایک ہولناک و ہلاکت خیز حادثے (عذاب الٰہی) نے آ لیا جس کی خبر حضرت لوط علیہ السلام انہیں پہلے ہی دے چکے تھے۔

''اور پھر انہوں (قوم لوط علیہ السلام) نے اسے (حضرت لوط علیہ السلام کو) اپنے مہمانوں کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہم نے ان (لوگوں) کو اندھا کر دیا (اور انہوں نے سنا) کہ اب میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا مزہ چکھو۔ صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے ان کو آ لیا۔''

(سورۃ القمر۔ آیات ۳۷ تا ۳۸)

قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کا احوال دیگر آیات قرآنی میں کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

''آخر کار پو پھٹتے ہی ایک زبردست دھماکے نے آن گھیرا اور ہم نے اس بستی کو الٹ دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسا دی۔ اس واقعے میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو صاحب فراست ہیں۔ اور وہ علاقہ (جہاں یہ

واقعہ پیش آیا تھا) گزرگاہ عام پر واقع ہے۔ اس میں سامان عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان والے ہیں۔'' (سورۃ الحجر۔ آیات ۷۳ تا ۷۶)

''پھر جب ہمارے فیصلے (کے عمل میں آنے) کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو الٹ دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ (تہہ در تہہ بوچھاڑ کی شکل میں) برسائے، جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے یہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں۔'' (سورۃ ھود۔ آیات ۸۲ تا ۸۳)

''پھر باقی ماندہ لوگوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر برسائی (پکے ہوئے پتھروں کی) ایک برسات۔ بڑی ہی بری بارش تھی جو ان ڈرائے جانے والوں پر نازل ہوئی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور بے حد رحیم بھی۔''

(سورۃ الشعراء۔ آیات ۱۷۲ تا ۱۷۵)

یہ گمراہ لوگ تباہ ہو گئے اور صرف ایک گھرانے کے بقدر، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والے لوگ بچا لیے گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان کے ماننے والوں میں نہیں تھی، لہٰذا اسے بھی انہی لوگوں کے ساتھ نیست و نابود کر دیا گیا۔

''اور لوط علیہ السلام کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا، پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا، نکالو ان لوگوں کو اپنی بستیوں سے، بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ آخر کار ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کو، بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی، بچا کر نکال دیا اور اس قوم پر برسائی (پکے پتھروں کی) ایسی بارش، پھر دیکھو کہ ان مجرموں کا کیا انجام ہوا۔''

(سورۃ الاعراف۔ آیات ۸۰ تا ۸۴)

اور یوں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کا گھرانہ، ان کی بیوی کو چھوڑ کر، بچا لیا گیا۔

عہد نامہ عتیق میں لکھا ہے کہ یہ باقی ماندہ لوگ بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

پاس ہجرت کر گئے۔ جہاں تک سرکش، نافرمان اور گمراہ (قوم لوط علیہ السلام کے) لوگوں کا تعلق ہے تو انہیں اوران کی رہائش گاہوں تک کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی مانند مٹادیا گیا۔

جھیل لوط (بحیرۂ مردار) میں ''واضح نشانیاں'':

سورۂ ھود کی ۸۲ ویں آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ قوم لوط علیہ السلام پر نازل کردہ عذاب کی نوعیت کیا تھی:

''جب ہمارے فیصلے (کے عمل میں آنے) کا وقت آ گیا تو ہم نے اس بستی کو الٹ دیا اوراس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی تابڑ توڑ (تہہ در تہہ بوچھاڑ کی شکل میں) بارش کر دی۔''

قرآن کا یہ کہنا کہ ''اس بستی کو الٹ دیا'' یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پورا علاقہ ایک زبردست وشدید زلزلے کے ذریعے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسی کی مطابقت میں جھیل لوط علیہ السلام (بحیرۂ مردار) جہاں یہ تباہی وقوع پذیر ہوئی تھی، اس حادثے کی ''واضح شہادتیں'' لیے ہوئے ہے۔

جرمن ماہر آثار قدیمہ، ورنر کیلر (Werner Keller) لکھتا ہے:

''اس زبردست دراڑ (Fissure) کے ساتھ، جو عین اس علاقے سے گزرتی ہے، (موجودہ) درۂ سدیم (Vale of Sidim) بشمول سدوم وگمراہ نام کے علاقہ جات (ہزاروں برس قبل) ایک دن اتھاہ گہرائی میں دھنس گئے۔ اس تباہی کی وجہ ایک طاقتور زلزلہ تھا، جس کی تکمیل غالباً دھماکوں، بجلی کڑکنے، قدرتی گیس کے (زمین سے) اخراج اور بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی عمومی آتشزدگی کے ساتھ ہوئی۔''

درحقیقت جھیل لوط علیہ السلام یا بحیرۂ مردار، زلزلیاتی خطے (Siesmic Zone) کے بالکل اوپر واقع ہے۔ یعنی وہ علاقہ جہاں زلزلوں کا خطرہ موجود رہتا ہے۔

''بحیرۂ مردار کی بنیاد (Base) ارضیاتی اعتبار سے ایک ایسی ساخت کے ساتھ ہے جو نیچے کی سمت جا رہی ہے اوراس کی جڑیں، قشر ارض کی پلیٹ میں ہیں۔ (اسے ارضیات کی اصطلاح میں Tectonic Rooted Downfall کہا جاتا ہے)۔ یہ وادی ایک (ارضیاتی) تناؤ کے درمیان میں واقع ہے جو شمال میں

طبریہ (Taberiye) جھیل اور جنوب میں عربہ (Arabah) وادی تک پھیلا ہوا ہے۔''

زیر بحث آیت کے آخری حصے میں یہ بیان کہ:

''اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی تابڑ توڑ (تہہ در تہہ بوچھاڑ کی شکل میں) بارش کر دی۔''

ہر لحاظ سے آتش فشانی دھماکے ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو موجودہ بحیرۂ مردار کے کناروں پر ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے جو چٹانیں اور پتھر ہوا میں اڑے، وہ سخت گرم اور ''پکی ہوئی'' حالت میں تھے۔ (سورۃ الشعراء کی ۱۷۳ ویں آیت میں یہی واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''.....اوران پر برسائی (پکے ہوئے پتھروں کی) ایک برسات۔ بڑی ہی بری بارش تھی جو ان ڈرائے جانے والوں پر نازل ہوئی۔'')

اسی موضوع کے حوالے سے ورنر کیلر لکھتا ہے:

''زیر زمین (ارضیاتی) سرگرمیوں کی بناء پر ان (خوفناک) آتش فشانی قوتوں کا اخراج ہوا جو دراڑ کی لمبائی کے ساتھ ساتھ ایک عرصے سے خوابیدہ حالت میں موجود تھیں۔ باشن (Bashan) کے نزدیک، بالائی وادئ اردن میں اب بھی معدوم آتش فشانوں کے اونچے گڑھے (Craters) موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں لاوے کی عظیم مقداریں اور بسالٹ کی دبیز تہیں، چونے کے پتھر (Lime Stone) پر مبنی سطح کے اوپر جمع ہو چکی ہیں۔''

لاوے اور بسالٹ کی یہ تہیں اس آتش فشانی دھماکے اور زلزلے کی کھلی شہادت ہیں جو یہاں پر کبھی رونما ہو چکا ہے۔ یہی ہے وہ ''پکے ہوئے پتھروں کی تابڑ توڑ اور تہہ در تہہ بوچھاڑ کی شکل میں ہونے والی برسات۔'' جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ ہلاکت خیز آفت (یعنی عذاب الٰہی) یقینی طور پر آتش فشانی دھماکہ ہی رہا ہوگا۔ باقی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اسی آیت میں ''جب ہمارے فیصلے (کے عمل میں آنے) کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو الٹ دیا'' یقیناً اس زلزلے کا اشارہ ہے جس کی وجہ سے سطح زمین پر آتش فشاں پھٹ پڑے اوران کے بھیانک اثرات ظاہر ہوئے۔ زمین شق ہو گئی اور آتش فشانی راکھ (بشمول پتھر اور چٹان) برسنے لگی۔ اس کی پوری حقیقت اللہ ہی کے علم میں ہے۔

''واضح نشانیاں'' جو بحیرۂ مردار (جھیل لوط) سے ظاہر ہوتی ہیں واقعتاً بہت دلچسپ ہیں۔ عام طور پر قرآن میں جن واقعات کا تذکرہ ہے وہ مشرق وسطیٰ، جزیرہ نمائے عرب اور مصر میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔ ان تمام سرزمینوں کے عین وسط میں بحیرۂ مردار ہے۔ جھیل لوط علیہ السلام اور اس کے اطراف کے علاقہ جات میں ہونے والے واقعات، ارضیاتی توجہ کے طالب ہیں۔

یہ جھیل بحیرۂ روم (Mediterranean Sea) کی سطح سے ۴۰۰ میٹر مزید نیچے ہے تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جھیل لوط کی تہہ بحیرۂ روم کی سطح کے مقابلے میں ۸۰۰ میٹر کی پستی پر ہے۔ یہ زمین پر (یعنی خشکی کے بیچ) پست ترین مقام ہے۔ سطح سمندر سے پستی پر واقع دوسرے مقامات کی زیادہ سے زیادہ گہرائی ۱۰۰ میٹر تک ہے۔ جھیل لوط (بحیرۂ مردار) کی ایک اور خاصیت (جو اس کی وجہ شہرت بھی ہے) اس کے پانی میں نمک کی غیر معمولی طور پر زائد مقدار ہے جو تقریباً ۳۰ فیصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جھیل میں کوئی جاندار، خواہ وہ مچھلی ہو یا کیکڑا، زندہ نہیں رہ سکتا۔ (علاوہ ازیں اس جھیل میں لہریں بھی نہیں اٹھتیں)۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تصانیف میں (بلکہ دنیا بھر میں ہی) اسے بحیرۂ مردار (Dead Sea) یعنی مرا ہوا سمندر بتایا جاتا ہے۔

قوم لوط علیہ السلام کا واقعہ، جو قرآن پاک میں کئی جگہوں پر مرقوم ہے، حالیہ تخمینہ جات کے مطابق ۱۸۰۰ قبل مسیح میں (یعنی آج سے ۳۸۰۰ سال پہلے) ظہور پذیر ہوا تھا۔ اپنی اثریاتی اور ارضیاتی تحقیق کی بنیاد پر ورنر کیلر کا خیال ہے کہ سدوم اور گمراہ کے شہر، دراصل وادی سدیم میں واقع تھے، جبکہ یہ وادی بذات خود موجودہ بحیرۂ مردار کے پست ترین اور بعید ترین کنارے والے خطہ ارضی میں واقع تھی۔ یہاں ایک زمانے میں گنجان آبادی والے وسیع و عریض مقامات کا وجود ہوا کرتا تھا۔ ساخت کے اعتبار سے جھیل لوط علیہ السلام کی سب سے دلچسپ خصوصیات وہ ہیں جو قرآن میں قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کی بابت بیان کردہ آیات کی واضح شہادت فراہم کرتی ہیں۔

بحیرۂ مردار کے مشرقی کنارے سے ایک جزیرہ نما ساخت ''اللسان'' پانی میں دور تک چلی گئی ہے۔ عربی میں اللسان کا مطلب زبان ہے۔ خشکی سے دیکھنے پر اس جزیرہ نما کی زمین غیر معمولی زاویئے پر سطح آب کے نیچے جا کر غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن اصل میں یہ بحیرۂ مردار کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ جزیرہ نما کے سیدھے ہاتھ پر زمین کی ڈھلوان (Slope) بہت

زیادہ ہے اور وہ ۱۲۰۰ فٹ (تقریباً ۲۱۲ میٹر) کی گہرائی تک چلی گئی ہے۔ اللسان کے الٹے ہاتھ پر پانی کی گہرائی (مقابلتاً) بے حد کم ہے۔ گزشتہ چند برسوں کے دوران صوتی پیمائشوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہاں کی گہرائی ۵۰ سے ۶۰ فٹ (تقریباً ۱۰ میٹر تا ۱۱.۵ میٹر ہے)۔ جھیل کا یہ غیر معمولی طور پر اتھلا حصہ جو جزیرہ نما اللسان سے لے کر انتہائی جنوبی سرے تک پھیلا ہوا ہے ''درۂ سدیم'' (Vale of Siddim) ہوا کرتا تھا۔

ورنر کیلر نے مشاہدہ کیا کہ یہ اتھلا حصہ، جس کا بعد میں وجود پذیر ہونا دریافت ہوا ہے، مذکورہ بالا زلزلے اور اس کے نتیجے میں زمین کے یکدم نیچے بیٹھ جانے کی وجہ سے وجود میں آیا، یہی وہ جگہ ہے جہاں سدوم اور گمراہ کی بستیاں کبھی آباد تھیں، یعنی قوم لوط علیہ السلام کے لوگ رہا کرتے تھے۔

ایک زمانے میں اس علاقے کو پیدل عبور کیا جا سکتا تھا۔ تاہم اب درہ سدیم (یعنی جہاں گمراہ اور سدوم کے شہر تھے) بحیرۂ مردار کے زیریں حصے کی سطح آب سے ڈھکا ہوا ہے۔ قبل مسیح کے الف ثانی (Second millennium) کی ابتداء میں آنے والی بھیانک آفت کے باعث جب یہ زمین نیچے بیٹھ گئی تو اس تازہ تازہ بنے ہوئے گڑھے (Cavity) میں شمال سے آنے والا پانی داخل ہونے لگا۔ اس طرح یہ پوری جگہ نمکین پانی سے لبالب بھر گئی۔

جھیل لوط کے آثار نمایاں بھی ہیں۔ جب کوئی شخص کشتی لے کر جھیل کے انتہائی جنوبی سرے کی جانب سفر کرے اور اگر سورج بھی درست سمت میں چمک رہا ہو تو اسے کچھ حیرت انگیز مناظر دکھائی دیں گے۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر، سطح آب کے نیچے واضح طور پر جنگلات کے خاکے دکھائی دیتے ہیں جنہیں بحیرۂ مردار کے غیر معمولی نمکین پانی نے اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے۔ سبز پانی کے نیچے نظر آنے والے تنے اور جڑیں بہت قدیم ہیں۔ وادی سدیم، جہاں یہ درخت کبھی سبزہ بن کر لہلہاتے اور پھول پتیوں کی بہار دکھاتے تھے، اس پورے خطے کی خوبصورت ترین جگہ میں شمار ہوتی تھی۔

میکانکی نقطہ نگاہ سے قوم لوط علیہ السلام کو نیست و نابود کرنے والے حادثے کی وضاحت ماہرین ارضیات کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متذکرہ زلزلہ، زمین میں بہت طویل دراڑ (رخنے کی پٹی یا فالٹ لائن) سے آیا۔ یہ رخنہ ''دریائے شریعت''

(Shari'at) کی بنیاد (Bed) کے ساتھ ۱۹۰ کلومیٹر کی لمبائی میں پھیلا ہوا ہے۔ دریائے شریعت کی اپنی مجموعی گہرائی ۱۸۰ میٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ جب اس حقیقت کو بحیرۂ مردار کی سطح سمندر سے ۴۰۰ میٹر پستی کے ساتھ منطبق کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں حقائق ایک ہی شہادت کے دو مختلف حصے ہیں جو یہ ثابت کرتی ہے کہ یہاں پر کوئی بہت بڑا ارضیاتی حادثہ گزر چکا ہے۔

بحیرۂ مردار اور دریائے شریعت کی یہ دلچسپ ساخت، مذکورہ بالا دراڑ یا درز کے بہت چھوٹے حصے کا احاطہ کرتی ہے جو اس خطہ زمین سے گزر رہی ہے۔ اس دراڑ کی کیفیت اور لمبائی کا انکشاف حال ہی میں ہوا ہے۔

رخنے (Fault) کا آغاز کوہ ثور (Mount Taurus) کی بیرونی حدود سے ہوتا ہے جو بحیرۂ مردار کے جنوبی ساحلوں سے گزر کر صحرائے عرب اور خلیج عقبہ (Gulf of Aqaba) کے راستے بحیرۂ احمر تک جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کا اختتام افریقہ میں ہو جاتا ہے۔ لمبائی کے رخ پر اس کے ساتھ ساتھ زبردست آتش فشانی سرگرمیاں مشاہدے میں آئی ہیں۔ اسرائیل کے گیلیلی پہاڑوں (Galilee Mountains) اردن کے بلند مسطح (Plain) علاقوں، خلیج عقبہ اور دوسرے نواحی مقامات پر سیاہ بسالٹ اور لاوا موجود ہیں۔

یہ تمام کی تمام باقیات اور جغرافیائی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ جھیل لوط کی جگہ پر کوئی زبردست ارضیاتی سانحہ (آفت یا عذاب الٰہی) رونما ہو چکا ہے ورنر کیلر کی اس بارے میں رائے، مذکورہ بالا سطور میں مرحلہ وار بیان کی جا چکی ہے۔

علاوہ ازیں نیشنل جیوگرافک میگزین اپنی دسمبر ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں کچھ اس انداز سے تبصرہ کرتا ہے:

"سدوم کا پہاڑ جو ایک بنجر و بیکار خطہ زمین (Wasteland) ہے، بحیرۂ مردار سے قدرے اٹھتا ہوا ہے۔ سدیم اور گمراہ کے تباہ شدہ شہر کسی کو کبھی نہیں ملے، مگر صاحبان علم کو یقین ہے کہ وہ (مذکورہ دونوں شہر) انہی چٹانوں کے درمیان وادی سدیم میں پھیلے ہوئے تھے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ بحیرۂ مردار کے سیلابی پانی نے ایک زبردست زلزلے کے بعد انہیں (دونوں شہروں) کو غرق کر دیا۔"

پومپیائی کا بھی یہی انجام ہوا:

مندرجہ ذیل آیات میں قرآن حکیم ہمیں بتا رہا ہے کہ اللہ کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی:

"یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے ہاں آ گیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رو ہوتے۔ مگر جب خبردار کرنے والا ان کے ہاں آ گیا تو اس کی آمد نے ان کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا۔ یہ زمین میں اور زیادہ سرکشی کرنے لگے اور بری بری چالیں چلنے لگے، حالانکہ بری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں۔ اب کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پچھلی قوموں کے ساتھ اللہ کا جو طریقہ رہا ہے وہی ان کے ساتھ بھی برتا جائے؟ یہی بات ہے کہ تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقرر راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے۔" (سورۃ الفاطر۔ آیت ۴۲ تا ۴۳)

جی ہاں! اللہ کے طریقے (قانون) میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ہر وہ شخص جو اس کے متعین کردہ قوانین کے خلاف کھڑا ہوگا اور ان کی خلاف ورزی کرے گا، اسے انہی قوانین الٰہی کے تحت سزا بھی دی جائے گی۔ سلطنت روم کی تنزلی کی علامت، پومپیائی کے لوگ بھی (قوم لوط علیہ السلام کی مانند) جنسی بے راہ روی، بدفعلی، بدکاری اور غیر فطری فعل کی عادتوں میں مبتلا تھے۔ ان کا انجام بھی بالکل وہی ہوا جو قوم لوط علیہ السلام کا ہوا تھا۔

پومپیائی کی تباہی ویسوویس (Vesuvius) آتش فشاں کے پھٹنے سے ہوئی۔ یہ آتش فشاں اٹلی کا طرۂ امتیاز ہے جو قبل ازیں نیپلس (Naples) کا شہر تھا۔ یہ آتش فشاں پچھلے دو ہزار سال سے خاموش ہے، لیکن اس کے نام "ویسوویس" کا مطلب ہے "تنبیہ کا پہاڑ" یہ نام بھی بلا جواز نہیں رکھا گیا ہے۔ وہ آفت جس نے گمراہ اور سدوم کو نابود کر دیا، بالکل ویسی ہی آفت نے پومپیائی کو بھی تباہ کیا۔

ویسوویس پہاڑ کے ایک طرف نیپلس ہے تو دوسری طرف مشرق میں پومپیائی واقع ہے۔ یہی پہاڑ آج سے دو ہزار سال پہلے اچانک پھٹ پڑا اور یکا یک بڑی مقدار میں لاوا اور گرم راکھ اس سے ابل پڑے اور پومپیائی شہر کے باسی (لاوے اور راکھ میں) گھر کر رہ گئے۔

یہ بھیانک حادثہ اتنی تیزی سے رونما ہوا کہ شہر کی ایک ایک چیز اور ایک ایک باسی روزمرہ معمولات سرانجام دیتے ہوئے اس کا شکار ہو گیا اور یہ لوگ آج تک اسی حالت میں پڑے ہیں جیسے کہ دو ہزار سال پہلے تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے وقت ان کے لیے تھم گیا ہو۔

پومپیائی کی اس انداز میں قدرتی آفت کے ذریعے تباہی یقیناً بے مقصد نہیں تھی۔ تاریخی ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ یہ شہر بدکاری اور بدفعلی جیسی برائیوں کا عین مرکز تھا۔ یہ شہر بدکاری کے ضمن میں خصوصی شہرت رکھتا تھا اور یہ چیزیں اس شہر میں اتنی زیادہ تھیں کہ وہاں قحبہ خانوں کی درست تعداد تک معلوم نہیں ہو سکی۔ بے ہودگی اور بے شرمی تمام حدوں کو پار کر چکی تھیں۔ یہاں پر متھرائی (Mithraic) عقیدے کے مطابق اختلاط بھی کھلے عام کیا جاتا تھا۔

مگر ویسوویئس کے لاوے نے پورے شہر کو صرف ایک لحظے میں صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

اس واقعے کا سب سے عبرتناک پہلو یہ ہے کہ اتنے بھیانک آتش فشانی ابال کے باوجود شہر کا ایک فرد بھی بچ کر نہیں بھاگ سکا۔ یوں لگتا ہے جیسے انہیں یہ آفت آنے کا احساس بھی نہیں ہوا یا پھر وہ اس آفت کے نزول پر مسحور تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے ایک گھرانہ چشم زدن میں پتھرا گیا۔ متعدد جوڑے بحالت اختلاط پتھرا گئے۔ ایک اور سب سے توجہ طلب چیز یہ بھی ہے کہ ان میں سے کئی جوڑے ہم جنس پرستوں کے ہیں جنہیں اس حالت میں اللہ کے عذاب نے آ گھیرا۔

گرم راکھ اور لاوے نے انہیں کوئی مہلت دیئے بغیر پتھروں کے بتوں میں تبدیل کر دیا۔ پومپیائی سے برآمد ہونے والی بعض پتھریلی لاشوں کے چہروں پر بھی خوف کا کوئی نشان نہیں۔ بیشتر لاشوں کے چہروں پر حیرت، سراسیمگی یا پریشانی جیسے تاثرات عموماً پائے گئے ہیں۔

اس آفت اور آفت رسیدگی کا ایک ناقابل فہم پہلو یہ بھی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ "ہزاروں لوگ کچھ بھی دیکھے اور سنے بغیر موت کا نوالہ بننے کا انتظار کرتے رہے ہوں؟" یہی پہلو ہمیں بتاتا ہے کہ پومپیائی کے لوگ بھی بالکل ویسے ہی تباہ کن عوامل کا شکار ہوئے جن کے بارے میں قرآن نے وضاحت فرمائی ہے، کیونکہ قرآن جب کبھی ایسے واقعات کا حوالہ دیتا ہے تو "اچانک تباہی" کا صرف ایک اشارہ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ یٰسین میں بیان کردہ "شہر کے باسی" ایک لمحے میں تمام کے تمام مر گئے۔ یہ کیفیت سورۃ یٰسین کی ۲۹ ویں آیت میں کچھ اس طرح بتائی گئی ہے:

"بس ایک دھماکہ ہوا اور یکایک وہ سب بجھ کر (خاموش ہو کر) رہ گئے۔"

سورۃ القمر کی ۳۱ ویں آیت میں ایک بار پھر قوم ثمود کی تباہی کا تذکرہ کرتے ہوئے "اچانک تباہی" کا حوالہ دیا گیا ہے:

"ہم نے ان پر بس ایک ہی دھماکہ چھوڑا اور وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح بھس ہو کر رہ گئے۔"

پومپیائی کے لوگوں کی موت بھی ایسی ہی سرعت رفتاری کے ساتھ ہوئی۔ جس کا تذکرہ مذکورہ بالا آیات میں کیا گیا ہے۔

اس کے باوجود جہاں کبھی پومپیائی تھا، اس کے آس پاس لوگوں نے اب تک کوئی خاص عبرت نہیں پکڑی۔ نیپلس کے اضلاع، جہاں عیاشی اور اوباشی کی اجارہ داری ہے، پومپیائی والوں کی بے راہ روی اور شہوت پرستی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ کیپری کا جزیرہ ہم جنس پرستوں اور بے لباسوں کا گڑھ ہے۔ سیاحوں کے لیے نشر ہونے والے اشتہارات میں کیپری کو "ہم جنس پرستوں کی جنت" کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

معاملہ صرف کیپری جزیرے یا اٹلی تک ہی محدود نہیں، بلکہ قریب قریب تمام دنیا کی یہی صورتحال ہوتی جا رہی ہے۔ اسی طرح اخلاقی زوال پذیری ہر وقت روبہ عمل ہے اور آج کے لوگ، ماضی کی تباہ شدہ، معدوم و معتوب تہذیبوں کے لوگوں سے عبرت پکڑنے کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب الٰہی:

اس کائنات کے رنگ و بو میں آباد کی جانے والی بستیوں، آبادیوں اور قوموں میں ایک قوم قوم ثمود کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس قوم کو قدرت کی طرف سے تعمیر کا فن عنایت کیا گیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ پہاڑوں کو کاٹ کر بڑے بڑے محلات تعمیر کیا کرتی تھی۔ قرآن مقدس نے جابجا ان کے احوال اور انجام کا اپنے مخصوص انداز میں ذکر کیا ہے۔

یہ بھی عرب کی قدیم ترین اقوام میں سے ہے اور قوم عاد کے بعد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے تک اس قوم کے کچھ بقایا موجود تھے۔

اس قوم کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے مشہور ہے، موجودہ زمانے میں مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا ہے جسے مدائن

صالح کہتے ہیں۔ یہی قوم ثمود کا صدر مقام تھا۔ اگرچہ اب تک اس علاقے میں ثمود کی اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کے عہد اول میں ثمودی آثار قدیمہ بکثرت ملتے تھے۔

یہ قوم بھی اپنے پیش رووں کی طرح بڑی خوش حال تھی۔ سرسبز و شاداب زمینیں، مال و دولت کی فراوانی، عالیشان محلات کی رہائش قدرت نے انہیں عطا فرما رکھی تھی۔ پہاڑوں کو تراش کر ان میں عالیشان محل بنانا ان کی خاص صنعت تھی، ایلورا کے حیرت انگیز غاروں کی طرح حجر کے علاقے میں ابھی تک ان کے تراشے ہوئے بعض غار موجود ہیں۔

یہ قوم پچھلی قوموں کی طرح خدا کے وجود کی منکر نہ تھی بلکہ اکیلے خدا کی بندگی کی منکر تھی۔ خدائے واحد کی بندگی کے بجائے مغرور سرداروں کے حکم پر چلنا ان کا دین و ایمان تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے نظام زندگی میں سماجی اونچ نیچ اور اخلاق فاسدہ کا فساد پھیل گیا تھا۔

اس قوم کی اصلاح کے لیے حضرت صالح علیہ السلام مامور ہوئے۔ جنہوں نے دین حق کی واضح دلیلوں اور معجزات کے ذریعے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ لیکن پیغمبرانہ عزم و حوصلے، صبر و استقامت اور حکمت و موعظت کے باوجود تقریباً ڈیڑھ ہزار گھرانوں میں سے صرف ایک سو بیس کے قریب افراد نے حق کی دعوت کو قبول کیا اور باقی باطل پر جمے رہے۔

تمرد اور سرکشی اور بغاوت کرتے ہوئے صالح علیہ السلام کو سحر زدہ کہا۔ قوم کے سرداروں نے جو مالی اعتبار سے انتہائی خوشحال تھے، کہا کہ ہمارے ہوتے ہوئے تمہیں کیسے وحی سے نوازا گیا۔ ہماری ظاہری مالی حالت تو یہ بتلاتی ہے کہ اللہ ہم سے خوش ہے، اگر وہ ناراض ہوتا تو اس خوشحالی سے نہ نوازتا۔ اگر وحی بھیجتا تو ہم میں سے کسی پر بھیجتا۔ قوم کے سرداروں نے ان لوگوں سے بھی بات کی جو صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور غریب تھے۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "ہاں، ہم ان پر ایمان لا چکے ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "ہم تو اس سے انکار کرتے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔"

صالح علیہ السلام کی قوم نے صالح علیہ السلام کی ناصحانہ اور مشفقانہ دعوت حق سے اعراض کیا۔ حالانکہ صالح علیہ السلام ان سے اس دعوت حق کے بدلے میں کسی قسم کے اجر کے خواہاں بھی نہیں تھے۔ اس مغرور و سرکش قوم نے نہ صرف پیغمبرانہ دعوت و نصیحت کو دل سے تسلیم

کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ صالح علیہ السلام سے نشانی اور معجزہ طلب کیا۔

صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ "ایسا نہ ہو کہ نشان اور معجزہ آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔"

قوم کے سرداروں نے بڑا پکا وعدہ کیا کہ "ہم فوراً ایمان لے آئیں گے۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے دریافت کیا کہ "وہ کس قسم کا معجزہ چاہتے ہیں؟"

انہوں نے مطالبہ کیا کہ "اس سامنے والے پہاڑ میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کر جو گابھن ہو اور فوراً بچہ جنے۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پہاڑ میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔

اس زبردست نشانی کے آنے کے باوجود قوم کی اکثریت نے دین حق کو قبول نہ کیا۔ صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچی تو تمہاری خیر نہیں۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر رہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہو اور دوسرا دن ساری قوم اور اس کے سارے جانوروں کا۔

قوم ثمود نے اگرچہ اس حیرت میں ڈال دینے والے معجزے کو دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا تھا، لیکن دلوں کے اقرار نے انہیں اونٹنی کو تکلیف دینے سے باز رکھا اور کچھ عرصے تک یہ دستور جاری رہا کہ پانی کی باری ایک روز اونٹنی کی رہتی اور تمام قوم اس کے دودھ سے فائدہ اٹھاتی اور دوسرے روز قوم کی باری ہوتی اور اونٹنی اور اس کا بچہ بغیر روک ٹوک چراگاہوں میں چرتا اور آسودہ رہتا۔

آہستہ آہستہ قوم ثمود کو یہ کھٹکنے لگی۔ آپس میں صلاح و مشورے ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان کی سرکشی اور بغاوت نے انہیں اکسایا کہ یہ باری والی قید ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔ لہٰذا ایک روز سازش کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور اونٹنی کا بچہ یہ دیکھ کر چیختا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا اور غائب ہو گیا۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں مہلت ملتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے پیغمبر کی دعوت اصلاح اور تبلیغ کے [illegible] نشانات [illegible] جارحانہ کارروائیاں شروع کر دیں اور اس

قدرِ ندر ہو گئے کہ عذاب کا مطالبہ کرنے لگے:

وقالو یاصالح ائتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین

''وہ بولے اے صالح! اگر تو واقعی رسولوں میں سے ہے تو وہ عذاب لے آ، جس سے تو ڈرا رہا ہے۔'' (اعراف)

جب حضرت صالح علیہ السلام کو علم ہوا تو قوم کی قابلِ رحم حالت پر آبدیدہ ہو کر فرمایا ....

''اے بدبخت قوم! آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا، اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو، تین روز کے بعد نہ ٹلنے والا عذاب نازل ہوگا۔''

تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام ذالک وعد غیر مکذوب

حضرت صالح علیہ السلام کی اطلاع کے مطابق اگلے دن صبح ہی سے عذاب کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ قوم کو صالح علیہ السلام کی صداقت پر یقین تھا، لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اقرار نہ کرتی تھی، اس لیے قوم پر خوف و ہراس طاری ہو گیا، پہلے دن چہرے زرد پڑے، دوسرے دن سرخ ہوئے اور تیسرے دن چہروں پر سیاہی چھا گئی، لیکن پھر بھی توبہ و انابت کا جذبہ پیدا نہ ہوا جس سے پروردگار کا غصہ ٹھنڈا پڑتا۔

تین دن کے بعد فیصلہ کن وقت آ پہنچا، رات کو ایک دہشتناک آواز بلند ہوئی اور جو جس حالت میں تھا اسی حالت میں مرا کا مرا رہ گیا۔ صالح علیہ السلام اور ان کے رفیق جو حفاظت الٰہی میں تھے، اس عذاب سے بچ گئے۔

قرآن کریم نے آواز کے اس ہولناک عذاب کو مختلف تعبیرات کے ذریعے واضح کیا ہے:

فاخذتہم الرجفتہ فاصبحوا فی دارھم جاثمین

ایک لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں پکڑ لیا اور وہ اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ (اعراف)

واخذ الذین ظلموا الصیحتہ (حجر)

ظالموں کو ایک آواز نے پکڑ لیا۔

فاخذتہم صاعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون

پھر انہیں عذاب کی ایک کڑک نے آ پکڑا، بدلے میں ان کے اعمال جو وہ کرتے تھے۔

فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ (...)

بس قوم ثمود کو ایک زوردار عذاب نے ہلاک کر دیا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ آواز اضطراب انگیز، ہلاک کرنے والی، (رجفہ) نہایت زوردار (طاغیہ) اور کڑاکے والی (صاعقۃ) تھی۔ جس نے پوری مجرم قوم کو .... کھشیم المحتظر .... کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ کی مانند کر دیا اور ان کے بڑے بڑے سنگین مکانات اور پہاڑوں کی کھوئیں ڈھے کر ان کے اوپر گر پڑیں۔

فتلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا

ایک نگاہ قہر نے ایسے ورق الٹ دیئے
آج وہیں پہ ہیں کھنڈر کل تھیں جہاں پہ بستیاں

قوم ثمود پر آنے والا یہ عذاب نہ صرف قوم ثمود اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر گیا، بلکہ سرکشوں کی سرکشی اور مغروروں کے غرور کے انجام کو ظاہر کر کے آنے والی نسلوں کے لیے سامانِ عبرت پیش کر گیا۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری طرح صالح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو اللہ رب العزت نے اپنی حفاظت میں لے کر ہلاکت سے محفوظ رکھا۔

حضرت صالح علیہ السالم نے اس ہلاک شدہ قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی، لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔''

روایات سے اس واقعے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات بطور عبرت معلوم ہوتے ہیں، جن کی تفصیل یوں ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں صحابہ کا گذر ثمود کی ان عذاب شدہ بستیوں پر ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے کنویں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی گرا دینے، ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا بیکار کر دینے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

''یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو اور نہ یہاں کی اشیاء سے فائدہ اٹھاؤ۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

''تم ان بستیوں میں خدا سے ڈرتے، عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل

ہوا کرو، ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ سے نشانیاں طلب نہ کیا کرو، دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشانی کو طلب کیا تھا اور وہ اونٹنی پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی اور اپنی باری میں کھا پی کر وہیں واپس چلی جاتی تھی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی، مگر ثمود نے بالآخر سرکشی کی اور اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔''

زبان لٹک کر سینے پر آ گئی

بلعم بن باعوراء:

یہ شخص اپنے دور کا بہت بڑا عالم اور عابد و زاہد تھا اور اس کو اسم اعظم کا بھی علم تھا۔ یہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا اپنی روحانیت سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا اور بہت ہی مستجاب الدعوات تھا کہ اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مشہور یہ ہے کہ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ''قوم جبارین'' سے جہاد کرنے کے لیے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہماری زمینوں سے نکال کر یہ زمین اپنی قوم بنی اسرائیل کو دے دیں۔ اس لیے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایسی بد دعا کر دیجئے کہ وہ شکست کھا کر واپس بھاگ جائیں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں، اس لیے آپ کی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی۔

یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو، خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ

السلام اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے، ان پر بھلا میں کیسے اور کس طرح بد دعا کر سکتا ہوں؟

لیکن اس کی قوم نے رو رو کر اور گڑگڑا کر اس طرح اصرار کیا کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ استخارہ کر لینے کے بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بد دعا کر دوں گا۔ مگر استخارے کے بعد جب اس کو بد دعا کی اجازت نہیں ملی تو اس نے صاف صاف جواب دے دیا کہ اگر میں بد دعا کروں گا تو میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ اس کے بعد اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر ہدایا اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کر کے بے پناہ اصرار کیا، یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا اور وہ مال کے جال میں پھنس گیا اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بد دعا کے لیے چل پڑا۔

راستے میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ تعالیٰ نے گویائی کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ:

''افسوس! اے بلعم بن باعوراء تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو، کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت پر بد دعا کرے گا!!''

گدھی کی تقریر سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ''حسبان'' نامی پہاڑ پر چڑھ گیا اور بلندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بد دعا شروع کر دی۔ لیکن خدا عزوجل کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کرتا تھا مگر اس کی زبان پر اس کی قوم کے لیے بد دعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ ''اے بلعم! تم تو الٹی بد دعا کر رہے ہو۔''

تو اس نے کہا کہ ''اے میری قوم! میں کیا کروں، میں بولتا کچھ اور ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی نکلتا ہے۔''

پھر اچانک اس پر یہ غضب الٰہی نازل ہو گیا کہ ناگہاں اس کی زبان لٹک کر اس کے سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعوراء نے اپنی قوم سے رو کر کہا کہ ''افسوس میری دنیا اور آخرت دونوں برباد و غارت ہو گئیں۔ میرا ایمان جاتا رہا اور میں قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو گیا۔

اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔ مگر میں تم لوگوں کو مکر کی ایک چال بتاتا ہوں۔ تم لوگ ایسا کرو تو شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو شکست ہوجائے۔ تم لوگ ہزاروں خوبصورت لڑکیوں کو بہترین پوشاک اور زیورات پہنا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیج دو۔ اگر ان کا ایک آدمی بھی زنا کرے گا تو پورے لشکر کو شکست ہوجائے گی۔"

چنانچہ بلعم بن باعوراء کی قوم نے اس کے بتائے ہوئے مکر کا جال بچھایا اور بہت سی خوبصورت دوشیزاؤں کو بناؤ سنگھار کرا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیجا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا ایک رئیس ایک لڑکی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا اور اس کو اپنی گود میں اٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گیا اور فتویٰ پوچھا کہ "اے اللہ کے نبی یہ عورت میرے لیے حلال ہے یا نہیں؟"

آپ نے فرمایا کہ "خبردار! یہ تیرے لیے حرام ہے۔ فوراً اس کو اپنے سے الگ کردے اور اللہ کے عذاب سے ڈر۔"

مگر اس رئیس پر غلبہ شہوت کا ایسا زبردست بھوت سوار ہوگیا تھا کہ وہ اپنے نبی کے فرمان کو ٹھکرا کر اس عورت کو اپنے خیمے میں لے گیا اور زنا کاری میں مشغول ہوگیا۔ اس گناہ کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں اچانک طاعون (پلیگ) کی وباء پھیل گئی اور گھنٹے بھر میں ستر ہزار آدمی مرگئے اور سارا لشکر تتر بتر ہوکر ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر بہت ہی صدمہ گزرا۔ (صاوی ج ۲ صفحہ ۹۴ و جلالین وغیرہ)

بلعم بن باعوراء پہاڑ سے اتر کر مردود بارگاہ الٰہی ہوگیا۔ آخر دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہوکر مرگیا۔ اس واقعے کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

واتل علیهم نبا الذی اتینه ایتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فکان من الغوین ولو شئنا لرفعنه بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث اوتترکه یلهث ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایتنا فاقصص القصص لعلهم یتفکرون

"اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا اور ہم چاہتے تو

آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔"

روایت ہے کہ بعض انبیائے کرام نے خدا تعالیٰ سے دریافت کیا کہ "تو نے بلعم بن باعوراء کو اتنی نعمتیں عطا فرما کر پھر اس کو کیوں اس قعر مذلت میں گرادیا؟"

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس نے میری نعمتوں کا کبھی شکر ادا نہیں کیا۔ اگر وہ شکر گزار ہوتا تو میں اس کی کرامتوں کو سلب کرکے اس کو دونوں جہاں میں اس طرح ذلیل و خوار اور خائب و خاسر نہ کرتا۔" (روح البیان ج ۳ صفحہ ۱۳۹)

قارون پر اللہ کا عذاب:

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا "یصہر" کا بیٹا تھا۔ بہت ہی شکیل اور خوبصورت آدمی تھا۔ اسی لیے لوگ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہوکر اس کو "منور" کہا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ کمال بھی تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں "توراۃ" کا بہت بڑا عالم اور بہت ہی ملنسار اور با اخلاق تھا۔ اور لوگ اس کا بہت ہی ادب و احترام کرتے تھے۔

لیکن بے شمار دولت اس کے ہاتھ میں آتے ہی اس کے حالات میں ایک دم تغیر پیدا ہوگیا اور سامری کی طرح منافق ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن ہوگیا اور اعلیٰ درجے کا متکبر اور مغرور ہوگیا۔

جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو یہ عہد کیا کہ وہ اپنے تمام مالوں میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ نکالے گا۔ مگر جب اس نے مالوں کا حساب لگایا تو ایک بہت بڑی رقم زکوٰۃ کی مد میں نکلی۔ یہ دیکھ کر اس پر ایک دم حرص و بخل کا بھوت سوار ہوگیا اور نہ صرف زکوٰۃ کا منکر ہوگیا بلکہ عام طور پر بنی اسرائیل کو بہکانے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بہانے تمہارے مالوں کو لے لینا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے اس خبیث نے یہ گندی اور گھناؤنی چال چلی کہ ایک عورت کو بہت زیادہ مال و دولت دے کر آمادہ کرلیا کہ وہ آپ پر بدکاری کا الزام لگائے۔

• چنانچہ عین اس وقت جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے تھے، قارون نے آپ کو ٹوکا کہ فلانی عورت سے آپ نے بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے سامنے لاؤ۔ چنانچہ وہ عورت بلائی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اے عورت! اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا کو پھاڑ دیا اور عافیت وسلامتی کے ساتھ دریا سے پار کرا کر فرعون سے نجات دی، سچ سچ کہہ دے کہ واقعہ کیا ہے؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال سے عورت سہم کر کانپنے لگی اور اس نے مجمع عام میں صاف صاف کہہ دیا کہ ''اے اللہ کے نبی! مجھ کو قارون نے کثیر دولت دے کر آپ پر بہتان لگانے کے لیے آمادہ کیا ہے۔''

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہو کر سجدہ شکر میں گر پڑے اور بحالت سجدہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! قارون پر اپنا قہر وغضب نازل فرمادے۔'' پھر آپ نے مجمع سے فرمایا کہ ''جو قارون کا ساتھی ہو وہ قارون کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ قارون سے جدا ہو جائے۔''

چنانچہ دو خبیثوں کے سوا تمام بنی اسرائیل قارون سے الگ ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ ''اے زمین! تو اس کو پکڑ لے۔'' تو قارون ایک دم گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ پھر آپ نے دوبارہ زمین سے یہی فرمایا تو وہ کمر تک زمین میں دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر قارون رونے اور بلبلانے لگا اور قرابت ورشتے داری کا واسطہ دینے لگا، مگر آپ نے کوئی التفات نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں دھنس گیا۔

دونوں منحوس آدمی جو قارون کے ساتھی ہوئے تھے، لوگوں سے کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو اس لیے دھنسایا ہے تاکہ قارون کے مکان اور اس کے خزانوں پر خود قبضہ کرلیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ قارون کا مکان اور خزانہ بھی زمین میں دھنس جائے۔ چنانچہ قارون کا مکان جو سونے کا تھا اور اس کا سارا خزانہ بھی زمین میں دھنس گیا۔

(صاوی ج ۴ صفحہ ۱۷۷)

قارون کا خزانہ:

اس کو قرآن کی زبانی سنیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قارون کو اتنے خزانے دیئے

تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں ایک مضبوط اور طاقتور جماعت بہ مشکل اٹھا سکتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

ان قارون كان من قوم موسىٰ فبغى عليهم واتينه من الكنوز مآ ان مفاتحه لتنوء بالعصبه اولى القوة

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زورآور جماعت پر بھاری تھیں۔ (القصص، آیت ۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو جو نصیحت فرمائی وہ یہ ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے۔ اسی خیر خواہی والی نصیحت کو سن کر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ غور کیجیے کہ کتنی مخلصانہ اور کس قدر پیاری نصیحت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ساری قوم قارون کو سناتی رہی کہ:

اذ قال له قومه لا تفرح ان الله لايحب الفرحين وابتغ فيمآ اتك الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا واحسن كمآ احسن الله اليك ولا تبغ الفساد فى الارض

اس کی قوم نے کہا، اترا نہیں بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ۔ (قصص، آیت ۸)

قارون نے اپنے مال کے گھمنڈ میں اس مخلصانہ نصیحت کو ٹھکرا دیا اور خوب بن سنور کر تکبر اور غرور سے اتراتا ہوا قوم کے سامنے آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدگوئی اور ایذا رسانی کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنیے اور خدا کی اس قاہرانہ گرفت پر خوف الٰہی سے تھرتھراتے رہیے۔ اللہ اکبر۔

فخسفنا به وبداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت

نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ (الخ)

درس ہدایت:

یہ عبرتناک واقعہ ہمیں یہ درس ہدایت دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا فرمائے تو اس فرض کو لازم جانے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ہرگز ہرگز اپنے مال و دولت پر غرور اور گھمنڈ کر کے نہ اترائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دولت دیتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے پل بھر میں دولت چھین لیتا ہے۔ ہر وقت اس کا دھیان رکھتے ہوئے تواضع اور انکساری کی عادت رکھے اور ہرگز ہرگز کبھی انبیاء اور اولیاء و صالحین کی ایذا رسانی و بدگوئی نہ کرے کہ ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی دعا اور بددعا سے وہ ہو جایا کرتا ہے جس کا لوگ تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (از مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ)

موضوع نمبر ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

ہاتھ پتھر کے ساتھ چمٹ جانا:

محدث ابو نعیم علیہ الرحمۃ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ معتمر بن سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ بنی مخزوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر اٹھائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے۔ اس نے پتھر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا کہ سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کچل دے۔

فیسبت یدہ علی الحجر فلم یستطع ارسال الفھر من یدہ

''تو اس کا ہاتھ پتھر کے ساتھ چمٹ گیا۔ بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ جدا نہ ہو سکا۔''

تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے اس کو کہا کہ ''تم بزدل ہو کہ واپس آ گئے ہو؟'' تو اس نے کہا ''میں بزدل نہیں، دیکھو میرا ہاتھ پتھر سے چمٹ گیا۔'' کوشش کرنے کے باوجود بھی علیحدہ نہیں ہوا۔

وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ واقعی اس کی انگلیاں پتھر کے ساتھ چمٹی ہوئی ہیں۔
(دلائل النبوۃ لابو نعیم)

ہاتھ گردنوں کے ساتھ چمٹ گئے:

سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام شریف میں بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور قریش کے کچھ لوگ ان سے جلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن وہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے کے لیے آئے تو فوراً ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے چمٹ گئے اور آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی۔ تو وہ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے اللہ تعالیٰ اور رشتے داری کا واسطہ دیتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ ہماری یہ مصیبت دور کرائیں۔“

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تو ان کی مصیبت اور پریشانی دور ہوگئی۔

(دلائل النبوۃ، لابونعیم)

ریاض گوہر شاہی کا عبرتناک انجام

چہرے پر چھالے، نعش سے بدبو آ رہی تھی:

انجمن سرفروشان اسلام اور (نام نہاد) عالمی روحانی تنظیم کے سربراہ ریاض احمد گوہر شاہی کی تابوت میں بند نعش دیکھنے والوں اور تصاویر بنانے والے فوٹو گرافرز نے بتایا کہ یہ بڑا ہولناک اور عبرتناک منظر تھا۔ نعش کے چہرے پر بڑے بڑے چھالے بہہ رہے تھے۔ جن سے بدبو آ رہی تھی۔ چھڑکی جانے والی خوشبوئیں بھی اسے کم نہ کر سکیں۔

کراچی کے جریدے ”تکبیر“ کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ جب گوہر شاہی کی نعش آئی تو اس کے پیروکار سجدے میں گر گئے اور ایمبولینس کی گزرگاہ کی مٹی چومنے لگے۔ مریدوں نے قطار باندھ کر میت کا آخری دیدار کیا۔

رپورٹ میں بتایا گیا کہ گوہر شاہی ایک ڈیڑھ عشرہ قبل معمولی نوعیت کا مزدور تھا۔ جس نے پھر روحانیت کا لبادہ اوڑھ لیا اور پھر اربوں کی املاک بنالیں۔ اس پر اس وقت توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، توہین قرآن اور شعائر اسلام کے مقدمات چل رہے تھے۔ میرپور خاص کی خصوصی عدالت نے اسے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر الزامات ثابت ہونے پر تین بار عمر قید اور جرمانے کی سزا بھی سنائی تھی مگر وہ اس سے قبل ہی خفیہ طور پر لندن فرار ہوگیا۔

اس کے خلاف آمنہ قتل کیس، عبدالمجید خاص خیلی قتل اور دیگر مقدمات کی تحقیقات کرنے والے افسر نے بتایا کہ اس نے ملک سے باہر آپریشن کرا کے اپنی کمر کے اوپر کے حصے پر نسوں کا ابھار اس طرح بنوایا تھا جس سے لگتا تھا کہ (نعوذ باللہ) یہ کلمہ طیبہ ہے اور جیسے مہر لگائی گئی ہو۔ وہ

امام مہدی یا نبوت کا دعویٰ کرنے والا تھا، مگر یہ حسرت لیے ہی دنیا سے چل بسا۔

اس افسر کے بھانجے شبیر نے جو کمپیوٹر انجینئر ہے، اس کی روحانیت کو نیا رخ دیا۔ حجر اسود، سورج اور چاند پر گوہر شاہی کی تصاویر کے دعوے اسی کی کمپیوٹر مہارت کا نتیجہ تھے۔ رپورٹ کے مطابق ان کے خادم خاص انوار احمد نے گوہر شاہی کی موت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے مثل قرار دینے کی کفریہ جسارت کی۔ اسے (نعوذ باللہ) مالک الملک کا لقب دے کر اللہ کا شریک ٹھہرایا گیا اور موت کے بعد یہ عبرتناک منظر دیکھنے میں آیا۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، اسلام آباد، مورخہ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء)

پانچ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام:

محبوب خدا، فخر دوجہاں، سید المرسلین، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے طواف میں مصروف ہیں، سردار کائنات کی سردار ملائکہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے کافر لوگوں کے استہزاء اور تمسخر کی شکایت فرمائی۔ اتنے میں ولید سامنے سے گذرا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ ولید ہے۔“

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ولید کی شہ رگ کی طرف اشارہ کیا۔ محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ”جبرائیل، تو نے کیا کیا؟“

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ولید سے کفایت کیے گئے۔“ اتنے میں اسود بن مطلب وہاں سے گذرا، محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”یہ اسود بن مطلب ہے۔“

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ”یہ کیا کیا؟“

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ ”اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسود بن مطلب سے کفایت کیے گئے۔“ اس کے بعد اسود بن عبد یغوث کا وہاں سے گذر ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جبرائیل، یہ کیا کیا؟“

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ ’’آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کفایت کیے گئے۔‘‘ اس کے بعد حارث گذرا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

’’جبرائیل! یہ کیا کیا؟‘‘

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ ’’سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کفایت کیے گئے۔‘‘ اس کے بعد عاص بن وائل گذرا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیر کے تلووں کی طرف اشارہ کیا۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر عرض کی۔ ’’محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اس سے کفایت کیے گئے۔‘‘

چنانچہ ولید کا قصہ یوں ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو تیر بنا رہا تھا۔ اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پاؤں پڑ گیا، جس سے خفیف سا زخم ہو گیا۔ اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ خون جاری ہو گیا اور ولید اس زخم کو روتا پیٹتا مر گیا۔

اسود بن مطلب کا حال یوں ہوا کہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو زور زور سے بلانا شروع کر دیا کہ مجھے بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... میری آنکھوں میں کوئی شخص کانٹے چبھو رہا ہے۔ لڑکوں نے پریشان ہو کر کہا کہ ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ اسود بن مطلب بچاؤ بچاؤ کہتے کہتے اندھا ہو گیا۔

اسود بن یغوث پر یہ گذری کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا اس کے سر کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ تمام سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکل پڑیں اور اس اذیت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

حارث کا انجام تو بڑا عبرتناک ہوا کہ دفعتاً پیٹ میں ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آنے لگا۔ جس طرح مرزا دجال کے دونوں راستوں سے نجاست نکل رہی تھی۔ اسی حالت میں جہنم واصل ہوا۔ عاص بن وائل کا حشر یہ بنا کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا، راستے میں گدھے نے کود کر کہا جا کمبخت دفع ہو، مجھ پر کیوں چڑھ بیٹھا۔ گدھے نے اس کو نیچے پھینک دیا اور وہ کسی خاردار گھاس پر جا گرا۔ جس سے اس کے پاؤں میں ایک معمولی سا کانٹا چبھ گیا۔ مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور یونہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

مرزائیو! چشم کوری چھوڑ کر تعصب کا زہر تھوک کر بغور دیکھو، محبوب خدا صلی اللہ علیہ

وسلم سے گستاخیاں کرنے والوں کا انجام کتنا عبرتناک ہوا۔ ہم تحفظ ختم نبوت کے ادنیٰ سپاہی یہ عبرتناک داستان سنا کر عبرت پکڑنے کے اسباب مہیا کرتے ہیں۔ انہیں قصے کہانیاں مت سمجھو۔ یہ عبرت کے انجام کا منظر کسی کا تعصب، کسی کی کم عقلی، کسی کا جاہل پن، کسی کی شقی القلبی دور کر کے نور ریحان بخش دے تو ہم سمجھیں گے کہ قلم کے اشکوں کا نذرانہ درگاہ عالی میں قبولیت کا شرف پا چکا ہے۔

مگر تمہیں تمہارے تعصب نے بزرگوں کی تحریر کردہ کتابوں سے نفرت دے کر گستاخیاں کرنا سکھا دیا۔ یہ بہت برا ہے، تم اپنے ہی گرو گھنٹال بے ایمان کی تحریروں کو پڑھ کر منصف مزاجی سے غور کرو، کتنا تضاد ہے اس پر فریب بہروپیے کی بے ڈھنگی تحریروں میں۔ مگر میرا نظریہ یہ ہے کہ تعصب پسند انسان ہم سے تو کیا خود اپنی ذات سے بھی انصاف نہیں برت سکے۔ خداوند کریم پوری انسانیت کو کامل ہدایت دے۔ (آمین)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ٹالنے والے کا سیدھا ہاتھ بیکار ہو گیا:

مسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حالانکہ اس کے سیدھے ہاتھ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ یہ بات اس نے باکی اور بے ہودگی سے کہی تھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے اثر سے یہ حال ہوا کہ اس کا سیدھا ہاتھ بے کار ہو گیا۔ منہ تک اٹھانے سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔

مرتد کو قبر نکال باہر کر دیتی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عیسائی آدمی مسلمان ہوا اور اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ لی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت کرنے لگا۔ بعد میں مرتد ہو گیا اور کہنے لگا ’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو کسی بات کا پتہ ہی نہیں، جو کچھ میں لکھ دیتا ہوں، بس وہی کہہ دیتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے جب اسے موت دی تو عیسائیوں نے اسے دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ قبر نے اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے کہا۔ یہ محمد اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے۔ کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے، لہٰذا انہوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر پھینکی ہے۔

اگلے روز عیسائیوں نے نئی قبر کھود کر اسے پہلے کی نسبت زیادہ گہرا دفن کیا، لیکن جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ قبر نے پھر اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے پھر الزام لگایا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا کام ہے، چونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے، لہٰذا انہوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر پھینک دی۔ عیسائیوں نے پھر اس کی قبر بنائی اور اسے اتنا گہرا کھودا جتنا کھود سکتے تھے۔ اگلی صبح قبر نے پھر اسے نکال باہر پھینکا۔ تب عیسائیوں کو یقین ہو گیا کہ یہ مسلمانوں کا فعل نہیں اور انہوں نے اس کی لاش ایسے ہی چھوڑ دی۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات نبوۃ فی الاسلام)

ملحد کی سزا:

عبداللہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک میت کو غسل دینے گیا، جیسے ہی میں نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ایک بہت ہی کالے رنگ کا سانپ اس کے حلق کے اندر سے جھانک رہا ہے۔ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سانپ کو دیکھتے ہی میں نے اس سے کہا کہ اگرچہ تو خدا کی طرف سے مامور ہے، مگر ہم مسلمانوں کے یہاں غسل و کفن بھی ایک ضروری مسئلہ ہے، لہٰذا جب تک ہم لوگ اس کام سے فارغ نہ ہو جائیں تو یہاں سے ہٹ جا۔

یہ سنتے ہی سانپ فوراً اس کے حلق کے اندر سے باہر آ گیا اور قریب ہی کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ پھر جونہی میت کے غسل و کفن سے فراغت ہوئی وہ جہاں سے آیا تھا وہیں تیزی کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ اس زمانے میں لوگوں نے اس شخص پر ملحد اور زندیق ہونے کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ (کرامات الاولیاء)

ابولہب کا عبرتناک انجام:

ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا، اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا، یہ

عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا بھائی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و دولت اور اولاد سے نوازا تھا، یہ بڑا خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھا، سفید و سرخ رنگ والا بڑا قد آور شخص تھا، وجاہت کی وجہ سے اس کا چہرہ چمکتا تھا، اس لیے اسے "ابولہب" کہتے تھے۔

ابولہب کی دینی دشمنی:

ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچاؤں کی نسبت مختلف تھا، یہ شروع اسلام سے لے کر موت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف تھا۔ ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہ رضی اللہ عنہا اور کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے دونوں بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ ابولہب نے اپنے بیٹوں کو ڈرا دھمکا کر طلاق دلوا دی۔

ابولہب کے بیٹے کی ذلیل حرکت:

ابولہب کے بڑے بیٹے عتبہ نے نہایت ذلیل حرکت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق بھی دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی بھی کی۔ اس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دل برداشتہ ہوئے اور اس کے حق میں یوں بددعا کی:

اللھم سلط علیه کلبا من کلابک

"اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما۔"

پھر اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ یہ ملک شام کے سفر پر جا رہا تھا۔ شہر بصرہ کے قریب پہنچا، رات کو قافلہ وہیں پر قیام پذیر ہوا تو ایک بھیڑیئے نے اسے پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ (روح المعانی) تو گویا یہ بھیڑیا اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلط کر دیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس سے انتقام لیتا ہے۔ (مستدرک حاکم)

ابولہب کی ایذاء رسانی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی آیت مبارک "وانذر عشیرتک الاقربین" یعنی "اپنے قریبی رشتے داروں کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراؤ" نازل ہوئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کفار قریش کو کوہ صفاء کے دامن میں جمع کر کے اعلان فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے سے پہلے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں، اگر ایمان اور توحید اختیار نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

اس مجمع میں آپ کا حقیقی چچا ابولہب بھی موجود تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اپنے ہاتھ جھٹکے اور کہا۔ لھذا جمعتنا تبا لک۔ تیرے لیے ہلاکت ہو، کیا تو نے اس بات کے لیے ہمیں بلایا تھا، پھر گالیاں دیتا ہوا اور برا بھلا کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی۔ ابولہب کی اس ناشائستہ حرکت کے جواب میں پوری سورۃ لہب نازل فرمائی، اس میں ابولہب کی ذہنیت کی مذمت بیان کی گئی۔

سنگباری کا واقعہ:

روح المعانی اور بعض دیگر تفاسیر میں موجود ہے کہ طارق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالمجاز کی منڈی میں ایک شخص کو لوگوں کو تلقین کرتے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہا تھا:

قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا

''اے لوگو! لاالہ الا اللہ کہہ دو، فلاح پاؤ گے۔''

ان کے پیچھے ایک دراز قد آدمی، سفید چوغہ پہنے ہوئے ہاتھ میں پتھر لیے جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا، یہ جھوٹا کذاب ہے۔ العیاذ باللہ۔ روح المعانی میں ہے کہ ابولہب کے پتھر مارنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا جسم لہولہان ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ پاؤں تک زخمی ہو چکے تھے۔

ابولہب کا انجام بد:

قرآن نے تو پیشن گوئی فرما دی تھی کہ یہ بدبخت ابولہب جن ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارتا ہے، عنقریب تم دیکھ لو گے کہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور اس کے یہ دونوں ظالم ہاتھ بھی تباہ ہوں گے اور اس کا مال و دولت اور بیٹے بھی کچھ کام نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ابولہب کا انجام یہ ہوا کہ خود جنگ بدر میں شریک نہ ہوا بلکہ مکہ کے دستور کے مطابق اپنی جگہ عاص بن ہشام کو بھیج دیا اور خود مکہ میں رہ کر لڑائی کے نتیجے کا انتظار کرتا رہا۔ ابھی تک لوگ بدر

سے واپس نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو ذلت کی موت دی کہ اسے طاعون کی بیماری لاحق ہوئی، جسے مکہ والے عدسہ کہتے تھے، جسم پر ایک دانہ سا نکلتا۔ چونکہ یہ متعدی بیماری ہے، اس لیے بیماری شروع ہوتے ہی ابولہب کے بیٹوں نے اسے گھر سے الگ ایک جگہ ڈال دیا۔ رشتے داروں میں سے کوئی بھی اس کے قریب نہیں جاتا تھا۔ وہ اسی کربناک حالت میں پڑے پڑے مرگیا۔ مرنے کے بعد تین دن کوئی بھی اس کی لاش کے قریب نہ گیا۔ بالآخر حبشی غلاموں کو کرائے پر حاصل کیا گیا جو اس کی لاش کو لکڑی کے سہارے ایک گڑھے تک لے گئے، اس کے بعد گڑھے میں لڑھکا کر اوپر سے پتھر ڈال دیئے۔

(روح المعانی، معالم العرفان)

عبرت کا مقام:

یہ ہے انجام دین دشمنی کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا۔ انسان دنیا میں اپنی قوت بازو کے بل بوتے پر بہت کچھ کر گزرتا ہے، اور انجام سے بے خبر رہتا ہے۔ ابولہب کے پاس سرداری بھی تھی، اولاد اور مال کی بھی فراوانی تھی، جسمانی قوت اور حسن ظاہر بھی تھا، اگر کمی تھی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حد درجہ دشمنی۔ انجام کار کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا، ایسی ذلت کی موت مرا کہ جانوروں کی طرح اس کی لاش کو بھی کفن نصیب نہ ہوا، بلکہ وہ بلا گور و کفن گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائے اور عافیت اور عزت کی موت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ایک گستاخ پر بجلی گر پڑی:

ایک شخص جو کفار عرب کے سرداروں میں سے تھا، اس کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ان حضرات نے اس کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنا کر اسلام کی دعوت دی تو اس گستاخ نے ازراہ تمسخر کہا کہ ''اللہ کون ہے؟ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا؟''

اس کا یہ متکبرانہ اور گستاخانہ جواب سن کر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے رونگٹے کھڑے

ہوگئے اوران حضرات نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں واپس حاضر ہوکر سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے بڑھ کر کافر اور باری تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا تو ہم لوگوں نے دیکھا ہی نہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم لوگ دوبارہ اس کے پاس جاؤ۔''

چنانچہ یہ حضرات دوبارہ اس کے پاس پہنچے، تو اس خبیث نے پہلے سے بھی زیادہ گستاخانہ الفاظ زبان سے نکالے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کی گستاخیوں اور بدزبانیوں سے رنجیدہ ہوکر دربار نبوت میں واپس پلٹ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ان صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اس کے پاس بھیجا۔ جہاں یہ لوگ پہنچ کر اس کو دعوت اسلام دینے لگے تو وہ گستاخ ان حضرات سے جھگڑا کرتے ہوئے بدزبانی اور گالی گلوچ پر اتر آیا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صبر کرتے رہے۔ اسی دوران میں لوگوں نے دیکھا کہ ناگہاں ایک بدلی آئی اور اس بدلی میں اچانک گرج اور چمک پیدا ہوئی۔ پھر ایک دم نہایت ہی مہیب گرج کے ساتھ اس کافر پر بجلی گری، جس سے اس کی کھوپڑی اڑگئی اور وہ لمحہ بھر میں جل کر راکھ ہوگیا۔

یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) بارگاہ اقدس میں واپس آئے تو ان حضرات کو دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جس گستاخ کے یہاں گئے تھے وہ تو جل کر راکھ ہوگیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انتہائی حیرت وتعجب سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کیسے اور کس طرح اس کی خبر ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صاوی ج۲ صفحہ ۲۲۷)

ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشآء وھم یجادلون فی سبیل اللہ وھو شدید المحال (صاوی ج۲ صفحہ ۲۲۷)

اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرادیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں، حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔ (الرعد، آیت ۱۳)

درس ہدایت:

باری تعالیٰ کی شان میں اس طرح کی گستاخی کرنے والوں کو بارہا عذاب الٰہی نے اپنی

گرفت میں لے کر ہلاک کرڈالا، لہٰذا خبردار! اس مقدس جناب میں ہرگز ہرگز کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالنا چاہیے، جو شان الوہیت میں بے ادبی قرار پائے۔ آج کل بہت سے لوگ بیماریوں اور مصیبتوں کے وقت خداوند تعالیٰ کی شان میں ناشکری کے الفاظ بول کر خداوند قدوس کی بے ادبی کر بیٹھتے ہیں۔ جس سے ان کا ایمان بھی جاتا رہتا ہے اور دنیا وآخرت میں عذاب کے حقدار بھی بن جاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے پر عذاب الٰہی:

۶۶۵ ہجری میں بصرہ کے ایک گاؤں میں اللہ کا ایک بندہ مجمع عام میں مسواک کی فضیلت پر بیان کررہا تھا۔ مسواک وضو میں مسنون ہے۔ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ مسواک کان مبارک پر قلم کی طرح رکھتے تھے، جس وضو میں مسواک استعمال ہو، اس وضو والی نماز کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔ مسواک پل صراط پر سے جلدی گزرنے میں معاون ہے۔ پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے۔ شیطان کو ناراض کرتی ہے۔ سب سے بڑی خوبی موت کے وقت شہادتین کا یاد دلانا ہے، جس کی ہر مسلمان مومن دلی آرزو رکھتا ہے۔ ایسی ادائے محبوب ہے جو اپنے اندر بیش از بیش فوائد رکھتی ہے۔

لوگو! اس سے غافل نہ ہونا جبکہ ہمیں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی پرتاثیر عقیدت کا حکم ہے کہ آقائے دوجہاں کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرو، عقل میں آئے یا نہ آئے تمام سامعین خاموشی سے تقریر سن رہے تھے۔

مجمع سے ایک بدبخت ابواسلام نامی نے اٹھ کر سنت محبوبی کا مذاق اڑایا اور علی الاعلان اپنی گندی زبان سے بکواس کرتا رہا۔ بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا کہ میں مسواک کو اپنے مقعد (پاخانہ کی جگہ) میں استعمال کروں گا۔ (معاذ اللہ)

اس بے حیا نے بھری محفل میں مسواک کو اپنی پاخانے والی جگہ میں رکھ کر تھوڑی دیر بعد باہر نکال لیا۔ اس بے جا حرکت کرنے پر نو مہینے گزرے۔ اس دوران اس کے پیٹ اور پاخانے کی جگہ میں برابر تکلیف رہتی تھی۔ نویں مہینے اس کے پیٹ سے ایک جانور نکلا جو چوہے سے مشابہ تھا۔ اس کی شکل وصورت یہ تھی کہ چار پاؤں تھے، منہ مچھلی کی مانند، چار دانت باہر کو

نکلے ہوئے۔ ایک بالشت لمبی دم، پچھلا حصہ خرگوش کی مانند۔ نکلنے کے بعد جانور زور سے چیخا۔

اس ہوش ربا چیز کو ابو اسلام کی لڑکی نے بھی دیکھا۔ اس لڑکی نے ایک پتھر سے اس جانور کا منہ کچل ڈالا۔ ابو اسلام جانور کو جننے کے بعد دو دن زندہ رہا۔ تیسرے دن یہ کہتے ہوئے مرا کہ مجھے اس جانور نے قتل کر دیا ہے۔ اس حیرت انگیز جانور کو اس اطراف کے بہت سے لوگوں نے دیکھا۔ کتنوں نے اس جانور کو زندہ دیکھا اور بہت سوں نے مردہ دیکھا۔

سنت کی خلاف ورزی سے چہرہ سیاہ ہوگیا:

ایک عالم کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو مسلسل روزے رکھا کرتا تھا۔ مگر روزہ دیر سے کھولا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ دو سیاہ فام آدمی اس کے بازو اور کپڑے پکڑ کر اسے شعلے والے تنور میں اسے ڈالنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ وہ ان سے کہتا ہے ''مجھے اس میں کیوں ڈالتے ہو؟''

کہتے ہیں ''کیونکہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا کرتا تھا۔ آپ نے تو جلدی روزہ کھولنے کا حکم دیا تھا، مگر تو دیر کر کے کھولا کرتا تھا۔''

اس کا چہرہ آگ کے شعلوں سے سیاہ ہوگیا تھا اور چہرے پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک شخص خواب میں سخت بھوک یا پیاس یا درد محسوس کرتا ہے اور کوئی خواب ہی میں اسے پانی پلا دیتا یا کھانا کھلا دیتا ہے یا دوا دے دیتا ہے۔ پھر اس کی آنکھ کھلتی ہے تو بھوک، پیاس اور درد سب جاتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اکثر لوگوں کے عجائبات دیکھتے ہیں۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سانپ نے ڈس لیا:

روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابو جدعہ تھا، اہل قبا کی ایک عورت پر عاشق ہوگیا۔ مگر وہ اس کو حاصل کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ طرح طرح کے منصوبے بنانے لگا کہ کسی طرح اس عورت کو حاصل کیا جائے، آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور بازار گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک جیسے کپڑے خریدے اور ان کو پہن کر اہل قبا کی طرف چل پڑا۔

اس عورت کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس عورت کے لواحقین نے اس کے آنے کا

مدعا پوچھا تو کہنے لگا کہ ''مجھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اور یہ کپڑے ان کے میرے پاس بطور نشانی ہیں۔ انہوں نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ میں تمہارے پاس قیام کروں اور تم لوگ میری مہمانداری کرو۔''

مسلمانوں نے اس شخص کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی۔ مگر اسے دیکھا کہ وہ عورتوں کو گھور گھور کر دیکھتا ہے۔ اس کی یہ حرکت اہل قبا کو بہت ناگوار گزری۔ انہیں کچھ شک ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دو آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجے تاکہ صحیح صورتحال کا علم ہو سکے۔

جب وہ دونوں آدمی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے تو عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ابو جدعہ کو ہمارے گھر بھیجا ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کون ابو جدعہ؟''

انہوں نے بتایا کہ ''اس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو بڑے خشمناک ہوئے غصے سے آپ کی چشمان مبارک سرخ ہوگئیں۔ ارشاد فرمایا ''جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جدعہ گستاخ کے لیے فیصلہ فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ ''دو آدمی فوراً جائیں اور اسے قتل کر کے آگ میں پھینک دیں۔ اللہ کرے آپ لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا کام تمام ہوگیا ہو۔''

چنانچہ جب وہ لوگ اہل قبا کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابو جدعہ قضائے حاجت کے لیے باہر گیا تھا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا اور وہ وہیں مردہ پڑا تھا۔

موضوع نمبر۳

صحابہ رضی اللہ عنہ کے دور کے عذابات کے عبرتناک واقعات

یہودیوں پر عذاب:

❁......حضرت ابوایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے قریب کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ اچانک کچھ غیر مانوس آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ان آوازوں کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہودیوں کی آوازیں ہیں اور ان پر اس وقت سخت عذاب ہورہا ہے۔ (صحیحین)

❁......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر سے گذرے تو بلال رضی اللہ عنہ کو خطاب کرکے فرمایا۔ ''اے بلال رضی اللہ عنہ! کیا تم وہ چیز سنتے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ اس قبر کا مردہ عذاب میں مبتلا ہے۔'' جب اس قبر کے بارے میں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی کی قبر ہے۔ (امام احمد)

❁......حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کما یئس الکفار من اصحاب القبور (جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہوگئے) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ''کفار جب اپنی قبروں میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو عذاب اور ذلت و رسوائی تیار کر رکھی ہے، اس کو دیکھ لیں گے تو وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجائیں گے۔'' (ابن ابی شیبہ)

ابوجہل پر پیاس کا عذاب:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بدر کے مقام پر جارہا تھا۔ اچانک ایک شخص ایک گڑھے سے نکلا، جس کے گلے میں زنجیر تھی، اس نے مجھ سے کہا ''اے عبداللہ! مجھے پانی پلا۔''

اتنے میں اسی گڑھے سے ایک اور شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے کہا۔ ''اے عبداللہ اس کو پانی مت پلاؤ، کیونکہ یہ کافر ہے۔'' پھر اسے کوڑوں سے مارتے ہوئے اسی گڑھے میں دھکیل دیا۔ پھر جب میں مدینہ منورہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا تو سرکار نے فرمایا ''وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل تھا اور وہ کوڑوں والا عذاب اسے قیامت تک ہوتا رہے گا۔'' (شرح الصدور صفحہ ۶۷)

عذاب قبر کو دیکھ کر بال سفید ہوگئے:

ہشام رضی اللہ عنہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سوار مکہ او رمدینہ کے درمیان جارہا تھا، اچانک ایک قبر کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ایک آدمی قبر سے باہر نکلا، وہ آگ میں جل بھن رہا تھا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''اے شخص مجھ پر ذرا پانی چھڑک دے۔''

اتنے میں ایک دوسرا شخص اسی قبر سے نکل آیا اور اس نے چیخ کر کہا۔ ''اے اللہ کے نیک بندے، اس پر پانی نہ چھڑکنا۔''

یہ واقعہ دیکھ کر سوار بے ہوش ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کے تمام بال سفید ہوچکے تھے۔ جب اس واقعے کی خبر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ لوگ تنہا سفر نہ کیا کریں۔ (ابن ابی الدنیا)

ہر قبر میں سانپ کی موجودگی:

عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ذی الفصاح کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے کفن دفن کا بندوبست کیا۔ لحد جب بند کرنے لگے تو دیکھا کہ ایک عظیم الجثہ سیاہ سانپ قبر میں ہے، جس نے پوری لحد کو اپنے جثے سے بھر دیا ہے تو ہم نے ڈر کر دوسری قبر کھودی، تو وہاں بھی وہی سانپ موجود تھا۔ جب تیسری قبر کھودی تو وہاں بھی اس سانپ کو موجود پایا۔ آخر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''یہ میت معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں چوری کیا کرتا تھا۔ اس کے لیے محنت مت اٹھاؤ، تم ساری زمین میں جہاں بھی قبر کھودو گے، اس سانپ کو موجود پاؤ گے، لہٰذا

اسے ان میں سے کسی قبر میں دفن کردو۔"

بہر حال یہ اور اس قسم کے ہزاروں ثابت شدہ واقعات اس کے شاہد ہیں کہ برزخی مقامات کبھی کبھی عیاناً بھی لوگوں کو دکھا دیئے جاتے ہیں تا کہ دنیا ان سے عبرت کا سبق حاصل کرے۔ اس قسم کے کئی واقعات میں نے خود اپنے بزرگوں سے اس دور کے بھی سنے ہیں کہ عذاب قبر اور برزخی مقام لوگوں نے بچشم خود دیکھا۔

مردے کے تین جرموں پر عذاب قبر کا سانپ بول اٹھا:

عہد صدیقی میں ایک شخص فوت ہوا، جب لوگ اس کا جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے دیکھا اس کے کفن کے اندر کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ جب کفن کی گرہ کھولی تو دیکھا کہ ایک زہریلا سانپ ہے جو اسے ڈس رہا ہے، ڈنک مار رہا ہے۔ لوگوں نے اسے مارنا چاہا۔ سانپ نے کلمہ پڑھا اور کہا "اے لوگو! تم مجھے کیوں مارتے ہو، حالانکہ میں اپنے آپ نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیا ہوں اور اسے قیامت تک ڈستا رہوں گا۔"

لوگوں نے پوچھا "اے سانپ یہ بتا کہ اس کا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے اسے یہ عذاب دیا گیا؟"

سانپ نے بول کر کہا۔ "اس کے تین جرم تھے:

(۱)...... یہ اذان سن کر مسجد میں نہیں آیا کرتا تھا۔

(۲)...... مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تھا۔

(۳)...... علمائے کرام کی بات نہیں سنتا تھا۔" (درۃ الناصحین، صفحہ ۱۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط کا عذاب:

۱۸ ہجری، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بارش کا ایسا قحط پڑا کہ ہوا میں بجائے غبار اڑنے کے راکھ اڑتی نظر آتی تھی۔ اسی لیے اس سال کا نام الرمادہ ہو گیا۔ وحشی جانور بھوک پیاس سے عاجز ہو کر انسان کے پاس آجاتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ گھی دودھ اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک قحط رفع نہ ہو، اور عام مسلمان یہ چیزیں نہ کھانا شروع کر دیں۔

۶۴ھ میں بصرہ کے اندر شدید طاعون آیا کہ امیر بلدہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو اس کا جنازہ اٹھانے کے لیے چار آدمی ملے۔ ۹۶ھ میں طاعون جارف کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسی طاعون میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اسی لڑکے مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد سو (۱۰۰) سے کچھ زائد تھی۔ اس واقعے میں مرنے والوں کو قبرستان تک لے جانا اور قبر میں دفن کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس لیے جب سارے گھر والے مرجاتے تو سب کو ایک مکان میں بند کر کے اس کا دروازہ اینٹ گارے سے بند کر دیا جاتا تھا۔

۱۳۱ھ میں طاعون آیا تو پہلے دن میں ستر ہزار اور دوسرے دن اس سے کچھ زائد ہلاک ہوئے اور تیسرے دن سب ٹھنڈے ہو گئے۔ ۳۳۴ھ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ اپنے بچوں کو ذبح کر کے کھانے لگے اور مردار جانور کھائے جانے لگے اور چند روٹیوں کے بدلے بڑی بڑی جائیدادیں فروخت کر دی گئیں۔ معزالدولہ امیر وقت کے لیے بیس ہزار روپے میں ایک کُر گیہوں کے خریدے گئے۔ (ایک کُر ہمارے وزن سے تقریباً اسی من ہوتا ہے) جس کے حساب سے دو سو روپے کا ایک من اور پانچ روپے کا ایک سیر ہوتا ہے۔

۴۴۸ھ میں قحط اس قدر شدید برپا ہوا تھا کہ پانچ سیر غلہ سات گنی میں اور ایک انار ایک گنی میں ملتا تھا۔ ایک ککڑی ایک گنی میں فروخت ہوتی تھی اور مصر سے خبر پہنچی کہ تین چوروں نے ایک گھر میں نقب لگایا۔ صبح کے وقت تینوں مرے ہوئے پائے گئے تھے۔ ایک دروازے پر، دوسرا سیڑھی پر اور تیسرا کپڑوں کی بندھی ہوئی گٹھڑی پر۔

۴۶۲ھ میں اس قدر شدید قحط اور وبا پڑی کہ آدمی آدمی کو کھانے لگے اور بادام اور شکر روپیہ کی روپیہ میں آنے لگی۔ اس قحط میں وزیر ایک روز اپنے گھوڑے سے اترا تو تین آدمیوں نے دوڑ کر گھوڑے کو ذبح کیا اور کچا گوشت کھانے لگے۔ اس پر وزیر نے ان تینوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ صبح دیکھا تو ان تینوں کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔ گوشت کو دوسرے بھوکے کھا گئے۔

نعوذ باللہ من الافات والحوادث

زلزلے کا عذاب:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۲۰ھ میں زلزلہ آیا۔ پھر ۹۴ھ میں چالیس روز

تک زلزلہ جاری رہا اور بڑے بڑے مکانات گر گئے اور شہر انطاکیہ بالکل منہدم ہو گیا اور ۲۳۳ھ میں شہر غولہ زلزلے سے زیروزبر ہو گیا اور سارے شہر میں سوائے ایک آدمی کے کوئی نہ بچا۔ اس کے قریب قریب انطاکیہ میں زلزلہ آیا تو بیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور ۲۳۴ھ میں بغداد، کوفہ، بصرہ، واسط وعبدان میں ایک ایسی تیز ہوا چلی کہ جس نے کھیتیاں جلادیں۔ بازار بند ہو گئے۔ باون روز تک یہی ہوا چلتی رہی۔

۲۳۸ھ میں طاہر بن عبداللہ نے خلیفہ وقت امیر المومنین متوکل باللہ کے دربار میں ایک پتھر بھیجا جو طبرستان کے اطراف میں آسمان سے گرا تھا، جس کا وزن آٹھ سو چالیس درہم کے برابر تھا۔ اس کے گرنے کا دھماکہ بارہ میل تک سنا گیا اور پانچ ہاتھ زمین میں گھستا چلا گیا۔

۲۴۰ھ میں ایک ہوا بلادِ ترک سے نکلی جو "مرو" میں پہنچی تو ایک بڑی آبادی زکام میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئی اور بلادِ مغرب سے خطوط آئے کہ قسمروان کی بستیوں میں سے تیرہ بستیاں زمین میں دھنس گئی ہیں اور سوائے دو آدمیوں کے کوئی نہیں بچا اور یہ بچنے والے بھی بالکل سیاہ رنگ کے ہو گئے تھے۔ جب یہ شہر قسمروان میں آئے تو لوگوں نے ان کو نکالا کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو۔ حاکم بلدہ نے ان کے لیے شہر کے باہر مکان بنوایا۔

۲۴۱ھ میں واحقان میں زلزلہ آیا ۲۵ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور یمن میں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کی جگہ چلا گیا۔ حلب میں ایک جانور جو کہ کوے سے بڑا اور گدھ سے چھوٹا تھا، ایک درخت پر آ کر ٹھہرا اور چالیس مرتبہ یہ آواز دی۔ (اتقوا اللّٰہ اتقوا اللّٰہ، اتقوا اللّٰہ) یعنی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو...... چالیس آوازیں دے کر اڑ گیا۔ حاکم بلدہ کے پاس پانچ سو آدمیوں نے اس کی آواز سننے کی گواہی دی۔

۲۴۵ھ میں انطاکیہ میں زلزلہ آیا، جس میں ڈیڑھ ہزار مکانات منہدم ہو گئے اور اہل انطاکیہ گھروں، روشندانوں اور دریچوں سے نہایت خوفناک آوازیں سنتے تھے اور تینس میں نہایت خوفناک آوازیں سنی گئیں جو بہت عرصے تک باقی رہیں۔ جس سے بڑی مخلوق ہلاک ہو گئی۔ ۲۴۵ھ میں ایک بستی پر سیاہ وسفید پتھروں کی بارش ہوئی۔

۸۸ھ میں مقام ونبل میں زلزلہ آیا (ونبل موصل کے قریب ایک شہر ہے) صبح کو دیکھا گیا تو شہر کا اکثر حصہ خاک کا ڈھیر بن چکا تھا۔ گری ہوئی عمارتوں کے نیچے سے ایک لاکھ پچاس

آدمی مردہ نکالے گئے۔ ۲۱۹ھ میں حجاج کا ایک قافلہ راستہ گم کر کے کسی طرف جا نکلا، وہاں جنگل میں بہت سے آدمی پتھر کے بنے ہوئے دیکھے گئے اور ایک عورت پتھر کے تنور پر کھڑی دیکھی گئی اور تنور میں جو روٹی تھی وہ بھی پتھر ہو گئی تھی۔ استغفر اللہ۔

آج بھی وہی اللہ ہے اور اسی طرح مکمل صفات کا مالک ہے اور وہی نظام مگر متذکرہ بالا واقعات باعثِ عبرت ہیں بصیرت والوں کے لیے۔ ہر برائی پورے عروج پر ہے، نا معلوم کس وجہ سے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ڈھیل دے رہے ہیں، نہ ہم اقوام ماضی سے زیادہ قوی الجسم ہیں، نہ ذہین، نہ حسین وجمیل...... افسوس ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو خواہشات نفسانیہ وشہوانیہ کی آگ میں جھونک دیا ہے۔

موضوع نمبر۴

اللہ کے عذابات کے عبرتناک تاریخی واقعات

خوفناک چیخ کے ذریعے نافرمان قوم کی ہلاکت:

سورہ یٰسین میں ایک معذب بستی کا ذکر کیا گیا ہے جو چیخ سے ہلاک کی گئی تھی۔ یہ بستی کون سی تھی اور اس کی ہدایت کے لیے خداتعالیٰ نے کسے مبعوث فرمایا تھا؟ اس تعین کے لیے اصحاب سیر وتاریخ کے پاس کوئی مستند تفصیل موجود نہیں ہے۔

اس بستی کے ذکر سے قرآن کریم کا جو مقصد ہے یعنی انسانی ظلم وعدوان کے انجام بد سے عبرت وموعظت ......قرآن کے اجمالی بیان نے اس کو بخوبی واضح کر دیا ہے اور اس کے لیے کسی تاریخی تفصیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

قرآن کریم کا بیان ہے کہ ایک بستی کے رہنے والے جب کفر وشرک میں مبتلا ہوئے اور اس کی وجہ سے ان کے پورے نظام زندگی میں فساد رونما ہونے لگا تو خداتعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے تین پیغمبروں کو بھیجا۔ بستی والوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا اور ان کی مخالفت شروع کر دی۔

خداتعالیٰ نے ان کے کبر وغرور کو توڑنے کے لیے انہیں کسی حادثے میں مبتلا کر کے تنبیہ کی۔ سرکشوں نے بجائے توبہ واستغفار کرنے کے اسے پیغمبروں کی نحوست کہا اور انہیں قتل کرنے اور تکلیفیں پہنچانے کی دھمکی دی۔ اسی کشمکش میں بستی کے آخری کنارے سے ایک مردحق آگاہ آیا اور اس نے اپنی قوم کو سمجھایا، ڈرایا اور ایمان لانے کی ترغیب دی۔

وہ لوگ دعوت حق کی اس کامیابی پر کہ ایک شخص ایک نئی قوم کی اقلیت میں ہونے کے باوجود اتنی دلیری سے حق کی تائید کر رہا ہے چراغ پا ہوگئے اور مردمومن کو قتل کر دیا اس کی نعش کو روندا اور اس کی توہین کی۔ بس پھر کیا تھا۔ قہر الٰہی جوش میں آ گیا اور ایک ہولناک چیخ نے اس بستی والوں کی شمع زندگی کو بجھا کر رکھ دیا۔

وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السمآء وما کنا منزلین ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم خامدون (یٰسین)

''اور ہم نے اس کی موت کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر ہلاک کرنے کے لیے نہیں اتارا اور ہمیں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ بس ایک چیخ ان کے لیے کافی ہوئی اور وہ ہلاک ہو کر رہ گئے۔''

ابرہہ کے لشکر پر اللہ کا عذاب:

ابرہہ کا عظیم الشان لشکر جو ۴ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا، یہ جنگجو اور جی دار سپاہی ہاتھیوں پر سوار تھے۔ لشکر کعبہ کی طرف برابر بڑھ رہا تھا۔ طاقت کے نشے میں چور انجام سے بے پرواہ، مست ہاتھی کی طرح امن کے مرکز کو مٹانے، خدا کے گھر کو ڈھانے کے لیے لشکر بڑھ رہا تھا۔

اسے کیا پتہ تھا کہ موت اسے کھینچ رہی ہے۔ اسے اپنے پاس بلا رہی ہے تاکہ اس کی یہ زندگی، یہ بادشاہت، یہ شاہی ٹھاٹ باٹ، یہ دنیاوی شان وشوکت اس سے چھین لے جو اس نے چند ہی دنوں میں ہیرا پھیری کر کے حاصل کر لی تھی۔ یمن کے شاہ کو دھوکہ دے کر یہ یمن کا بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے، مغرور ہو گیا۔ خدا کی خدائی سے ٹکرانے نکل پڑا۔ اس کے مرکز کو ڈھانے چل پڑا۔

یہ عظیم الشان طاقت والی فوج کعبہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راستے میں آنے والی تمام قوتوں کو زیر کرتی ہوئی، مزاحمت کو ختم کرتی ہوئی کعبہ کی طرف رواں دواں تھی۔ جیسے جیسے کعبہ قریب آتا ہے ابرہہ کو اپنی منزل، اپنی فتح، اپنا مقصد کامیاب ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ خیالوں کی دنیا میں حسین منظر میں ڈوب جاتا ہے۔ جہاں میں اس کی جے جے کار ہو رہی تھی، چاروں طرف اس کی بہادری وشجاعت اور عرب دشمنی کا بول بالا تھا۔ لوگ اس کے آگے سرخم کر رہے تھے۔ کس کی مجال تھی جو اس کے آگے سر اٹھا کر چلتا۔ وہ گردن اکڑائے غرور میں چور چل رہا تھا۔ چاروں طرف لوگ مجبوراً اس کی اطاعت قبول کر رہے تھے۔

غرض انہی خیالوں کی دنیا میں وہ کعبہ کی طرف بڑھتا گیا۔ اب وہ بہت قریب پہنچ گیا۔ سردار مکہ سے بات چیت ہوئی۔ مگر یہ کیا؟ یہ کیسا سردار ہے؟ جو کعبہ کی فکر کرنے کے بجائے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ارے یہ اس کا کیا عقیدہ ہے۔ کتنا پختہ عقیدہ ہے جو کہتا ہے ''یہ اللہ کا گھر ہے، آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اگر اسے اپنے گھر کی حفاظت کرنی ہے تو خود حفاظت کرے گا۔''

وہ دل ہی دل میں ہنس دیا۔ اونہہ! ہم اسے ضرور منہدم کر دیں گے۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ہاتھی (محمود) بیٹھ گیا۔ اسے ہر طرح اٹھانے کی کوششیں بے کار ہو گئیں۔ ارے یہ دور سے کیا نظر آ رہا ہے۔ اوہ! پرندوں کا جھنڈ! چھوٹی چھوٹی چونچ والے پرندے جن کی بساط ہی کیا ہے؟

ابرہہ انہیں دیکھ کر نظر انداز کر گیا۔ جیسے ہی پرندے ان کے سروں پر پہنچے، ان کی باچھیں کھل گئیں۔ چھوٹی چھوٹی کنکریاں ان پر گر پڑیں جس پر گری وہ ہلاک ہو گیا۔ جسم گھلنا شروع ہوا۔ جلد گل گل کر گرنے لگی اور چالیس ہزار کا لشکر اپنے غرور سمیت فنا ہو گیا۔

ابرہہ کا لشکر ہر دور میں شرمناک شکست اور عبرتناک عذاب سے دوچار ہوتا رہا ہے مگر ہر ابرہہ کے بعد دوسرا ابرہہ پیدا ہوتا رہا اور اپنے عبرتناک انجام تک پہنچنے کے لیے اپنے پیشرو کے قدم بہ قدم چلا۔

ابرہہ کے لشکر کو مکہ کا راستہ بتانے والے پر عذاب الٰہی:

ابرہہ کا لشکر جب طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف نے محسوس کیا کہ اتنی بڑی طاقت کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کے معبودات کا مندر بھی نہ تباہ کر دے۔ چنانچہ ان کا سردار مسعود ایک وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور اس سے کہا ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں ہے جس کو آپ ڈھانے آئے ہیں وہ تو مکہ میں ہے۔ اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو بدرقہ فراہم کیے دیتے ہیں۔

ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب تین کوس رہ گیا تو المغمس نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال مر گیا اور عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال طعنے دیتے رہے کہ انہوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں سے تعاون کیا۔

مزید روایت یہ ہے کہ ابورغال کی قبر پر پتھر مارنا عرب میں معروف تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک انسان نے بیماری میں زوجہ کو طلاق دی تا کہ میراث سے محروم رہے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلاف شریعت تو نے یہ کام کیا ہے۔ طلاق سے رجوع کر ورنہ تیری قبر کو اسی طرح سنگسار کروں گا جیسے ابورغال کی قبر سنگسار کی جاتی ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ۴۳۳، پارہ ۳۰)

موضوع نمبر ۵

دین کا مذاق اڑانے والوں پر

اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

دین سے مذاق:

ڈاکٹر نور محمد صاحب کہتے ہیں کہ میری جاننے والی ایک بی بی دین پر اکثر مذاق کیا کرتی تھیں۔ جب کسی کو بیمار دیکھتیں تو الٹی سیدھی باتیں کہہ دیتیں۔ اتفاق سے اس بی بی کے بھائی بیمار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ والدہ بھی فوت ہو گئیں تو یہ بی بی بہت زیادہ اعتراضات پر اتر آئیں جس کی وجہ سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ یہ عادت جاری رہی بلکہ بڑھتی گئی۔

ایک دفعہ ان کی ترقی کا مسئلہ ہوا جس میں ان بی بی کو کامیابی نہ ہوئی تو مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔ یہ سب باتیں میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کمزور یقین سے ہوتی ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ جیسے میں چاہتا ہوں ویسے اللہ تعالیٰ کرے، مگر مشیت ایزدی پر راضی ہونا ہی اصلی بندگی ہے۔ اگر اللہ کی رضا سے بندہ راضی نہ ہو تو بعض اوقات بری موت نصیب ہوتی ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

مولانا ذکریا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دورہ حدیث میں میری ایک حدیث بھی کبھی نہیں چھوٹی، کاندھلہ قریب تھا مگر میں خود جانے کا نام تو کیا لیتا والدہ کے اصرار پر حضرت مجھے خود امر فرماتے تو سبق کے حرج کا عذر کر دیا کرتا تھا۔ عید کے موقع پر حضرت نے یہ وعدہ فرمایا کہ سبق میں تمہارا انتظار کیا جائے گا اور مجھے حکم دیا کہ تمہاری والدہ کا بار بار تقاضا ہے، جاؤ گھر ہو آؤ۔

لہٰذا میں کاندھلہ چلا گیا اور فوراً آ گیا۔ جو صاحب قرأت کیا کرتے تھے وہ ایک ولایتی طالب علم تھے۔ وہ ترمذی کا ایک باب چھوڑ کر دوسرے باب سے شروع کرنے لگے۔ ہر چند میں نے اور دیگر شرکائے سبق نے اصرار کیا کہ ایک باب چھوٹ گیا مگر وہ یہی کہتے کہ نہیں وہ ہو چکا۔

چند روز بعد دوسری مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ کاندھلہ ہو آؤ تو میری زبان سے نکلا کہ حضرت پہلی ہی مرتبہ کا قلق ہے کہ ایک باب چھوٹ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا کل اس کو پڑھائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن باب پڑھایا اور اتنی طویل تقریر فرمائی کہ حد نہیں۔ اس دن قرأت کرنے والا کچھ ایسا مدہوش تھا کہ سبق کم ہونے پر اس کو غصہ آیا اور جب تقریر تمام ہو چکی تو میری طرف مخاطب ہو کر کہا اور کوئی حدیث رہ گئی ہو تو وہ بھی پڑھ لو۔ میں اور حضرت اقدس دونوں چپ رہ گئے۔ حضرت نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر غصے کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو گیا۔

سنا ہے کہ یہ طالب علم کچھ ہی مدت بعد باؤلا ہو گیا اور عقل جاتی رہی۔

نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب اولیائہ (تذکرۃ الخلیل)

مولوی نے استہزاء کیا اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا:

ایک صاحب نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ بھٹو مرحوم کے دور میں الیکشن کی گرماگرمی تھی۔ بازار میں جلسہ ہو رہا تھا۔ میں ادھر سے گذرا تو ایک مولوی تقریر کر رہا تھا۔ چونکہ وہ اس وقت جمعیت علمائے اسلام پر برس رہا تھا۔ میں ذرا رک گیا۔ کہنے لگا۔ لوگو! تم نے ان دیوبندیوں کا ”گالڑوی کنڈ ورگا“ جھنڈا دیکھا ہے۔ (گلہری کی پیٹھ کی طرح) کہتے ہیں یہ پرچم نبوی ہے۔ مجھ کو اس کے استہزاء پر سخت کوفت ہوئی۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ایسی ہی شکل کا تھا۔ (کالی اور سفید دھاریوں والا) جب یہ الفاظ سنے تو میں بیزار ہو کر چل پڑا۔ کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ مولوی مجھے سرِ راہ مل گیا۔ میں نے دیکھا اس کا منہ ٹیڑھا ہو چکا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امریکی صحافی پر عذاب الٰہی:

خانہ کعبہ میں ایٹم بم گرانے کا مطالبہ کرنے والے امریکی صحافی رچ لاری پر فالج کا سخت حملہ ہوا ہے اور اس کی حالت خطرے میں بتائی جاتی ہے۔ اوہایو میڈیکل ہسپتال کے ڈاکٹروں نے رچ لاری کی اچانک بیماری کی اطلاع دیتے ہوئے کہا ہے کہ ”اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی اور اس کی مخدوش صحت کے باعث اسے انتہائی نگہداشت میں رکھا گیا ہے۔“

واضح رہے کہ امریکی صحافی نے چند روز پیشتر ”انٹرنیشنل ریویو“ نامی رسالے میں شائع ہونے والے اپنے مضمون میں تمام مسلمانوں کو نیویارک اور واشنگٹن پر ہونے والے حملوں کا ذمے دار قرار دیتے ہوئے ان کے مرکز ومحور کعبہ پر ایٹم بم چلانے کا مطالبہ کیا تھا۔

(روزنامہ نوائے وقت۔ روزنامہ انصاف ۱۳، اپریل)

نماز کی توہین سے خنزیر بن جانا:

ایک حکایت میں ہے کہ ایک آدمی نماز کی اہانت کی وجہ سے خنزیر کی شکل میں بدل گیا۔
امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ ملک منصور بن سلطان سے نقل کرتے ہیں کہ ۸۲۷ھ میں حلب کے گورنر نے والی مصر کو خط کے ذریعے اطلاع دی کہ یہاں حلب میں ایک عجیب واقعہ صادر ہوا ہے کہ جامع مسجد میں ایک امام نماز پڑھا رہا تھا، ایک شرارتی آدمی نے امام سے حالت نماز میں اس کے ساتھ مذاق اور استہزاء سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اپنی شرارت دیر تک کرتا رہا۔ لیکن امام نے اپنی نماز نہ توڑی۔ جس وقت امام نے سلام پھیرا، اس مذاق کرنے والے کا چہرہ خنزیر کی صورت میں بدل گیا۔ جس سے وہ جنگل کی طرف دوڑ گیا۔ اس واقعے کی گورنر حلب نے شاہی خط کے ذریعے والی مصر کو اطلاع دی۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۱۵۶)

مسلمانوں کو اس واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ نماز اور مسجد اور قرآن مجید اور دینی کتابوں کا بہت ادب کیا کریں اور تمام شعائر اسلامی کی پوری عزت کیا کریں۔ ائمہ کرام نے لکھا ہے کہ سنت کے مخالف اور سنت کے ساتھ مذاق کرنے والے کا چہرہ قبر میں کعبے سے پھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ادب کی توفیق دیں۔ (کذا فی شرح الصدور)

موت کے وقت کلمے کو گالی دینے کا قبر میں عذاب:

ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ دس سال پہلے کا ذکر ہے کہ میں قائداعظم میڈیکل کالج میں بطور پرنسپل کام کر رہا تھا۔ قریب کی بستی سے ایک ڈسپنسر اپنے ایک قریبی عزیز کے مرض کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے بتایا کہ اس کی بستی میں ایک حجام فوت ہو گیا ہے، جب اس پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو لوگوں نے اس کو ہلایا اور کہا کہ کلمہ پڑھ (حالانکہ یہ غلط طریقہ تھا) اس نے کلمہ نہ پڑھا۔

لوگوں نے پھر اسے ہلایا اور کلمہ پڑھنے کو کہا۔ موت کی سختی کی وجہ سے اس نے کلمے کو گالی دی تھوڑی دیر بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ جب دفن کرنے لگے تو دیکھا کہ قبر بچھوؤں سے بھری پڑی ہے۔ لوگوں نے قبر کو بند کر کے دوسری جگہ قبر کھودی تو جب میت کو قبر میں اتارنے لگے تو دیکھا کہ وہ قبر بھی بچھوؤں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں مردے کو قبر میں رکھ کر قبر کو بند کر دیا گیا۔ علمائے کرام سے سنا ہے کہ نزع کے عالم میں مرنے والے کو کلمہ پڑھنے کے لیے نہیں کہنا چاہیے، بلکہ اس کے قریب مناسب آواز میں کلمے کا ورد کرنا چاہیے۔

نماز سے مذاق پر برا انجام:

ڈاکٹر نور احمد صاحب کہتے ہیں کہ میرے ایک جاننے والے جب جوان تھے تو نماز کے پابند تھے، مگر بوڑھے ہوئے تو نماز ہی ترک کر دی۔ کئی دفعہ منت سماجت کی، مگر نماز سے مذاق کرتے، بلکہ مجھے کہتے کہ صبح کے وقت بچوں کو نماز کے لیے اٹھاتے ہو جو زیادتی ہے۔ نماز کے نام سے چڑ جاتے۔ ان پر فالج کا دورہ پڑا۔ آدھا جسم ختم ہوگیا۔ چلنا پھرنا بند ہوگیا۔ حتیٰ کہ پیشاب کے لیے دوسروں کے محتاج بن گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تحقیر اور اس کا انجام:

حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

”لید۔ ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں استنجا کے سلسلے میں ایک پابندی بھی ہے جو بظاہر بالکل معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر در حقیقت ہے بڑی پر حکمت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فراغت کے بعد متعلقہ حصہ جسم کی صفائی ہڈی اور گوبر سے ہرگز نہ کرنی چاہیے۔“

ایک حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میرے ایک بزرگ نے ایک واقعہ سنایا۔ ایک آزاد خیال نو تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان نے مجھ سے جب یہ بات سنی تو بڑی تحقیر سے اس پر ہنسی اڑائی۔ اتفاق سے اس کے بعد کسی موقعے پر اس نے بعد رفع حاجت صفائی کے لیے ہڈی استعمال کر لی۔ اس کے استعمال کرتے ہی پاخانے کے مقام پر اسے شدید سوزش شروع ہوگئی اور ورم ہوگیا۔

بات یہ تھی کہ اس ہڈی میں چھوٹی سرخ چیونٹیاں تھیں جو سخت زہریلی ہوتی ہیں اور جن پر اس کی نظر نہ پڑی۔ انہوں نے اسے کاٹ کھایا۔ جب اس کی تکلیف بڑھ گئی تو میرے پاس آیا۔ غلطی کا اعتراف کیا۔ اظہار ندامت کیا اور ساتھ ہی علاج دریافت کیا۔ میں نے کہا جس محسن ہستی پر تم نے تمسخر کیا تھا، اب اسی پر درود بھیجو اور توبہ کرو۔ چنانچہ اس کی تکلیف جاتی رہی۔

ہڈی اور گوبر میں کئی قسم کے کیڑے اور جراثیم ہوتے ہیں اور خود غلیظ ہوتے ہوئے غلاظت کیسے دور کر سکتے ہیں۔

غیروں کی مشابہت پر عذاب الٰہی:

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وعظ ”ذم النسیان“ میں فرماتے ہیں:

یہ حکایت میں نے مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی کہ مکہ شریف کے ایک تاجر شیخ دھان نے جو بڑے عالم بھی تھے، فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک عالم کا انتقال ہوگیا اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد کسی دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو اس کے وارثوں نے ان عالم صاحب کی قبر میں دفن کرنا چاہا۔ مکہ مکرمہ میں یہ دستور ہے کہ ایک قبر میں کئی کئی مردوں کو دفن کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ان عالم صاحب کی قبر کھودی گئی تو عجیب منظر دیکھا کہ ان کی لاش کے بجائے ایک حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے۔ صورت سے یہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی۔ سب کو بڑی حیرت ہوئی۔ اتفاق سے مجمعے میں فرانس سے حج کے لیے آنے والا ایک شخص بھی موجود تھا۔ اس نے جو لڑکی کی لاش دیکھی تو کہا کہ ”اس لڑکی کو تو میں پہچانتا ہوں۔ یہ فرانس کی رہنے والی ہے اور ایک عیسائی کی بیٹی ہے۔ مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور در پردہ مسلمان ہوگئی تھی۔ میں نے اس کو دینیات کے کئی رسالے بھی پڑھائے تھے۔“

لوگوں نے کہا کہ اس کی لاش کے یہاں منتقل ہو جانے کی وجہ تو سمجھ میں آگئی کہ مسلمان ہوگئی تھی اور اسلام کی ہر چیز کو پسند کرتی تھی۔ اب بات دریافت طلب یہ ہے کہ ان عالم صاحب کی لاش کہاں گئی؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ان کی لاش کسی وجہ سے لڑکی کی قبر میں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی ہو۔ ان لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ آپ حج سے واپس فرانس جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کے دیکھنا کہ کیا معاملہ ہے۔ ان عالم صاحب کا ایک صورت شناس اس شخص کے ساتھ

چلنے پر راضی ہوگیا۔

ان دونوں اشخاص نے فرانس جا کر لڑکی کے والدین سے سارا تذکرہ کیا، اس کے والدین یہ یقین کرنے پر تیار ہی نہ تھے کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی بیٹی مکہ مکرمہ کے کسی قبرستان میں چلی جائے۔ چنانچہ سب قبرستان گئے اور قبر کھودی گئی تو سب یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے کہ تابوت میں لڑکی کی لاش کی بجائے ان عالم صاحب کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

شیخ دہان نے فرمایا کہ فرانس سے ان لوگوں نے ہمیں اطلاع دی کہ اس عالم کی لاش یہاں لڑکی کی قبر میں موجود ہے۔ اب مکہ والوں کو فکر ہوئی کہ لڑکی کی لاش کا یہاں ہونا تو اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے۔ مگر اس عالم کا کافروں کے قبرستان میں منتقل ہونا کس بناء پر ہوا اور اس کے مردود ہونے کی کیا وجہ ہے؟

سب نے کہا، انسان کی اصلی حالت گھر والوں کو زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اس عالم کی بی بی سے پوچھنا چاہیے۔ چنانچہ یہ لوگ اس عالم کے گھر گئے اور پوچھا کہ "کیا تیرے شوہر میں کوئی بات اسلام کے خلاف تھی؟"

اس نے کہا کہ "کوئی ایسی بات نہیں تھی وہ تو نمازی پرہیزگار تھے۔"

لوگوں نے کہا "سوچ کر بتاؤ، کیونکہ ان کی لاش مکہ مکرمہ سے فرانس کے قبرستان میں منتقل ہوگئی ہے۔"

ان کی بیوی نے کہا کہ "ہاں ان کی ایک بات پر میں اکثر رنجیدہ ہوتی تھی، وہ یہ کہ جب وہ مجھ سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتے تو یوں کہتے تھے کہ نصاریٰ کے مذہب میں یہ بات اچھی ہے کہ ان کے یہاں غسل جنابت فرض نہیں۔"

لوگوں نے کہا کہ بس یہی بات ہے جس قوم کا طریقہ وہ پسند کرتے تھے۔ اللہ پاک نے انہی کے قبرستان میں ان کو پھینک دیا۔ میری مسلمان بہنوں اور ماؤں آپ نے دیکھا کہ یہ شخص ظاہر میں عالم، متقی اور پورا مسلمان تھا مگر ایک بات کفر کی موجود تھی کہ وہ کفار کے ایک طریقے کو قرآن کے بتائے ہوئے طریقے پر ترجیح دیتا تھا اور استحسان کفر کفر ہی ہوا کرتا ہے اور ایسا واقعہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں ہوا کرے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے عالم غیب کے واقعات دکھا دیتے ہیں۔ (مواعظ اشرفیہ)

ہندو تہوار کی نقل پر عذاب:

ہندو مذہب میں ایک ان کا تہوار "ہولی" کے نام سے مشہور ہے جس میں ہر شخص ایک دوسرے پر رنگ ڈال کر رنگین کرتا ہے۔ اگر انسان صحیح فطرت اور ذوق رکھتا ہے تو دوسرے مذہب کے تہواروں کی ہیئت، اس کے منانے کے طریقے اور اس کے ماننے والوں کے رد عمل سے ہی اس مذہب کے باطل اور صادق ہونے کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی اس ہولی کے تہوار میں بھی اتنا گھٹیا پن اور تہذیب سے گرے ہوئے اعمال ہوتے ہیں کہ ایک دانشمند اور اعلیٰ ذوق رکھنے والا اس سے نفرت کرے گا۔

اس تہوار کے روز ایک بزرگ جو اہل اللہ میں سے تھے، کسی راستے سے گزر رہے تھے۔ پان کی گلوری ان کے منہ میں تھی۔ چلتے چلتے انہوں نے بائیں طرف ایک گدھے پر پان کی پیک پھینکی جو گھاس چر رہا تھا۔ یہ بزرگ ہنس کر بولے۔ "تجھ پر کسی نے رنگ نہیں ڈالا، جا ہم نے تجھے رنگ دیا۔"

بعد مرنے کے ان بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟"

انہوں نے جواب دیا کہ "ہولی والے دن جو فعل مجھ سے سرزد ہوا تھا، اس کی سزا اب تک بھگت رہا ہوں۔"

میت کنکھجوروں کے محاصرے میں:

ایک تبلیغی دوست نے ہندوستان کا ایک قصہ سنایا کہ ایک علاقے میں ہماری جماعت گئی۔ وہاں ہم ایک مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنا کام کر رہے تھے کہ یکایک محلے کے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور آ کر کہا کہ "ذرا ہمارے گھر چلیے۔ ہم لوگ بہت پریشان ہیں۔ ہمارے گھر ایک میت ہوگئی ہے اور میت کے ساتھ عجیب معاملہ ہو رہا ہے۔"

چنانچہ ہم سب لوگ ان کے ساتھ چلے گئے۔ جب ان کے گھر پہنچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ایک عورت کی لاش کمرے میں رکھی ہے اور بہت بڑے بڑے کنکھجورے اس لاش کے چاروں طرف سر سے لے کر پاؤں تک دائیں بائیں منہ کھولے

کھڑے ہیں اور وہ اتنی خوفناک شکل کے تھے کہ ان کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ قریب جانے کی کسی کو ہمت نہ تھی، اور سارے گھر والے خوف کے مارے دوسرے کمرے میں جمع تھے۔ دہشت کی وجہ سے کوئی شخص اس کمرے میں نہیں جا رہا تھا۔

گھر والوں نے ہم سے کہا کہ ”آپ نیک لوگ ہیں، ہم آپ کو اس لیے بلا کر لائے ہیں کہ ہمارا تو خوف سے برا حال ہو رہا ہے۔ آخر اس میت کو اس کی جگہ پہنچانا ہے، کیسے اس کو غسل دیں؟ کس طرح اس کو یہاں سے اٹھائیں؟ یہ کنکھجورے چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہیں، ہمارا تو قریب جاتے ہوئے پتہ پانی ہو رہا ہے۔ آپ حضرات کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں اور دعا کریں تاکہ کم از کم اتنا موقع مل جائے کہ ہم اس کو اس کی قبر میں اتار دیں اور اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔“

یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی بہت خوف محسوس ہوا، لیکن ہم دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ اس کے کسی گناہ کا عذاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت کے لیے ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ہم سب ایک کونے میں بیٹھ کر اس کے لیے استغفار کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ یا اللہ، مہربانی فرمایئے اور اتنی دیر کے لیے اس عذاب کو ہٹا دیجئے کہ ہم اس کو غسل اور کفن دے کر اس کو اس کی قبر تک پہنچا دیں اور یہ فریضہ ادا کرلیں۔

اس کے بعد کافی دیر تک ہم پڑھتے رہے، استغفار کرتے رہے، روتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔ کافی دیر بعد دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے اچانک میت کا محاصرہ چھوڑ کر ایک کونے میں جمع ہوگئے۔ بس ہم نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت آگئی۔ اس نے اپنا فضل فرمایا۔ اب تم لوگ اس کو غسل اور کفن دے دو۔ چنانچہ غسل اور کفن کے بعد اس کی نماز جنازہ ہوئی اور اسے قبرستان لے گئے اور جا کر اس کو قبر میں اتار دیا۔ جس وقت قبر میں اتارا تو دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے ایک کونے میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

اذان کی بے حرمتی کا وبال:

اس کو دفنانے کے بعد دوبارہ اس کے گھر یہ پوچھنے کے لیے گئے کہ ”آخر اس کا ایسا کونسا عمل تھا، جس کی وجہ سے اس کو یہ عبرتناک عذاب ہوا اور خدا جانے اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

اس کی ماں نے بتایا کہ ”وہ نیک صالح تو نہیں تھی، بے نمازی تھی، لیکن ایک بات جو مجھے یاد ہے شاید اس کی وجہ سے اس پر عذاب ہوا ہو وہ یہ کہ وہ ٹی وی کی بڑی شوقین تھی۔ ایک دن وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی اور اس وقت اس پروگرام میں ایک رقاصہ ایک خاص گانا گائے جا رہی تھی، اور وہ گانا اس لڑکی کو بہت پسند تھا، اسی دوران اذان شروع ہوگئی۔ میں نے اس سے کہا کہ بیٹی، اذان ہو رہی ہے، اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے، اس گانے کی آواز بند کردو۔ اس نے کہا اماں! اذان تو روزانہ ہوتی رہتی ہے، لیکن یہ پروگرام اور یہ گانا پھر کہاں آئے گا۔“

ہم نے سن کر کہا ”بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتے ہی فوراً یہ عذاب جو شروع ہوا ہے یہ اسی گناہ کا وبال اور عذاب ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ کی اذان کے مقابلے میں گانے کو ترجیح دی، جس کی وجہ سے یہ عذاب ہوا۔ استغفر اللہ۔

عبرت کے مناظر:

بھارت میں لاتور کے زلزلے اور سورت کے طاعون نے بابری مسجد شہید کرنے والے ظالم نگل لیے اور ترکی میں زلزلے نے سیکولرازم کا منہ کالا کر دیا۔

عہد جدید کی ستم شعار عبرتناک داستان:

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض کو نوع انسان کا مسکن اور ذریعہ معاش بنایا، مگر بدنہاد اور ظلم کے خوگر لوگ یہاں دوسرے انسانوں اور اپنے ہی بھائیوں پر ظلم و ستم ڈھاتے اور ہر حد سے گذر جاتے ہیں۔ ایسے ظالموں کو آخرت میں دردناک عذاب تو ملے گا ہی، مگر قدرت اکثر اس دنیا میں بھی ان کو نمونہ عبرت بنا دیتی ہے۔ عہد حاضر کے چند عبرتناک مناظر ملاحظہ کیجیے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ”کاروان زندگی“ حصہ ششم میں لکھتے ہیں:

”سورت مہاراشٹر کا ایک قدیم شہر اور تجارتی مرکز ہے۔ کسی زمانے میں یہاں حال کے بمبئی کی طرح مسافرین حرم اور قاصدین حج کے بحری سفر کی بندرگاہ بھی تھی۔ ستمبر ۱۹۹۴ء میں یہاں مہیب طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی جس کی تفصیلی اطلاعات روزانہ (بمبئی میں) ملتی تھیں۔ سورت فرقہ وارانہ فساد اور آزادی بلکہ مسلم دشمنی اور شرمناک دست درازیوں اور تعدیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔

بابری مسجد کی شہادت میں بھی اس کا لاتور کی طرح بڑا حصہ رہا ہے۔“

یاد رہے کہ بھارت کے جنونی اور متعصب ہندوؤں نے دھاوا بول کر ۶ ستمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا کی تاریخی بابری مسجد شہید کر دی تھی۔ اس وحشیانہ کارروائی میں صوبہ مہاراشٹر کے قصبے لاتور اور سورت کے ہندو پیش پیش رہے تھے۔ سانحہ بابری مسجد کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کو ایک خوفناک زلزلے نے مہاراشٹر کا خاصا علاقہ زیر و زبر کر دیا۔ اس زلزلے میں تیس ہزار افراد مارے گئے۔ سب سے زیادہ تباہی لاتور میں ہوئی اور بابری مسجد کی شہادت میں حصہ لینے والے ہزاروں ہندو غنڈے لقمہ اجل بن گئے۔

پھر ایک سال بعد سورت میں طاعون کی مہلک وبا پھیل گئی اور ان ظالموں کی آبادیاں خاص طور پر اس کی زد میں آئیں جنہوں نے بابری مسجد شہید کروائی تھی یا اس شیطانی فعل میں حصہ لیا تھا۔ ان ہی دنوں سورت کی ایک صاحب علم شخصیت مولوی مجیب اللہ (جامعہ حسینیہ راندیر) نے سید ابوالحسن علی ندوی کے نام خط میں لکھا:

”طاعونی شکل میں بیماریاں ان ہی علاقوں میں ہیں اور ان ہی لوگوں کا صفایا ہو رہا ہے جنہوں نے بابری مسجد کو شہید کروایا یا سورت کے فساد میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور بہیمانہ سلوک کر کے ماؤں، بہنوں کو بے پردہ کیا اور ان کی بے عزتی کی۔ لاکھوں آدمی سورت شہر چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ شہر میں عجیب سماں ہے، جو زندگی میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ علاقے کے علاقے سنسان اور وحشت ناک بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان الحمدللہ محفوظ ہیں۔“

مولانا ابوالحسن علی ندوی مزید لکھتے ہیں:

”سورت میں غیر مسلم پانچ ہزار سے زائد مرے ہیں اور سات آٹھ لاکھ آدمی سورت چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ کام دھندا بالکل ٹھپ ہو گیا ہے۔ دو ایک مسجدیں (ہندو فسادیوں کے ہاتھوں سے) ویران ہو گئی تھیں، اب اس جگہ کے غیر مسلم آ کر ہاتھ جوڑتے ہیں کہ آ کر مسجد میں اذان و نماز قائم کرو۔ بتایا جاتا ہے کہ طاعون سے متاثرہ علاقوں سے لوگوں کے ٹولے کے ٹولے قبرستان میں آ کر قبروں کے پاس کھڑے ہو کر معافی مانگتے ہیں اور راندیر میں علماء کے پاس قرآن مجید کی آیتوں کا تعویذ لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔“

سورت کے اس طاعون کی خبروں اور ان کی عالمگیر اشاعت کے باعث بھارت اور دوسرے ممالک کے درمیان ہوائی پروازوں پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ علاقے میں اس طاعون کی بڑی شہرت اور دہشت پھیلی۔ یہ عبرت کا منظر تھا۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور کتنی نشانیاں زمین و آسمان میں ہیں جن کے پاس سے لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔“

موضوع نمبر ۶

اولیاء سے بغض رکھنے والوں پر

اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ظالم کے ظلم کا عذاب:

مدینہ منورہ میں یزید کی بیعت کی طرف دعوت دینے کے لیے مسلم بن عقبہ مرّی آیا اور لوگوں سے کہا کہ ''تمام لوگ صحیح اور غلط ہر حکم میں یزید کے غلام ہیں۔''

اس کی اس بات کو سن کر ایک قریشی لونڈی کے بیٹے نے کہا کہ ''یزید کی نہیں، بلکہ اطاعت تو اللہ کی ہوگی۔''

ابن زیاد نے اس قریشی کو قتل کروادیا۔ اس شہید کی ماں نے قسم کھائی کہ ''مسلم بن عقبہ پر اگر مجھے قدرت حاصل ہوگی، خواہ اس کی زندگی میں یا موت کے بعد، بہرحال میں اس کو آگ میں جلاؤں گی۔''

مسلم جب مدینہ سے باہر نکلا تو شدید بیمار پڑ گیا۔ یہاں تک کہ راستے ہی میں مرگیا اور دفن کردیا گیا۔ مسلم کے مرنے کی خبر جب اس شہید کی ماں کو پہنچی تو کئی آدمیوں کے ہمراہ قبر تک گئی اور مسلم کی قبر کھودی گئی تا کہ وہ عورت اپنی قسم پوری کرنے کے لیے اس کی لاش کو قبر سے نکال کر جلادے۔ قبر کھود کر لوگوں نے دیکھا تو یہ وحشت ناک منظر نظر آیا کہ ایک بڑا سانپ اس ظالم کی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور اس کی ناک کی نوک کاٹ رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ وہاں سے چلے گئے۔ (ابن عساکر)

قتل کی سزا:

سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت مرزا جان جاناں کی شہادت بادشاہ دہلی کے ایک رافضی المذہب وزیر کی ایماء پر ہوئی تھی۔ قاتل نے آپ کو طمنچے سے سینے پر گولی مار کر

شہید کیا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد خود بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں، تھوڑی دیر کے بعد جنگل کی ایک جانب سے کچھ گرد سی اٹھتی دکھائی دی۔ گرد چھٹی تو یہ دکھائی دیا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار آرہے ہیں اور مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اس کی رکاب تھامے ہوئے ہیں۔

پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سوار حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ بادشاہ کہتا ہے کہ خواب ہی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میرے قریب آکر مرزا صاحب سے پوچھا۔ ''تمہارا قاتل کون ہے؟''

مرزا صاحب نے وزیر کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی وزیر کو اپنے تیر کا شکار کرلیا۔

یہ خواب دیکھتے ہی بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے فوراً وزیر کی طلبی کا حکم دیا۔ سپاہی وزیر کے محل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وزیر صاحب کے جگر میں درد اٹھا ہے اور وہ باہر تک نکل کے نہیں آسکتے۔ صبح ہوتے ہوتے وزیر صاحب اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

(زبدور قائق از مولانا عبدالمومن فاروقی)

غیب سے آگ کا نزول اور کوتوال کی تباہی:

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی، شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کے ابتدائی زمانے میں آپ کے قریب ہی ایک بہت بڑی چوری ہوئی۔ کوتوال نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ پڑوسیوں کو پکڑ کر لے آویں۔

ان لوگوں نے آپ کو کہا کہ کوتوال بلا رہا ہے۔ آپ اسی وقت مکان سے باہر آئے اور کوتوال کے آدمیوں کے ساتھ پیدل ہولیے۔

کوتوال نے جونہی آپ کو دیکھا تو لرزنے لگا اور فوراً آپ کو رخصت کردیا۔ اسی دن کوتوال کی جنگ شہر والوں سے ہوئی اور غیب سے ایک آگ کا شعلہ نمودار ہوا اور وہاں کے بارودی اسلحے میں لگا اور آگ اس طرح بھڑکی کہ کوتوال بمعہ اہل وعیال جل کر خاک ہوگیا۔ ایسا جلا کہ نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

اللہ والے پر زیادتی کا انجام:

دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ پیش آنے والا بڑا عبرت آموز واقعہ سنایا کرتے تھے۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ایک جماعت کا خیال تھا کہ ہندوستان کو تقسیم ہونا چاہیے اور دوسرا گروہ اس تقسیم کے عمل کا مخالف تھا۔

حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ ان علماء میں سے تھے جو کانگریس کے حامی تھے اور تقسیم کے خلاف تھے،اور ان کی یہ رائے نیک نیتی پر مبنی تھی۔ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کے تقسیم ہونے سے مسلمانوں کی قوت بھی تقسیم ہو جائے گی۔ کچھ پاکستان میں چلے جائیں گے اور کچھ ہندوستان میں رہ جائیں گے۔ جبکہ اگر وہ متحد رہیں اور احیائے اسلام کی کوششوں میں لگے رہیں تو وہ دوبارہ ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں۔جیسا کہ وہ اس سے پہلے ایک ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کرتے رہے ہیں۔

دوسرا ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو لوگ تحریک پاکستان کی قیادت کر رہے ہیں ان کی زندگیاں اسلام سے خالی ہیں۔ جب وہ اپنے چھ فٹ کے جسم پر اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو وہ ہزاروں مربع میل پر مشتمل ملک پر کیسے اسلام نافذ کریں گے؟

یہ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی رائے تھی، یہ رائے غلط تھی یا صحیح تھی، مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تو آپ کو وہ عبرت آموز واقعہ سنانے لگا ہوں جو میرے موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

مفتی جمیل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی رحمتہ اللہ مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے اسٹیشن پر اترے، وہاں کچھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جنہیں حضرت سے سیاسی اختلاف تھا۔انہوں نے حضرت پر سنگباری شروع کر دی۔مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاروی رحمتہ اللہ ساتھ تھے۔انہوں نے اپنے شیخ کو آڑ میں لے لیا اور خود اپنے آپ کو پتھروں کے سامنے کر دیا۔

حضرت سیوہاروی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”پتھر مجھ پر برس رہے تھے، ایک پتھر نازک مقام پر بھی لگا۔سخت تکلیف ہو رہی تھی مگر میں تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک بدن میں جان موجود ہے، حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔“

اس سنگباری کے سلسلے کا ایک واقعہ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ملا اور بے اختیار رونے لگا۔ میں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ”میں مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہوں اور جن لوگوں نے حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ پر سنگباری کی تھی ان میں، میں بھی تھا۔ لیکن میں نے صرف سنگباری پر اکتفا نہ کیا بلکہ جوش میں آ کر ننگا ہو کر حضرت شیخ الاسلام کے سامنے ناچنے لگا تھا۔ کچھ عرصے بعد جب ہندوستان تقسیم ہوا اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو سکھوں نے میرے ساتھ یہ طریقہ اختیار کیا کہ مجھے ایک ستون سے باندھ دیا اور میری بہو بیٹیوں کو مجبور کیا کہ وہ برہنہ ہو کر میرے سامنے اور مجمعے کے سامنے ناچیں۔“

اس نے کہا کہ ”اپنی بہو بیٹیوں کی بے حرمتی اور بے آبروئی دیکھ کر میرے ضمیر نے کہا کہ آج کا یہ برہنہ ناچ اس ناچ کا نتیجہ ہے جو تم نے ایک اللہ والے کی اہانت کی غرض سے کیا تھا۔“ وہ شخص تو اس زیادتی کو، اس ظلم کو، اس برہنہ ناچ کو بھول چکا ہو گا مگر وہ اللہ تو نہیں بھولتا، جس کے بندوں پر ظلم اور زیادتی کی جاتی ہے۔

لاش نہیں ملی:

اسی طرح کا واقعہ مرحوم شورش کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہفت روزہ چٹان میں بھی لکھا تھا کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے جالندھر کے اسٹیشن پر اپنے لیڈر شمس الحق کی قیادت میں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی توہین کی، انہیں گالیاں دیں، اور برا بھلا کہا۔

شمس الحق نے لیڈری کے زعم میں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی بلکہ شاید چہرے پر طمانچہ بھی مارا۔حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ صبر کی تصویر بنے رہے، آہ تک نہ کی۔ ان نوجوانوں نے واپس جا کر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے جگری دوست مولانا عظامی کو اپنا یہ

کارنامہ سنایا تو وہ کانپ اٹھے، جسم پر لرزہ سا طاری ہوگیا، کپکپاتی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا۔ ''اگر یہ واقعہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی، اسے زمین جگہ نہیں دے گی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ نوجوان لائل پور (جیسے اب فیصل آباد کہا جاتا ہے) میں قتل وغارت کا شکار ہوگیا۔ آج تک اس کی نعش کا پتہ بھی نہیں چلا، نہ کفن ملا نہ قبر نصیب ہوئی۔ خود لیگ والے بھی کچھ نہ بتا سکے، جتنے منہ اتنی باتیں۔ کسی نے کہا اسے اینٹوں کے بھٹے میں زندہ جلا دیا گیا، کسی نے کہا کہ لاش کے ٹکڑے کرکے دریا میں بہا دیے گئے، کسی نے کہا قیمہ کرکے جانوروں کو کھلا دیا گیا۔ پولیس نے انعام بھی مقرر کیا، اعلانات بھی کیے، مگر اس کی نعش کا پتہ نہ چل سکا۔

اندر کی آگ:

ظالم کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے یعنی اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ قتل ہوجاتا ہے، وہ درندگی کا شکار ہوجاتا ہے، اس کی آبرو لٹ جاتی ہے، اس کا گھر تباہ ہوجاتا ہے، وہ دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، اس کی نعش بے گوروکفن پڑی رہتی ہے، اسے جنازہ نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اذیت ناک امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے، اسے جیل جانا پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ باہر کا معاملہ ہے۔ یہ خارجی سزائیں ہیں، مگر ایک سزا وہ ہے جو باطنی اور مخفی سزا ہوتی ہے، جو باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ ظالم انسان اندر ہی اندر آگ میں جلنے لگتا ہے۔ جب بیماری اور بڑھاپے میں اسے اپنے مظالم یاد آتے ہیں تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے، بھوک ختم ہوجاتی ہے، سکون چھن جاتا ہے، وہ نفسیاتی مریض بن کر رہ جاتا ہے، بظاہر وہ ٹھیک ٹھاک نظر آتا ہے، لیکن اندر سے وہ کھوکھلا ہوچکا ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کا انجام:

آپ حجاج بن یوسف کے نام اور شخصیت سے یقیناً ناواقف نہیں ہوں گے۔ اس شخص کو عبدالملک نے مکہ، مدینہ، طائف اور یمن کا نائب مقرر کیا تھا اور بعد میں اپنے والی مصر کی موت کے بعد اسے عراق بھیج دیا جہاں سے وہ کوفہ میں داخل ہوا، ان مقامات میں کئی سال تک حجاج کا عمل دخل قائم رہا۔ اس نے کوفہ میں بیٹھ کر زبردست فتوحات حاصل کیں۔ اس کے دور میں

اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند کے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا۔ حتیٰ کہ مسلمان مجاہدین چین تک پہنچ گئے تھے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے قرآن کریم پر اعراب لگوائے، اللہ نے اسے بڑی فصاحت و بلاغت اور شجاعت سے نوازا تھا۔ یہ حافظ قرآن تھا۔ شراب نوشی اور بدکاری سے بچتا تھا، وہ جہاد کا دھنی اور فتوحات کا حریص تھا۔

مگر اس کی ساری خوبیوں پر اس کی ایک برائی نے پردہ ڈال دیا اور وہ برائی ہے بھی ایسی کہ تمام خوبیوں پر چھا جاتی ہے اور تمام اچھے اوصاف کو ڈھانپ دیتی ہے اور وہ برائی کیا تھی؟ ظلم!

حجاج ان تمام خوبیوں کے باوجود بہت بڑا ظالم تھا، اس نے اپنی زندگی میں خونخوار درندے کا روپ اختیار کرلیا تھا۔ ایک طرف اس کے دور کے نامور مجاہدین قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود اللہ کے بندوں، اولیاء اور علماء کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں ہشام بن حسان سے نقل کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے، اس کے جیل خانوں میں ایک ایک دن میں اسی اسی ہزار قیدی بیک وقت رہے ہیں، جن میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔ اس نے جو آخری قتل کیا ہے وہ عظیم تابعی اور زاہد و پارسا انسان حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قتل تھا۔

انہیں قتل کرانے کے بعد حجاج پر وحشت سوار ہوگئی، وہ نفسیاتی مریض بن گیا تھا، جب وہ سوتا تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس کا دامن پکڑ کر کہتے تھے کہ ''اے دشمن خدا! آخر تو نے مجھے کیوں قتل کیا؟ میرا جرم کیا تھا؟''

جواب میں حجاج کہتا تھا ''مجھے اور سعید کو کیا ہوگیا ہے، مجھے اور سعید کو کیا ہوگیا ہے۔'' یہ وہ اندر کی آگ تھی جو جب بھڑک اٹھتی ہے تو امن وسکون سب کچھ راکھ کردیتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حجاج کو وہ بیماری لگ گئی جسے زمہریری کہا جاتا ہے۔ سخت سردی کلیجے سے اٹھ کر سارے جسم پر چھا جاتی تھی اور وہ کانپتا جاتا تھا، آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں، اس قدر قریب رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جل جاتی مگر اسے احساس نہیں ہوتا تھا۔

حکیموں کو بلایا تو انہوں نے بتایا کہ پیٹ میں سرطان ہے۔ ایک طبیب نے گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھ کر حجاج کے حلق میں اتار دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دھاگے کو

کھینچا تو اس گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ بہت سارے کیڑے لپٹے ہوئے تھے۔

حجاج جب مادی تدبیروں سے مایوس ہوگیا تو اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ وہ آئے اور حجاج کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے:

قد نہیتک ان تتعرض للصالحین

میں نے تجھے منع کیا تھا کہ نیک بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا، انہیں تنگ نہ کرنا، ان پر ظلم نہ کرنا، مگر تو باز نہ آیا۔

آج حجاج باعث عبرت بنا ہوا تھا۔ وہ اندر سے بھی جل رہا تھا اور باہر سے بھی جل رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور صرف چالیس دن بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ مگر حضرت سعید اور حجاج کی موت میں بڑا فرق تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی، وہ ایسی شان سے دنیا سے رخصت ہوئے کہ بعد میں آنے والے مجاہدین کے لیے ایک سنگ میل قائم کر گئے۔ وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کا دل مطمئن اور چہرے پر تبسم تھا۔ لیکن حجاج جب دنیا سے جا رہا تھا تو اندر کی آگ میں جل رہا تھا۔ چہرے پر ندامت کی ظلمت تھی، اسے اس کا ایک ایک ظلم یاد آ رہا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تمام صلحاء اور علماء افسردہ تھے، لیکن حجاج کی موت پر اللہ کے نیک بندوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج کی موت کی خبر سنی تو وہ خوشی سے رو پڑے۔ مرنے کے بعد اس ڈر سے اس کی قبر کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے تاکہ لوگ اس کی لاش کو باہر نکال کر جلا نہ ڈالیں۔

اللہ اکبر! یہ اندیشے اس شخص کی قبر کے بارے میں ہو رہے تھے جس کے سامنے اس کی زندگی میں لوگ کھڑے ہوتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے ڈر سے دیوانے ہو جایا کرتے تھے۔

سید، عالم دین کا گستاخ عبرتناک عذاب میں مبتلا ہوگیا:

آج بھی ایک صاحب حیات ہیں، یہ صاحب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی فحش

گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا۔ قدرت نے ان سے انتقام لیا اور ان کے چہرے پر اس طرح آبلے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی طرح سیاہ ہوگیا۔ آج بھی یہ صاحب طبیب ہونے کے باوجود اپنے سیاہ چہرے کو درس عبرت بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنی کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔

استاد کے گستاخ کا قہر الٰہی میں مبتلا ہونا:

مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دار العلوم میں طلباء اور علماء کا جلسہ ہوا، ایک طالب علم نے جوش میں آ کر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ہی اس کو ڈانٹا اور منع کیا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نے اس سے فرمایا "تو علم سے محروم ہوگیا۔"

مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ اس طالب علم کو میں نے دہلی میں دیکھا کہ سر پر دیوانوں کی طرح خاک اڑاتا پھرتا ہے۔

عالم دین کا گستاخ خدائی گرفت میں:

مولانا عبدالرشید مونگیری کا بیان ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھاگل پور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاجی ایوب صاحب چلمل کے توسط سے ایک نابینا آیا اور یوں عرض کرنے لگا کہ حضرت! جب آپ لیگ کے دور میں بھاگل پور تشریف لائے تھے تو میں ہی وہ شخص تھا جس نے آپ کو کالی جھنڈی دکھائی تھی اور گالیوں کے ساتھ پتھر پھینکے تھے۔

ہوا یہ کہ واپسی کے وقت میں ابھی راستے ہی میں تھا کہ میری دونوں آنکھیں بصارت سے محروم ہوگئیں۔ توبہ کی غرض سے مسجد میں گیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی شخص وہاں سے دھکے دے کر نکال رہا ہے۔ حضرت میری دنیا تو برباد ہوگئی۔ اب آخرت کے لیے دعا کر دیجئے اور میں نے جو قصور کیا ہے اسے معاف کر دیجئے۔

اس شخص کا انداز بیان ایسا تھا کہ حاضرین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ بہر حال حضرت

(مدنی) رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بڑی شفقت ومحبت سے اپنے پاس بٹھایا اور تمام حاضرین کے ساتھ اس کے حق میں دعا فرمائی۔ نیز اس کو معاف کر دیا۔

بزرگ کو تکلیف دینے والا سلطنت سے ہمیشہ کیلیے محروم ہو گیا:

شاہ جہاں کو معلوم ہوا کہ شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ بزرگ آدمی ہیں۔ شاہ جہاں اس قسم کے باکمال لوگوں کو اپنے یہاں رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ شاہ جہاں نے ان کی تحقیق کے لیے دو آدمی (سعد اللہ خان اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) کو بھیجا۔ جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو شیخ آدم مصروف تھے، ان کو آتے ہوئے دیکھنے کے باوجود یہ اپنی مصروفیت چھوڑ کر ان کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تو اس پر سعد اللہ خان نے کہا کہ "میں تو دنیا کا کتا ہوں، اگر آپ نے میری تعظیم نہیں کی تو کوئی اشکال نہیں لیکن یہ (مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) جو میرے ساتھ ہیں، یہ تو عالم دین ہیں، ان کی تو تعظیم کرنا ضروری ہے۔"

اس پر شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

العلماء امناء الدین اذا خالطوا السلاطین فھم اللصوص

علماء دین کے امین ہیں، جب یہ سلاطین دنیا کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگیں تو پھر یہ چور (امانت میں خیانت کرنے والے) ہیں۔

اس کے بعد سعد اللہ خان نے ان سے پوچھا کہ "آپ سید ہیں؟"

تو فرمایا کہ "جی ہاں۔ البتہ میری والدہ افغان قوم میں سے ہیں۔ اس لیے افغانوں سے میرے تعلقات ہیں۔"

یہ بھی پوچھا کہ "آپ سے کرامت صادر ہوتی ہے؟"

تو فرمایا کہ "ہاں، کبھی کرامت بھی صادر ہوتی ہے۔"

وہاں سے واپس آ کر سعد اللہ خان نے شاہ جہاں کو رپورٹ پیش کی کہ ایک پٹھان ہے جو سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کرامات کا بھی مدعی ہے۔ اس کے تعلقات پٹھانوں سے بہت ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی سلطنت کو اندیشہ ہے۔ مناسب ہے کہ ان کو حج کے بہانے حدود حکومت سے باہر نکال دیا جائے۔

چنانچہ شاہ جہاں نے حکم نامہ بھیجا کہ آپ حج کی تیاری کریں۔ اس زمانے میں حج کے

لیے جہاز سورت کی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فوراً حج کے ارادے سے سورت پہنچے۔ وہاں کا حاکم آپ کا مرید تھا۔ اس نے بہت روکنا چاہا، لیکن شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میرے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ مجھے جلد یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔"

ان کے روانہ ہونے کے بعد شاہ جہاں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "شیخ آدم کا تمہاری حدود سلطنت سے نکل جانا تمہاری سلطنت کے زوال کا سبب ہے۔"

شاہ جہاں نے بیدار ہو کر فوراً حکم نامہ بھیجا کہ ان کو سورت میں روک لیا جائے۔ لیکن وہ جا چکے تھے۔ چنانچہ شاہ جہاں اس کے چالیسویں دن گرفتار کر لیا گیا۔

(ملفوظات فقیہ الامت۔ عبرت انگیز واقعات)

باب نمبر ۷

دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے واقعات

ناپ تول میں کمی کرنے کی سزا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام مالک بن دینار کسی شخص کی خبر گیری کے لیے گئے۔ دیکھا کہ قریب المرگ ہے۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کو کہا۔ مگر اس نے نہ پڑھا۔ ہر چند کہ وہ کلمہ شریف پڑھنے کی کوشش کرتا مگر اس کی زبان سے ماسوائے دس گیارہ کے لفظ کے اور کوئی لفظ نہ نکلتا اور آپ سے کہنے لگے۔ ”حضور! جب میں کلمہ پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو آگ کا ایک پہاڑ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھتا ہے۔“

آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ”یہ کیا کام کرتا تھا؟“

تو معلوم ہوا کہ ”یہ ناپ تول میں کمی کرتا تھا اور دھوکے سے مال لیا دیا کرتا تھا۔“

مال حرام سے عذاب قبر تک:

انسان جب مال حرام استعمال کرتا ہے تو اس کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ علامہ کمال الدین امیری رحمتہ اللہ ”حیاۃ الحیوان“ میں ایک واقعہ باب الالف الافعی کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ چند مختلف علاقوں کے آدمی سفر حج کے لیے نکلے۔

حج سے فارغ ہو کر جب وہ لوگ واپس آئے تو مکہ مکرمہ سے تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ ساتھیوں نے قبر وغیرہ تیار کی، جب نماز جنازہ ادا کر کے اس کو دفن کرنے کے خیال سے قبر کے پاس لے گئے تو قبر میں ایک سانپ کو غضبناک پھنکار مارتا ہوا پایا تو اس قبر میں اس کو دفن نہیں کیا بلکہ آگے چل کر دوسری قبر دو فرلانگ کے فاصلے پر تیار کی اور

ساتھی کو اٹھا کر اس قبر کے پاس لائے تو اس میں بھی سانپ موجود تھا۔

ان لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ سانپوں کی سرزمین ہے۔ اس لیے دفن کرنے کا مشورہ و فتویٰ حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

لو حصرتم له الارض كلها وجدتم كذالك

”اس مردے کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس لیے اگر تم پورے روئے زمین کو کھود ڈالو تو اس عذاب قبر کو ہر جگہ پاؤ گے، تم لوگ جاؤ اور اسی طرح دفن کر دو۔“

فتویٰ پانے کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھی کو سانپ کی موجودگی میں اوپر سے ڈال دیا تو ان لوگوں نے یہ عبرتناک منظر دیکھا کہ سانپ نے سب سے پہلے حملہ اس کی زبان پر کیا اور اس کی زبان کو کاٹنے لگا۔ ان لوگوں نے جلدی سے قبر کا منہ بند کیا۔ جب سب لوگ اپنے گھر پہنچے اور دو تین حاجی صاحبان متوفی حاجی صاحب کے گاؤں گئے اور ان کی عورت سے پوچھا کہ ”تمہارے میاں کیسے تھے؟ ان کے کیا اعمال تھے؟“

عورت نے کہا کہ ”میرے میاں نمازی تھے، روزہ دار تھے اور زکوٰۃ کے پابند تھے۔ حج کے لیے تو تمہارے ساتھ گئے تھے۔ ان کے سب کام اچھے تھے۔“

حاجی صاحبان نے قبر کے عذاب اور سانپ کا واقعہ سنایا کہ ”اس نے زبان پر پہلا حملہ کیا، آخر وہ کیا کرتے تھے؟“

تو عورت نے بیان کیا کہ ”میرے میاں کی ایک بات یاد آتی ہے، وہ یہ کہ جب وہ مہاجن سے سو بورہ گیہوں کا بھاؤ طے کر کے آتے تو سو بورہ گیہوں میں سے دس بورہ گیہوں اپنے لیے رکھ لیتے اور اس کی جگہ دس بورہ جو خرید کر نوے بورہ گیہوں میں ملا کر مہاجن کو دے آتے۔“

چونکہ یہ ایک طرح کا اکل حرام تھا، فروخت شدہ گیہوں کا نہ دینا اور اس کی جگہ جو دینا اور دس بورہ گیہوں سے خود فائدہ اٹھانا حرام تھا، اس لیے اکل حرام پر سزا ہوئی۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا مشاہدہ کبھی کبھی دنیا میں ہی کرا دیا جاتا ہے تا کہ لوگ عبرت پذیر ہوں۔

موضوع نمبر ۸

سودخوروں پر اللہ کے عذابات کے دردناک واقعات

سودی کاروبار:

عبداللہ بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر قرآن خوانی کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن فجر کے بعد اندھیرے ہی میں قبرستان پہنچ گیا۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا اور وہ شب قدر تھی۔ میں اپنے والد مرحوم کی قبر کے قریب بیٹھ کر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ وہاں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

میں نے اچانک سنا کہ کوئی نہایت دلدوز اور ہیبت ناک آواز میں کراہ رہا ہے۔ یہ آواز جس نے مجھے گھبرا دیا تھا، میرے قریب ہی ایک پختہ اور سفید قبر سے آ رہی تھی۔ میں نے قرآن خوانی تو بند کر دی اور اس آواز کی طرف کان لگا دیے، میں نے محسوس کر لیا کہ یہ آواز اسی قبر میں ہونے والے عذاب کی ہے اور مردہ اس وقت عذاب میں مبتلا ہے اور وہی اس دردناک انداز سے آہ وزاری کر رہا ہے۔ یہ آواز ایسی ہے کہ جس سے آدمی کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور انسان گھبرا جائے۔

تھوڑی دیر تک میں اس آواز کو سنتا رہا، لیکن پو پھٹنے لگی تو اس آواز کا آنا بھی بند ہو گیا۔ اس کے بعد ایک شخص ادھر سے گزرا تو میں نے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں کی ہے۔ میں بھی اس کو جانتا تھا اور بچپن میں دیکھا بھی تھا۔ اس کے اکثر اوقات مسجد میں گزرتے تھے، تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرتا تھا اور وہ انتہائی خاموش اور سنجیدہ انسان تھا۔ چونکہ میں اس کی نیکیوں اور خوبیوں سے واقف تھا اس لیے یہ صورتحال میرے اوپر بہت شاق گزری۔ میں نے واپس آ کر اس کے دوستوں اور واقف کاروں سے اس کے احوال دریافت کیے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص سودی کاروبار کیا کرتا تھا۔

(از مولانا عبدالمومن فاروقی)

سودخور کے کفن میں سانپ:

کچھ عرصے قبل ایک واقعہ اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ بلوچستان کے ایک قصبے میں مردے کو لحد میں اتارتے ہوئے اس وقت لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا جب مردے سے لپٹے ہوئے بڑے سانپ نے کفن سے اپنا سر باہر نکالا۔ عینی شاہدوں کے مطابق ہلاک ہونے والا شخص سودی کاروبار کرتا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (بحوالہ روزنامہ دن، لاہور)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”میں نے معراج کی رات (دوزخ میں) دیکھا، کچھ لوگ وہ ہیں جن کے پیٹ ایسے ہیں جیسے بڑے بڑے کمرے ہیں اور ان کے پیٹوں میں سانپ ہیں جو کہ باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا: جبرئیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سود خور ہیں۔“
العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسلمانو! غور کرو اور دیکھو کہ سود خور دنیا و آخرت میں کتنے بڑے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ حلال کماؤ اور حلال کھاؤ اور بال بچوں کو بھی رزق حلال کھلاؤ۔

ایک سودخور کی قبر کشائی:

ڈاکٹر بلوچ صاحب کی زبانی حالات لکھ رہا ہوں۔ بوسن روڈ ملتان کے ایک قبرستان میں بورڈ کے ذریعے قبر کشائی کا حکم ملا۔ یہ ایک ایسے آدمی کی نعش تھی جو اپنی زندگی کے بیس سال سعودی عرب میں رہا۔ الحاج تھا، حافظ قرآن تھا۔ سعودی عرب سے پاکستان واپس آ کر سودی کاروبار شروع کر دیا۔ اچانک مر گیا۔

اس کی پہلی بیوی کے بچوں نے مجسٹریٹ کو درخواست دی کہ ہمارے ابو کو زہر دے کر مارا گیا ہے۔ دفن ہونے کے ایک سال بعد قبر کشائی کا حکم ملا۔ میں بورڈ کا ممبر تھا۔ سول جج کی موجودگی میں قبر کھولی گئی، نہ کوئی بو نہ کوئی کیڑا تھا۔ جب کفن نعش سے ہٹایا گیا تو صرف ہڈیوں اور سیاہ راکھ کے کچھ باقی نہ تھا۔ البتہ مختلف رنگ کے بچھو ہڈیوں کو چمٹے ہوئے تھے۔

ان بچھوؤں کو ہڈیوں سے ہٹانا ناممکن تھا۔ کیونکہ ان کے ڈنگ ہڈیوں کے اندر تھے۔ ان

کو زیادہ چھیڑنے سے خطرہ تھا۔ اس لیے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ حالات دیکھ کر احساس ہوا کہ جو شخص سود کا کاروبار کرے گا مرنے کے بعد اس پر ایسی آگ مسلط کردی جائے گی جو اس کو جلا کر راکھ کردے گی۔ اس کی نعش پر کفن ویسے ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ اس آگ کا اثر صرف مرنے والے کے جسم پر رہا۔

ایک غائبانہ آواز، سود خور کی قربانی نہیں ہوسکتی، عبرتناک واقعہ:

سود خور کی قربانی ناجائز، گائے رسہ تڑوا کر بھاگ نکلی۔ ذبح کرنے کی بار بار کوششوں کے باوجود گائے کی گردن پر چھری نہ چل سکی۔

کالج روڈ ڈسکہ کے مشہور زمانہ تاجر نے عید قربان کے موقعے پر قربانی کی خاطر پچاس ہزار روپے مالیت کی قیمتی گائے خریدی اور قربانی کی خاطر جب ذبح کرنے کے لیے قصائی نے گائے کی چاروں ٹانگیں کھلے میدان میں باندھ کر ذبح کرنے کی نیت کی تو گائے رسہ تڑوا کر فوراً بھاگ نکلی جسے علاقے کے لوگوں نے دوبارہ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے باندھا اور قصائی نے جونہی گائے کی گردن پر چھری چلائی تو قدرے زور لگانے کے باوجود نہ چل سکی۔ حتیٰ کہ گائے کی گردن سے رتی بھر خون بھی نہ نکلا اور ایک غائبانہ آواز آئی کہ سود حرام ہے اور ناجائز سود کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

اس آواز کا سننا تھا کہ قصائی اور اس کے ساتھی اور دیگر قریب کھڑے لوگ دم دبا کر بھاگ نکلے اور گائے بھی موقعے سے غائب ہوگئی۔ اس واقعے کو سن کر لوگوں نے توبہ کی اور سود خور عمران شریف نے اعلانیہ اپنے گناہوں کا سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں اعتراف کیا اور اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اس منظر کو دیکھنے والے کئی لوگ بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔

اس دوران عمران شریف نے کالج روڈ پر لوگوں کے سامنے آہ و بکا کی، ناک کی لکیریں نکالیں اور کہا کہ ''اے خدا مجھے بخش دے۔ بے شک تو بڑا رحیم ہے۔'' اسی دوران ڈسکہ کے سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں وہی گائے دوبارہ اچانک بھاگتی ہوئی ان کے سامنے آگئی، جس کو دیکھ کر لوگ ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوگئے اور سمجھ لیا کہ خداوند کریم نے اس کی توبہ قبول کرلی۔

دوبارہ قصائی بلوایا گیا اور قربانی کی گئی، جس کا سارا گوشت عمران شریف نے غریبوں

میں تقسیم کردیا۔ اس واقعے کی خبر دور دراز تک لوگوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

(روزنامہ انصاف لاہور، روزنامہ خبریں لاہور، ۱۵ فروری ۲۰۰۳ء)

سود خور تاجر کا عبرتناک واقعہ:

اسی طرح کا ایک اور واقعہ جو حیدرآباد ''ٹنڈو آدم'' کے ایک کپڑے کے تاجر کے ساتھ ہوا، اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا، امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی، مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا۔ تین مرتبہ مردہ اٹھ کر بیٹھا۔

امام صاحب نے مرحوم کے رشتے داروں سے پوچھا ''کیا مرنے والا سود خور تھا؟'' انہوں نے اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا۔ اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی۔ اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔

موضوع نمبر۹

بے نمازیوں پر عذابات الٰہی کے عبرتناک واقعات

عشاء کی نماز چھوڑنے والوں پر عذاب:

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''میں نے دیکھا کچھ لوگ ہیں، جن کے سر پتھر سے کوٹے جا رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے تھے اور نمازوں کو قضا کر کے پڑھتے تھے۔'' (شرح الصدور، صفحہ۷۰)

ایک عورت پر نماز میں سستی پر عذاب قبر:

منقول ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوگیا۔ اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہ آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھود کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو آگ کے انگاروں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ ''یہ کیا بات ہے؟''

ماں نے بتایا کہ ''وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔'' (زواجر)

نماز جمعہ کے ترک پر عتاب:

امام ابن کثیر نے امام اوزاعی کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی تھا جو جمعہ کے روز شکار کو نکل جاتا تھا اور نماز جمعہ کا انتظار نہیں کرتا تھا، پس وہ اپنے خچر سمیت زمین میں دھنس گیا اور خچر کے صرف دو کان باہر رہے۔ (البدایہ والنھایہ، عربی ۱۰/۱۱۹۔ اردو ۵۶۲)

وضو کا پانی زر و جواہر سے سرخ ہوگیا:

مولوی ولی اللہ سے میں نے یہ واقعہ سنا کہ پٹن گجرات میں ایک شخص تھا محمد واسع، وہ

صالح اور خلیق انسان تھا۔ پارچہ بافی اس کا پیشہ تھا اور اس سے اپنی گذر اوقات کرتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب آواز اذان کان میں آتی تو فوراً کام چھوڑ دیتا اور مسجد کی طرف چلا جاتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے کام میں مشغول تھا اور صرف ایک تار نلی میں باقی رہ گئی اور اذان کان میں آئی۔ اس نے سوچا کہ ایک تار کو معطل نہ چھوڑوں۔ چنانچہ اس کو نمٹا کر پھر کھڑا ہوا۔ جب مسجد میں آیا اور وضو کے لیے پانی حاصل کرنے کے لیے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول بجائے پانی کے زر سرخ سے بھرا ہوا نکلا۔ اس نے سمجھا کہ یہ میرے اوپر عتاب ہوا ہے۔ یعنی میں نے طلب دنیا میں نماز کی طرف آنے میں تاخیر کر دی، اس لیے مجھے دنیا دی جا رہی ہے۔ فوراً استغفار کیا اور درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ''اے اللہ! مجھے یہی بافندگی بہت ہے۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ آئندہ نماز میں تاخیر نہیں کروں گا۔'' اس کے بعد ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حسب معمول پانی سے بھرا ہوا برآمد ہوا۔ (سفرنامہ حجاز، حاجی رفیع الدین: ۱۷)

موضوع نمبر ۱۰

ڈاکوؤں اور چوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ڈاکو کی لاش پر سانپوں کا قبضہ:

حال ہی میں موضع درخواست جمال، ڈیرہ غازی خان میں پولیس نے ایک نامی گرامی ڈاکو کو مارا۔ مرنے کے بعد جب پولیس مردہ ڈاکو کی لاش کو اٹھانے کے لیے گئی تو ڈاکو کی لاش کو سانپوں نے گھیرا ہوا تھا اور وہ اس کو کھا رہے تھے۔ نظارہ بہت دہشت ناک تھا، سب نے دیکھ کر توبہ کی۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ (از ڈاکٹر نور احمد نور)

چور کا اندھا ہو جانا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھیں۔ کمزوری کی وجہ سے دوران نماز نیند آ گئی۔ اتنے میں ایک چور نے آ کر آپ کی چادر اٹھائی اور چل دیا۔ جب چادر چوری کر کے دروازے تک پہنچا تو دروازہ نظر نہ آیا۔ چور نے چادر جہاں سے اٹھائی وہاں ہی رکھ دی تو دروازہ نظر آ گیا۔ اسی طرح چند مرتبہ ہوا۔ آخر اس چور نے آواز سنی کہ:

"اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈال۔ چند سال ہوئے اس گھر کی مالکہ نے اپنے آپ کو میری دوستی اور نگہبانی میں کر رکھا ہے۔ یہاں تو شیطان کی بھی طاقت نہیں کہ پر مار سکے، تیری کیا مجال ہے اگر ایک دوست سویا ہوا ہے تو کیا ہوا دوسرا دوست تو جاگ رہا ہے۔"

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چوری کرنے والا اپنی قوت بینائی کھو بیٹھا:

فریدالدین مسعود نے ایک خدا رسیدہ، نیک، پارسا خاتون کے گھر میں جنم لیا تو صاحب عرفان لوگوں نے ماں کو خوشخبری سنادی کہ یہ لڑکا آگے چل کر روحانیت اور تصوف کے میدانوں میں بہت بلند مقام اور نام پیدا کرے گا۔ اس کا نام دنیا کے گوشے گوشے میں علم و

عرفان اور نیکی کی علامت بن کر چمکے گا۔ یہ فریدالدین ہی تھے، جنہوں نے آگے چل کر برصغیر پاک و ہند میں ایک اللہ والے بزرگ کے طور پر شہرت حاصل کی اور صوفیائے کرام کی صف میں داخل ہونے کے بعد انہیں شیخ کبیر فرید گنج شکر کا خطاب ملا۔

فرید گنج شکر وہ بزرگ ہیں جنہیں خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ ۳۳ ویں واسطے سے ان کا شجرہ نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ ان کے والدین ملتان کے قریب ایک جگہ کھوتوال میں قیام پذیر تھے۔ یہ خاندان درحقیقت کابل سے ہجرت کر کے ہندوستان میں وارد ہوا تھا اور فریدالدین مسعود کے آباؤ اجداد نے سکونت کے لیے ملتان کے علاقے کا انتخاب کیا تھا۔

کھوتوال کے مقام پر ۵۸۴ھ میں بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔ ان کی پیدائش کے بارے میں بھی عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ شکم مادر میں تھے تو ایک رات ان کی والدہ محترمہ مصلے پر بیٹھی تہجد کی نماز ادا کر رہی تھیں۔ نصف شب کے قریب ایک غیر مسلم چور ان کے مکان میں داخل ہوا۔ ظاہر ہے اس کا ارادہ چوری کر کے مال واسباب سمیٹ لے جانا تھا، مگر جب اس نے ایک خاتون کو خداوند عالم کے حضور سربسجود دیکھا تو اس منظر سے بہت متاثر ہوا۔ بہت دیر تک وہ کھڑا خدا کی ایک نیک ہستی کو خشوع وخضوع سے مصروف عبادت دیکھتا رہا اور اس کے دل پر اس منظر نے گہرا اثر ڈالا۔

چور نے قوت ارادی کو کام میں لا کر اپنی توجہ اس طرف سے ہٹائی اور عورت کو مصروف عبادت چھوڑ کر گھر کے دوسرے کمروں کا سامان سمیٹنے کا ارادہ کیا، مگر جب اس نے دوسرے کمرے کی طرف جانے کے لیے اپنا رخ موڑا تو ایک انوکھے روح فرسا تجربے سے دوچار ہونا پڑا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی بصارت جاتی رہی اور وہ اندھا ہو گیا۔ کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی، مگر اس کے باوجود چور کی نگاہوں کے سامنے سیاہ اندھیروں کی چادر پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے اپنی آنکھیں مل کر دوبارہ کھولیں مگر اس بار اندھیرا پہلے سے زیادہ تھا۔ وہ کمرے کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہر طرف تاریکی کا راج تھا۔ چور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک اس طرح بینائی سے محروم ہو جائے گا اور دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔ چور

کے سامنے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ اپنے ارادہ فاسد کو ترک کر کے اس اللہ کی نیک بندی سے امداد کا طالب ہو جس کے گھر میں چوری کی نیت کرنے کی بناء پر وہ اپنی قوت بینائی کھو بیٹھا تھا۔

وہ ہاتھ باندھ کر اس عفیفہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور گڑگڑایا۔ ''میں تمہارے گھر میں چوری کے لیے آیا تھا مگر یک بیک اندھا ہو گیا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ میری زندگی کے ان اندھیروں کو صرف تم ہی دور کر سکتی ہو۔ خدا کے لیے اپنے معبود سے دعا کرو کہ وہ میری خطا بخش دے اور مجھے میری بصارت واپس دے دے۔ میں تم سے بھگوان کی سوگند کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ ساری زندگی چوری سے تائب ہو جاؤں گا۔''

بابا فرید کی والدہ عبادت میں اتنی کھوئی ہوئی تھیں کہ نہ تو انہیں چور کی آمد کا علم ہو سکا اور نہ ہی کچھ دیر تک وہ اس کی درخواست پر کان دھر سکیں۔ جب چور نے بار بار گڑگڑا کر اپنی التجا دہرائی تو ان کا ارتکاز ٹوٹا اور انہوں نے اپنے سامنے ایک نامحرم شخص کو ایستادہ دیکھ کر منہ چھپا لیا۔ چور کی استدعا سن لی تھی مگر وہ اس بات پر حیران تھیں کہ انہوں نے تو خدا سے لو لگانے کے بعد اپنے گھر کی حفاظت کے مسئلے کو اہمیت ہی نہیں دی تھی۔ اس چور کو چوری سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شاید اپنی رحمت کے فرشتے بھیجے ہوں گے۔

وہ ایک رحمدل اور خداترس خاتون تھیں۔ چور کے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ چوری کی نیت سے ان کے گھر میں داخل ہوا تھا انہوں نے اس کے لیے دعا کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کی اور سجدے میں جا کر نہایت لجاجت کے ساتھ خدا سے دعا کی کہ وہ اپنے اس گمراہ بندے کو معاف کر دے اور اس کی بینائی اسے واپس کر دے۔

خدا کی رحمت جوش میں آئی ہوئی تھی اور پھر اسے اپنے اوپر توکل کرنے والی اس خاتون کی بات رکھنا بھی مقصود تھا۔ چنانچہ شانِ رحمت نے یہ معجزہ دکھایا کہ چور کی بینائی واپس آ گئی اور وہ ایک بار پھر دنیا کو دیکھنے کے قابل ہو گیا۔ اس وقت تو چور شرمسار اور نادم ہو کر واپس لوٹ گیا۔ مگر اس واقعے نے اسے اتنا متاثر کیا کہ دوسرے ہی دن وہ ان خاتون کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس چور کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا اور پھر ساری عمر اس نے اس گھر کی خدمت میں گزاری جہاں سے اسے آنکھوں کی اور ایمان کی روشنی حاصل ہوئی تھی۔

چوری کرنے والے پر خدائی عذاب:

مولانا محمد یعقوب صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ایک مرتبہ کچھ سامان خریدنے کی غرض سے بازار تشریف لے گئے۔ اشرفیوں کی تھیلی ہاتھ میں تھی۔ ایک بدوی آیا اور اشرفیوں کی تھیلی چھین کر بھاگ گیا۔

مولانا تو جلدی سے اپنے مکان میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا اور یہ مکان کے اس طرف گیا تو دیکھا کہ راستہ بند ہے اور اس طرف آیا تو ادھر بھی راستہ بند ملا۔ اب زور زور سے شور کرنا شروع کر دیا کہ ''لوگو! انہوں نے (مولانا موصوف نے) مجھ پر ظلم کیا ہے کہ میرا راستہ بند کر دیا ہے۔''

لوگ یہ سن کر جمع ہو گئے اور اس سے کہا کہ ''یہ بزرگ آدمی ہیں۔''

کہنے لگا ''ہوں گے بزرگ، میرا تو راستہ روک لیا۔''

تب لوگ آپ کے مکان پر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ مگر آپ نہ آئے۔ پھر (لوگوں) نے کہا ''مسئلہ معلوم کرنا ہے۔''

اس بہانے سے آپ کو بلوایا۔ آپ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا کہ ''اس بے چارے کا راستہ بند ہے اور آپ کی تھیلی اس کے پاس ہے۔ یہ دینا چاہتا ہے لے لیجیے۔''

آپ نے فرمایا کہ ''جب اس نے مجھ سے تھیلی چھینی تھی، میں نے اسی وقت اس کو ہبہ کر دیا تھا۔ مبادا میرے ان ٹھیکروں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو عذاب ہو۔ اب یہ واپس کرنا چاہتا ہے تو میں واپس نہ لوں گا، کیونکہ ہبہ کر کے واپسی صحیح نہیں۔'' (حدیث میں ہے الراجع فی ہبتہ کالراجع فی قیئہ یعنی ہبہ واپس لینا قے اگل کر چاٹنے کی طرح ہے)۔

لوگوں نے عرض کیا کہ ''اس کا راستہ تو کھول دو۔''

فرمایا کہ ''وہ میں نے بند نہیں کیا، یہ اس کا اور میرا معاملہ نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اور اس کا معاملہ ہے۔ ایسا اس نے کیوں کیا، اس کی توبہ کرنی چاہیے؟'' (ملفوظات فقیہ الامت ۱/۹۳)

نماز جمعہ سے بے اعتنائی کرنے والے کا زمین میں دھنس جانا:

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک صیاد تھا جو بڑی مچھلیوں کا شکار

کرتا تھا۔ جمعے کے روز بھی وہ اس غرض سے نکلتا تھا۔ نماز جمعہ اس کے نکلنے میں مانع نہ بنتی تو اس کو اس کی سواری خچر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے تو اس وقت تک خچر اس کے سمیت زمین کے اندر دھنس چکا تھا۔ صرف خچر کی دم اور دونوں کان نظر آ رہے تھے۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ اس واقعے کی سند قوی ہے اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے حضرت محمد بن کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس آدمی کے گھر کی جگہ بھی بیروت میں دیکھی ہے۔ جہاں اب لوگ مٹی ڈالتے ہیں۔

(الغرر السوافر لما یحتاج الیہ المسافر للزرکشی صفحہ ۵۵ فضائل الاوقات للبیہقی صفحہ ۲۸۳ اللمعۃ فی خصائص الجمعۃ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۹ المجالسۃ ۳/۱۳۵)

موضوع نمبر ۱۱

ظالموں اور قاتلوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

اسلام دشمنی کا انجام، شمالی اتحاد والوں کی شکل بدل گئی:

اسلام ایک کامل و اکمل ضابطہ خداوندی ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام احوال بیان فرمائے اور ہر شعبہ زندگی کو احسن طریقے پر گزارنے کے واضح طور وطریقے بیان فرمائے۔ زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس کو اسلام نے واضح نہ کیا ہو۔

اللہ عزوجل نے جہاں اسلام کو پھیلانے والے اور اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے والے برگزیدہ لوگ پیدا فرمائے، تو دوسری طرف اس کی حفاظت کرنے والے جوانمرد اور باہمت جانثار وسرفروش بھی پیدا فرمائے۔ تمام ادیان میں محبوب اور اکمل دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خود اللہ وحدہٗ لاشریک نے بیان فرمایا:

ان الدین عنداللہ الاسلام

''اللہ کے نزدیک دین (صرف) اسلام ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو دین اسلام کتنا محبوب ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل اور برگزیدہ بندوں انبیاء علیہم السلام کا تو مشقت میں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا برداشت کیا، لیکن اپنے دین کا مٹنا برداشت نہیں کیا، یہاں تک کہ اپنے پیارے اور محبوب بندے سید المرسلین، خاتم النبیین، سرکار دو عالم، فخر مجسم حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وادئ طائف میں پتھر کھا کر لہولہان ہونا تو برداشت کیا، لیکن اپنے دین پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی۔
اس سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی محبوب و افضل ترین مذہب ہے تو جو شخص یا جو قوم، چاہے وہ کفار میں سے ہو یا نام نہاد مسلمانوں

میں سے، اسلام کو مٹانے کی سازش کرے گا یا اسلام کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ کرے گا تو اس کا انجام سوائے دائمی ہلاکت کے کچھ نہیں ہوگا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اسی طرح ہمارے سامنے پچھلی قوموں کے واقعات شاہد ہیں کہ ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نے بوجہ نافرمانی اور سرکشی کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور ایسا مٹا دیا کہ ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ پچھلی قوموں کو تو چھوڑیں عصر حاضر پر بھی نظر دوڑائیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی اسلام دشمنی کا انجام ہلاکت اور رسوائی ہے۔

افغانستان میں ہونے والی جنگ جو طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین عرصۂ دراز تک جاری رہی اور اب بھی جاری ہے اور اس جنگ میں طالبان کا ۹۰ فیصد علاقے پر اسلام کا پرچم لہرانا اور شمالی اتحاد کا پسپا ہوتے چلے جانا، پھر ان کا ذلت وخواری کا شکار ہو کر مردار کی موت مرنا اظہر من الشمس ہے۔

انہی نام نہاد مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا واقعہ جنہیں آج شمالی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جو ایک شخص کا آنکھوں دیکھا ہے اور وہ شخص خود بھی شمالی اتحاد کا حامی ہے، جس نے خود آپ بیتی اپنی زبانی بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ یہی شمالی اتحاد کا حامی شخص پشاور میں کسی گاڑی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دوسرا شخص جو اس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اس سے افغانستان کے حالات کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ:

''ایک مرتبہ حال ہی میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین معرکہ ہوا، جس میں تقریباً شمالی اتحاد کے چودہ پندرہ افراد مارے گئے۔ ان میں میرا بیٹا اور داماد بھی مارا گیا۔ جب مجھے ان کے بارے میں اطلاع ملی تو میں فوراً وہاں گیا اور دیکھا کہ کچھ لاشیں پڑی ہیں۔ ان میں، میں نے اپنے بیٹے اور داماد کی لاش بھی دیکھی۔ میں نے دل میں کہا کہ ان کو کس طرح یہاں سے اٹھا کر گھر لے جاؤں۔ پہلے بیٹے کی لاش کو لے کر جاؤں اور پھر داماد کی لاش کو اٹھاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کی لاش کو اٹھانے کی کوشش کی اور اسے اپنے کاندھے پر ڈال دیا۔

جیسے ہی لے کر چلا تو اس لاش نے میرے کاندھے پر زور سے کاٹا، جس کی وجہ سے

میں نے اس کو نیچے اتار دیا کہ شاید یہ زندہ ہے۔ لیکن جب **اچھی طرح چیک** کیا تو وہ مردہ تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے اس لاش کو دوبارہ اٹھالیا، **پھر اس لاش نے مجھے** زور سے کاٹا تو میں نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ **تمام مردہ** لاشیں جو زمین پر پڑی ہوئی تھیں وہ سب زندہ ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ان کے ہاتھ **پاؤں مڑ گئے** اور ان سب کے پیچھے دم نکل آئی، وہ سب ایک دوسرے کو کاٹنے لگے اور **جانوروں** کی طرح بھاگنے لگے۔ یہ لوگ انسانی شکل میں حیوان نظر آ رہے تھے۔ قریب ہی **ایک مکان** جو امریکی بمباری سے تباہ ہو چکا تھا، وہاں کے لوگوں نے ان کتے نما انسانوں کو اس مکان میں بند کر دیا۔''

یہ واقعہ اس شخص نے خود سنایا جس کا بیٹا اور داماد ان کتے نما انسانوں کے ساتھ چوپایا بن چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے واقعات مختلف جگہوں میں رونما ہو رہے ہیں اور ایک خبر جو گزشتہ چند دن پہلے اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ افغانستان میں ایسی وبا پھیلتی جا رہی ہے کہ جس سے زندہ انسانوں کی شکل بگڑ کر جانوروں کی طرح ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے عبرتناک حالات محض اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں اور اللہ کے شیروں کو ناحق قتل کرنے اور ان کو قید کر کے ان پر ظلم وتشدد کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی ان واقعات سے بھی عبرت حاصل نہ کرے تو اسی کی بدنصیبی اور بدبختی ہے۔

اسلام سے دشمنی کرنے والوں کا ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بدتر انجام ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل کی حمایت میں مصروف ہے؟ ورنہ کم فہم اور دین سے عاری مسلمان یہ کہتے ہیں کہ تم شمالی اتحاد سے کیوں جہاد کرتے ہو، وہ تو مسلمان ہیں۔

تو اس کا جواب سوائے اس کے کوئی نہیں کہ وہ اگر مسلمان ہوتے تو اسلام کے خلاف دیوار نہ بنتے اور ان کا مرنے کے بعد یہ انجام نہ ہوتا۔ لہٰذا اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اسلام دشمنی چھوڑ دو، ورنہ یہ تو دنیا کا عذاب ہے، آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ کسی کے وہم و گمان میں نہیں اور اگر اسی حال میں مر گئے تو قیامت کے دن مخالفین اسلام کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔ تم جتنی بھی مخالفت کرلو، پھر بھی اسلام کی شمع کو نہیں بجھا سکتے۔ یہ تو آندھیوں میں بھی روشن رہے گی۔ انشاء اللہ۔

ان چراغوں کو تو جلنا ہے ہوا کیسی بھی ہو
ان پھولوں کو تو کھلنا ہے خزاں جیسی بھی ہو
(از مولانا شمشاد احمد انصاری)

قتل کی سزا، موت کے وقت آنکھیں باہر نکل آنا:

ایک شخص نے واقعہ لکھا کہ میرے ایک دوست جو شوگر کے مریض تھے اور اپنے علاقے کے بڑے زمیندار تھے، میرے ہاں داخل ہوئے۔ ان کی حالت خراب ہوگئی اور سکرات کی حالت شروع ہوگئی۔ نزع کے وقت جو میں نے عجب چیز دیکھی وہ یہ کہ وقفے وقفے سے وہ ہاتھ اور پاؤں اکٹھے کر لیتے، جیسے کوئی ان کو مار رہا ہو اور وہ اپنے بچاؤ کی کوشش کر رہا ہو۔ جونہی موت کا وقت قریب آیا، ان کی دونوں آنکھیں باہر نکلنا شروع ہوگئیں اور آنکھ کے ڈھیلے باہر آنا شروع ہوگئے اور شکل بہت ڈراؤنی ہوگئی۔ اسی حالت میں وہ مالک کو جا ملے۔

چند دنوں بعد میں نے اس بات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جب وہ تندرست تھے تو ایک آدمی ان کی زمین سے گزر رہا تھا، اس آدمی کو صرف زمین سے بغیر اجازت گزرنے پر بندوق مار کر زخمی کر دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور مرتے وقت اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ غالباً یہ عذاب اس بے گناہ کو قتل کرنے کی سزا تھی۔

ظالم پولیس افسر کے ظلم کا بدلہ:

یہ واقعہ کراچی کے جناب رشید الدین احمد صاحب نے لکھ کر بھیجا ہے، وہ لکھتے ہیں:

حیدر آباد (دکن) پولیس کے ایک افسر بڑے ماہر تفتیشی شمار ہوتے تھے۔ وہ ملزموں سے اقرار جرم کرانے کے لیے بہت مشہور تھے۔ وہ ایک گول ڈنڈے پر سرخ مرچ کا لیپ کرا کے ملزم کے خفیہ مقام میں داخل کر دیتے، جس کے بعد وہ کردہ و ناکردہ جرائم کا اقرار کر لیتا تھا۔

وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ وہ اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوگئے۔ عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ صحت بھی ڈھلتی گئی۔ یہاں تک بیماریوں نے انہیں آ گھیرا۔ مختلف شکایات کے علاوہ ایک تکلیف انہیں بہت تنگ کرنے لگی، ان کے مقعد میں ورم و سوزش کی شکایت ہوگئی۔

درد و جلن کے مارے انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا۔ لیٹتے یا بیٹھتے تو درد کی شدت ناقابل برداشت ہو جاتی۔ تمام علاج بے کار ثابت ہوئے۔ نیند کی نعمت بھی گئی، صرف کھڑے رہنے سے آرام ملتا تھا۔

بالآخر چھت کی دو کڑیوں سے دو رسیاں باندھ دی گئیں۔ ان کے دونوں ہاتھ ان رسیوں سے بندھے رہتے اور وہ اسی طرح لٹکے لٹکے نیند کی جھپکی لے لیتے۔ اسی حالت میں بالآخر اس سوزش نہانی سے ان کا انتقال ہوگیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اللہ آدمی کو ایک وقت تک اس کے اعمال پر ڈھیل دیتا رہتا ہے، لیکن آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل بااختیار اور آزاد ہے۔ پھر جلدی یا دیر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی کے گناہوں اور مظالم کے باعث آزادی و اختیار کی ڈھیل ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس بندے کو سزا دینا شروع کرتے ہیں۔ یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔

درج بالا واقعہ اسی دنیاوی سزا کی ایک شہادت ہے۔

بھائی کو قتل کرنے کا عذاب:

عبداللہ نامی ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ دریائی سفر پر گیا۔ دریا سے گذرنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے تو پانی کی ضرورت لاحق ہوئی۔ میں پانی کی تلاش میں نکلا، مجھے ایک جگہ کئی دروازے نظر آئے، وہ بند تھے، لیکن ہوا آتی جاتی تھی۔ میں نے دروازے پر آواز دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ اس وقت اچانک دو سوار سفید کمبل پر بیٹھے ہوئے وارد ہوئے، انہوں نے مجھ سے کہا۔ ”اے عبداللہ! تو اس راستے پر چل، آگے ایک حوض ملے گا، اس سے پانی لے لینا اور دیکھنا وہاں جو واقعہ پیش آئے اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا۔“

میں نے ان سواروں سے بند دروازوں کا حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ”ان میں مردوں کی روحیں ہیں۔“ پھر میں آگے بڑھا اور حوض کے قریب پہنچا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی منہ کے بل لٹکا ہوا ہے۔ وہ پانی کے لیے لپکتا تھا، مگر پانی تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے آواز دی کہ ”اے اللہ کے بندے مجھے پانی پلا دے۔“

میں نے اپنا پیالہ بھر کر اس کو پانی پلانا چاہا تو میرا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا اور میں اس کے قریب نہ پہنچ سکا۔ پھر اس نے کہا کہ ”اچھا اپنی پگڑی کو پانی میں بھگو کر میرے پاس پھینک دے تاکہ اس کو نچوڑ کر پی لوں۔“ میں نے اپنی پگڑی بھگوئی مگر اچانک میرا ہاتھ رک گیا اور اٹھ نہ سکا۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ ”اے اللہ کے بندے، میں تجھ کو پانی پلانے کی ہر ترکیب میں بے بس و ناکام رہا، میرا ہاتھ روک دیا گیا۔ تو کون شخص ہے کہ تجھ کو پانی پلانا اللہ کو منظور نہیں ہے؟“
اس نے جواب دیا کہ ”میں آدم کا بیٹا قابیل ہوں، میں پہلا شخص ہوں جس نے زمین پر خون ناحق کیا۔“ (ابن ابی الدنیا)

قتل کی سزا قتل:

اصمعی کے والد نے حجاج بن یوسف کو خواب میں دیکھا تو حال دریافت کیا۔ حجاج نے جواب دیا کہ ”میں نے دنیا میں جتنے بے گناہ آدمیوں کو قتل کیا تھا، ایک ایک کے بدلے میں حق تعالیٰ نے مجھے قتل کی سزا دی۔“

موضوع نمبر ۱۲

زانیوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

زانی عورت پر خونخوار جانور کا عذاب:

عنق حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں پہلی زانی عورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس برے فعل کی سزا دینے کے لیے دنیا میں ہی بڑے بڑے ہاتھی نما سانپ، بھیڑیے اور گدھ اس پر چھوڑ دیئے جو اسے کھا گئے۔ پہلی امتوں کے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی تھی، لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں دنیا میں ہمارے پراگندہ اعمال کی سزائیں نہیں ملتیں، اس کا یہ ہرگز مطلب نہ لیا جائے کہ ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں ہم سے اعمال ناموں کا حساب لیں گے۔ اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے ڈرنا چاہیے اور زنا سے ہی نہیں بلکہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں کے زنا سے بھی بچنا چاہیے۔

ایک ڈاکٹر صاحب کا واقعہ:

یہ واقعہ ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ پیش آیا، جسے ان کی زبانی نقل کیا جا رہا ہے۔ میں ۱۹۶۱ء میں ایک وارڈ میں بطور رجسٹرار کام کر رہا تھا۔ ایک رات عجیب خواب دیکھا کہ جس کی وجہ سے چھ ماہ تک بیمار رہا۔ خواب میں مجھے ایک قبر کے اندر لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مردہ تڑپ رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سخت اذیت ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا، مگر منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ بازو اور ٹانگیں شدید درد کی وجہ سے حرکت میں تھے۔ کافی دیر تک یہی حالت رہی اور پھر کچھ سکون ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک تیسرا شخص ایک چمکدار چابک جیسی چیز اس میت کی پیشاب کی نالی میں داخل کر رہا ہے۔ جس کی اذیت سے وہ مردہ پھر ویسے ہی تڑپنے لگتا ہے۔ مردے کی تکلیف اور اذیت دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ

''اس میت کو یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے؟''
اس نے بتایا کہ ''یہ مردہ دنیا کی زندگی میں زناکار تھا اور جب سے مرا ہے اسے یہی عذاب دیا جارہا ہے۔''

میں کافی دیر تک یہ معاملہ دیکھتا رہا، مجھے مردے کی حالت پر بہت رحم آیا۔ ابھی میں یہ سزا دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی نے پکڑ کر مجھے زمین پر لٹا دیا اور ویسی ہی چمکدار چابک نما چیز کسی نے میری پیشاب کی نالی میں داخل کردی۔ مجھے اس شدت کی تکلیف ہوئی کہ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ آج بھی جب مجھے یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بہرحال کافی دیر تک میں تڑپتا رہا، جب ہوش آیا تو اپنے بستر کو گیلا پایا اور تکلیف کی شدت ابھی تک محسوس ہورہی تھی۔ میں سمجھا کہ میرا پیشاب نکل گیا ہے لیکن دیکھا کہ تکیہ تک پانی میں بھیگا ہوا ہے۔

اس کے بعد جب میں نے پیشاب کیا تو وہ خون کی طرح سرخ تھا اور یہ خون والا پیشاب چھ ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں بہت کمزور ہوگیا۔ ہر قسم کے لیبارٹری ٹیسٹ، گردے، مثانے کے ایکسرے وغیرہ کروائے، بہت سے ڈاکٹر صاحبان سے مشورہ کیا اور علاج کروایا، لیکن نہ تو اس بیماری کی وجہ معلوم ہوسکی اور نہ ہی افاقہ ہوا۔ اس دوران میں نے ملازمت سے لمبی چھٹی لے لی۔ آخرکار دعا اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے نجات دی۔

زانی عورتوں پر عذاب:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ کچھ مرد اور کچھ عورتیں بہت ہی بری اور ابتر حالت میں ہیں۔ گندی بدبو پھیل رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ زانی یعنی بدکار مرد اور بدکار عورتیں ہیں۔ (شرح الصدور، صفحہ ۱۷)

شرافت خان کی کہانی:

راقم الحروف کا ایک کلاس فیلو تھا شرافت خان۔ اس کا خاندان ہزارہ سے نقل مکانی

کرکے لاہور آباد ہوا تھا۔ وہ خوب چوڑا، چکلا، صحت مند اور خوبصورت تھا۔ میٹرک کے بعد پڑھائی میں اسکا دل نہ لگا اور وہ اپنے دو دوستوں کے ہمراہ قسمت آزمائی کرتے ہوئے سویڈن پہنچ گیا۔ تین سال کے قلیل عرصے میں وہ خود تو مجھے ملنے نہ آسکا، لیکن ایک منحوس دن اس کی لاش اس کے گھر پہنچ گئی۔

اس کے گھر والوں پر جو بیتی وہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ تاہم اس کے ہم سفر دوست نے اس کی موت کی جو وجہ بیان کی اسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور کافی دیر بعد میں اپنے اوسان بحال کرنے کے قابل ہوسکا۔ اس نے جو بتایا وہ اس کی زبانی سنیے:

''ہم دونوں دوستوں نے آپس میں عہد کیا تھا کہ محنت مزدوری کرکے پیسہ کمائیں گے، تاکہ اپنے گھر والوں کو معقول رقم بھیج سکیں۔ نیز ہم نے یہ بھی عہد کیا تھا کہ شراب وشباب کے نزدیک بھی نہ بھٹکیں گے اور ہر قسم کی عیاشی سے گریز کریں گے۔ الحمدللہ! میں تو اپنے اس عہد پر قائم رہا لیکن شرافت خان کی شرافت جلد ہی جواب دے گئی۔ اس کی وجہ اس کی غیر معمولی خوبصورتی بھی تھی، لڑکیاں اس پر یوں گرتی تھیں جیسے گڑ پر مکھیاں!

ایک آنٹی ٹائپ عورت تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑگئی۔ اس نے شرافت خان کو ہر ماہ اتنے ''کرونا'' (کرنسی کا نام) دینے شروع کردیئے کہ وہ ان میں سے اچھی خاصی رقم پاکستان اپنے گھر پہنچاتا اور خود بھی عیش وعشرت سے رہتا۔ اس کے عوض اس عورت کا ایک ہی مطالبہ تھا۔ سیکس، سیکس اور سیکس۔ اس عورت کی جنسی خواہش ''جوع البقر'' کی طرح تھی جو کبھی تسکین سے ہمکنار نہ ہوتی۔

وہ جنسی تعلقات قائم کرنے کے ضمن میں دن دیکھتی نہ رات اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ ہمارے دوست کے پاس ہمارے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے چند لمحے نکالنا مشکل ہوگیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس جنسی بلی نے شرافت خان کو نچوڑ کر رکھ دیا۔ شرافت خان جنسی اور جسمانی کمزوری کا شکار ہوگیا۔ عورت اور دولت کی ہوس نے شرافت خان کو جنسی طاقت کے انجکشنوں کا راستہ دکھلایا۔

پہلے پہل تو ایک آدھ انجکشن بھی کام دے جاتا، لیکن آخرکار وہ بے تحاشا انجکشن لگوانے لگا اور اس کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ ایک روز طبیعت بگڑنے پر اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاکر چیک اپ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ تو چند دنوں کا مہمان

ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کے بقول اس کا جگر، معدہ اور گردے غرض یہ کہ پورا جسمانی سسٹم ناکارہ ہو چکا ہے اور بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ دوسری طرف وہ عورت بھلی چنگی اور کسی نئے شکار کی تلاش میں ہے!''

ایک عابد کا عبرتناک واقعہ:

حضرت وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس زمانے میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے زمانے میں تین بھائی تھے۔ جن کی ایک بہن تھی جو باکرہ تھی۔ اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں۔ لہٰذا سب نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ اس کو اس عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے مطابق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ اور پرہیزگار تھا۔

چنانچہ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو اس کے حوالے کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس نہ آئیں، ہماری بہن آپ کے سایہ عاطفت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا۔ اور ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے اور اصرار کرتے رہے کہ ان سے اور ان کی بہن کو اپنی نگرانی میں رکھنا منظور کرلے۔ حتیٰ کہ عابد نے ان کی درخواست منظور کرلی اور کہا ''اپنی بہن کو میرے عبادت خانے کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ۔''

انہوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا اور چلے گئے۔ وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لیے کھانا لے کر جاتا تھا اور اپنے عبادت خانے کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور واپس اندر چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا، وہ اپنے گھر سے آکر لے جاتی تھی۔

راوی کہتا ہے کہ پھر شیطان نے عابد کو کہا اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانے میں آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کے لیے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی سمت میں رخنہ انداز ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لے کر اس کے دروازے پر رکھ آیا کرے، اس میں اجر عظیم ملے گا۔

غرض یہ کہ عابد کھانا لے کر اس کے گھر جانے لگا۔ بعد میں ایک مدت کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے یہ مانوس ہو، کیونکہ اس کو تنہائی سے سخت دحشت ہوتی ہے۔ شیطان نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، حتیٰ کہ وہ عابد اس لڑکی سے بات چیت کرنے لگا اور اپنے عبادت خانے سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا۔

پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تو عبادت خانے کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو تاکہ اس کو انس ہو، آخر کار اس کو شیطان نے صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر کے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا۔

شیطان نے عابد کو پھر کار خیر کی رغبت دی اور کہا۔ بہتر یہ ہے کہ تو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہم کلامی کرے۔ اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا۔ شیطان نے پھر تحصیل ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر تو لڑکی کے دروازے کے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کو دروازے تک آنے کی بھی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعہ سے لڑکی کے دروازے پر آکر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔

ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو ابھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرے تو بہتر ہے، تاکہ لڑکی باہر نہ آوے اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے۔ غرض عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا اور رات کو اپنے صومعہ میں چلا آتا۔ اس کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کے زانوں پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لیا۔

پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اس کے دل پر غلبہ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہوتا گیا اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''اب یہ بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آگئے اور اس بچے کو دیکھا تو تم کیا کرو گے؟ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ اور وہ تمہیں رسوا کریں۔ تم اس بچے کو لو اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملے کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی، اس خوف سے

کہ کہیں وہ جان نہ لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی۔" عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اس سے کہا کہ "کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری اس ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں! تم اسے بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ ہی دفن کر دو۔" غرض اس عابد نے لڑکی کو ذبح کیا اور بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانے میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مدت گزرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے ان کو اس کے مرنے کی خبر دی اور افسوس ظاہر کر کے رونے لگا اور کہنے لگا "وہ بڑی نیک بی بی تھی۔ دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔" بھائی اس کی قبر پر آئے اور اس کے لیے دعائے خیر کی اور روئے اور چند روز اس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی کہتا ہے کہ جب رات ہوئی اور وہ اپنے اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان ان کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا اور اس سے بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا۔ شیطان نے کہا "سب جھوٹ ہے۔ تم نے کیوں اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا، عابد نے تمہاری بہن سے فعل بد کیا۔ وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہونے پر وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم چلو اور اس گھر میں جا کر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹا ایک جگہ ملیں گے، جیسا کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں۔"

پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا، اس سے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر چھوٹے کے پاس گیا اس سے بھی یہی گفتگو کی۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور یہ تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا۔ سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا "یہ خواب فقط ایک خیال ہے اور کچھ نہیں۔ یہ ذکر چھوڑ دو اور اپنا کام کرو۔"

چھوٹا کہنے لگا۔ "میں تو جب تک اس مقام کو نہ دیکھ لوں گا باز نہ آؤں گا۔"

تینوں بھائی چلے۔ جس گھر میں ان کی بہن رہتی تھی آئے۔ دروازہ کھولا اور جو جگہ خواب میں ان کو بتائی گئی تھی تلاش کی اور جیسا ان سے کہا گیا تھا اپنی بہن اور اس کے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ انہوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی۔ عابد نے شیطان کے قول کے مطابق اپنے فعل کے بارے میں تصدیق کی۔ انہوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر شکایت کی۔ عابد صومعہ سے نکالا گیا اور اسے تختہ دار پر کھینچنے کے لیے لے چلے۔

جب اس کو تختہ دار پر کھڑا کیا گیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ "تم نے مجھے پہچانا، میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنے میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اب تم اگر میرا کہنا مانو اور تم مجھے سجدہ کرو تو میں تمہیں اس بلا سے نجات دوں۔"

عابد نے سجدہ کیا۔ خدا تعالیٰ سے کافر ہوگیا۔ پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا تو شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ انہوں نے اسے تختہ دار پر کھینچا اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔

امریکی پادریوں پر اللہ کا عذاب:

امریکی پادریوں پر اللہ کے عذاب کی ابتداء ہو چکی ہے رومن کیتھولک فرقے کے پادریوں کی چار گنا زیادہ تعداد ایڈز کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہے۔ صرف ایک ہفتے میں سو سے زائد امریکی پادری ہلاک ہو چکے ہیں۔ امریکہ میں اس وقت تقریباً ۴۰ ہزار پادری ہیں۔ کیتھولک پادریوں کی تنظیم "نیشنل کانفرنس آف کیتھولک بشپس" پادریوں کو خطوط لکھ کر اس کا جائزہ لے رہی ہے۔

قارئین کرام! ایڈز اس وقت دنیا کا وہ موذی مرض ہے کہ جس کا علاج تا حال دریافت نہیں کیا جا سکا اور یہ خطرناک بیماری ناجائز جنسی تعلقات، بے حیائی اور فحاشی کے عوامل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور پھر انسان کی جان لے کر چھوڑتی ہے۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق چرچ کے پادری اور ان کے خدمت گار (نن) وغیرہ

شادی نہیں کر سکتے، اس غیر فطری اور مصنوعی عقیدے اور عمل کا نتیجہ نکلتا ہے کہ آدمی اپنی فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دیگر کئی راستے تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جائز اور حلال ضرورتوں پر پابندی لگا کر انتہاء پسندی اختیار کی جائے گی تو یقیناً اس کے اثرات بدترین ہی نکلیں گے۔

اب یہ عیسائی پادری جو خود ایڈز کا شکار ہیں جن کے سامنے عام عیسائی چرچ میں آ کے ہر اتوار کے روز اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، اس خیال سے کہ یہ پادری یا ان کا پوپ ان کے گناہ خدا کے حضور معاف کرے گا یا کروائے گا۔ تو بتایئے، جو خود گناہوں میں لتھڑا ہوا ہو، وہ کیا کسی کے گناہ معاف کروائے گا۔ یہ صرف دین اسلام ہی ہے کہ جو ایک طرف مومنوں کو نگاہیں تک نیچی کرنے کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف ان کی جائز اور فطری ضرورت شادی کا حکم دیتا ہے بلکہ یہاں کہ اگر ایک بیوی سے زائد کی خواہش ہو تو چار عورتیں اپنے حرم میں داخل کر سکتا ہے۔

اسلام کی انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ ایڈز ایسا خطرناک مرض مسلمانوں میں ابھی تک نہ ہونے کے برابر ہے اور اگر مسلمان بھی کافرانہ تہذیب وثقافت کے پیچھے چلتے رہے تو ان کا انجام بھی یہی ہوگا، بلکہ اس سے بدتر!

ماں اور بیٹے کے غیر فطری پیار کا عبرتناک انجام:

ایک مشہور مقالہ نگار نے اپنے ایک مقالے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ امریکہ میں دوران قیام تین دن کی چھٹیاں گزارنے اٹلانٹا سے چارلسٹن گئے۔ ایک ملتانی دوست شریف حسن کے فلیٹ میں قیام کیا۔ رات کو پہنچے، صبح ہی صبح پولیس نے سامنے والی بلڈنگ کو گھیر لیا۔ کچھ دیر میں ایک لاش لے کر چلی گئی۔ میرے دوست نے یہ کہانی سنائی جو اگلے دن وہاں کے اخبار میں بھی شائع ہوئی۔

”اس فلیٹ میں ایک شخص رہا کرتا تھا، اس کی بیوی اور وہ ڈبل روٹی بنانے کے کارخانے کے مالک تھے۔ ان کا ایک لڑکا بھی تھا، جب لڑکا چار سال کا ہوا تو باپ مر گیا۔ اب ماں جس کی عمر شوہر کے مرنے کے وقت اکیس سال کی تھی، کارخانہ چلاتی تھی اور بچے کی نگرانی اس طرح کرتی کہ کارخانے کے قریب ”ڈے کیئر سینٹر“ میں لڑکے کو چھوڑ کر دن بھر کارخانے میں رہتی

اور رات کو لڑکے کے ساتھ اپنے فلیٹ میں ایک بستر پر سوتی۔ ممکن ہے کہ ماں بیٹا نیم برہنہ یا برہنہ سوتے ہوں۔

لڑکے نے بچپن سے لڑکپن اور پھر لڑکپن سے نوجوانی اس طرح گزار دی۔ ماں نے لڑکے کو معاشرتی برائیوں سے بچانے کے لیے کسی لڑکی کے پاس نہ جانے دیا اور خود کو اس کے سپرد کر دیا۔

شریف حسن نے بتایا کہ ان دونوں کو بوس وکنار کرتے ہوئے انہوں نے متعدد بار بالکونی میں دیکھا۔ مگر ماں بیٹا سمجھ کر کبھی نہ خیال کیا۔ وہاں کے معاشرے میں تو ایسی بات قابل اعتراض نہ تھی۔ لڑکا سترہ اٹھارہ سال کا ہو گیا۔ ماں کو چھتیس سال کی تھی مگر نوجوان لڑکی سی لگتی۔ اپنے بیٹے کو کسی گرل فرینڈ تو کیا کسی غیر مرد سے بھی بات نہ کرنے دیتی۔ کارخانے کے پرانے ملازمین کو نکال دیا اور نئے رکھ لیے جنہیں انہوں نے آپس میں فرینڈز کہہ کر اپنا تعارف کرایا۔

اب یہ دونوں ماں بیٹے دوستوں کی طرح ساتھ رہتے تھے، مگر آہستہ آہستہ کبھی تلخ کلامی، مار پیٹ بھی ہو جاتی۔ ایک دن ماں نے فلیٹ سے چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ یہ وہ دن تھا جب ہم چارلسٹن میں تھے۔ اخبار میں ایک مزید خبر بھی تھی وہ یہ کہ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا کہ اماں جان (گرل فرینڈ) سات ماہ کی حاملہ بھی تھیں۔

یہ سب سن کر اور پڑھ کر ہم نے فاعتبروا یا اولی الابصار کہا اور امریکہ کی معاشرت پر لعنت بھیجی، جہاں نہ ماں، ماں ہے اور نہ بیٹا، بیٹا۔ سب فرینڈز ہیں۔ خدا ہم کو اس لعنت سے بچائے۔ یہ کہتے ہوئے ہم اٹلانٹا واپس آ گئے۔

زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے:

اسرائیل کے ایک عیاش یہودی کو اس وقت دل کا دورہ پڑا جب ہوٹل کے کمرے میں بلائی جانے والی ”کال گرل“ اس کی اپنی بیٹی نکلی۔ تفصیلات کے مطابق اسرائیل کے ساحلی علاقے ایلات میں ایک ۴۸ سالہ یہودی تاجر نے ہوٹل میں قیام کے دوران ایک کال گرل کو طلب کیا۔ تاہم اس وقت اسے شدید جھٹکا لگا جب دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہونے والی کال گرل اس کی اپنی بیٹی نکلی۔

یہودی تاجر یہ جھٹکا برداشت نہ کرسکا اور سے دل کا دورہ پڑ گیا۔ اسے فوری طور پر مقامی ہسپتال لے جایا گیا جہاں اس نے اپنی بیوی سے اس المناک واقعے کا اعتراف کیا۔ اس کی بیوی یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے اس کوشش کے ساتھ کہ اس کی بیٹی سیدھے راستے پر آجائے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ بھی کردیا ہے۔

پراسرار آگ نے حملہ آور کو کوئلہ بنادیا:

جرمنی میں دو بچوں کی ماں پر تشدد کرنے والا جنسی جنونی اپنے اندر کی آگ میں پراسرار طور پر جل کر ہلاک ہوگیا۔ کینیڈا کے میگزین ویکلی ورلڈ نیوز کی رپورٹ میں ماہرین نے اس واقعے کو از خود احتراق یا خارجی ذریعے کی مدد کے بغیر جل جانے کا انتہائی پراسرار واقعہ قرار دیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق جرمنی کے قصبے آخین کے ایک باشندے ہرمان بین ہولٹ نے گزشتہ ہفتہ ۲۸ سالہ پڑوسن حنا نامان کے گھر میں گھس کر اس پر جنسی حملہ کرنا چاہا۔ حنا اس وقت اپنے دو بچوں ۵ سالہ پیٹر اور ۳ سالہ ہیدی کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہرمان کو ڈرانے، دھمکانے اور چیخ پکار مچا کر پڑوسیوں کو بلانے کی دھمکی دی، لیکن وہ باز نہ آیا اور اس نے حنا پر حملہ کر کے اسے فرش پر گرادیا۔

حنا نے خود کو بچانے کے لیے ابھی پہلی چیخ ہی ماری تھی کہ حملہ آور ہرمان خود ہی درد سے کراہ کر اس کے اوپر سے ہٹ گیا اور اپنا سینہ ملنے لگا۔ حنا نے بتایا کہ اس نے زندگی میں اس سے حیرت انگیز اور خوفناک واقعہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آئندہ دیکھنے کی توقع رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اچانک ہرمان کے سینے سے آگ کی لپیٹیں نکلنے لگیں اور وہ چیخ چیخ کو خود کو آگ سے بچانے کے لیے قالین پر تیزی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ لیکن اس رگڑ سے آگ اور بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم ''اندر کی آگ'' کی لپیٹ میں آگیا۔

حنا اپنے دونوں بچوں کو تھامے کونے میں کھڑی یہ خوفناک منظر دیکھتی رہی۔ جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے، اس نے دوڑ کر فائر بریگیڈ کو فون کیا۔ جس کے ساتھ ساتھ پولیس بھی آگئی۔ لیکن تب تک ہرمان مکمل طور پر جل چکا تھا اور اس کا جلا ہوا ڈھانچہ عبرتناک انداز میں کمرے میں پڑا ہوا تھا۔

پولیس اور فائر بریگیڈ کے سراغ رساں اب تک ہرمان کو لگنے والی اس آگ کی وجوہات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ واقعے کے تھوڑی دیر بعد ایک مقامی اخبار کے رپورٹر جرگسن شلٹ بھی پہنچ گئے۔ جنہوں نے ہرمان کے سوختہ ڈھانچے کی کئی تصاویر بنائیں۔

جرگسن شلٹ کا کہنا ہے کہ اس حیرت انگیز واقعے کی کوئی توجیہہ نہیں دی جاسکتی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہرمان بین ہولٹ کو ایک برے کام کی سزا دی گئی ہو۔ ایک پولیس سراغرساں نے بتایا کہ ہرمان اس واقعے سے قبل ۷ مرتبہ مختلف خواتین پر جنسی حملوں کے الزام کے تحت گرفتار ہوچکا تھا۔ لیکن اس پر کبھی الزام ثابت نہیں ہوسکا تھا، لہٰذا وہ سزا سے بچتا آرہا تھا۔ حنا کے واقعے نے اسے خود سزا دی اور دو بچوں کی مطلقہ ماں کو بچالیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ جب حملہ آور گھر میں گھسا تو اس کے ہاتھ میں چھوٹا پسٹل تھا جو کہ اس کے ساتھ جل کر بدنما ہوچکا ہے۔ حنا نے واقعے کی یاد تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہرمان نے ٹی وی لاؤنج میں گھستے ہی اسے حکم دیا تھا کہ وہ چیخنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن خاتون نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے کوئی غلط حرکت کی تو وہ شور مچا کر لوگوں کو جمع کرے گی۔ اس لیے اس کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ خاموشی سے واپس چلا جائے۔ لیکن ڈھیٹ حملہ آور نے اس کے بچوں کی جانب پسٹل تان کر اسے قریب آنے پر مجبور کیا اور اس کے قریب آتے ہی اسے دبوچ کر نیچے گرالیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ اس کے معصوم بچوں نے ماں کو بچانے کے لیے اپنی عمر سے بڑھ کر جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ہیدی کھڑکی سے چہرہ نکال کر چیخنے لگی، جبکہ ۵ سالہ پیٹر ماں کو چھڑانے کے لیے حملہ آور کی پشت پر سوار ہوکر اس پر مکے برسانے لگا۔ جب ہرمان خود سے جلنے لگا تو اس نے پیٹر کو دور پٹخ دیا، جس کے باعث بچے کی ٹانگ مضروب ہوگئی۔

حنا کا کہنا ہے کہ ''ہرمان آخر تک یہ سمجھتا رہا تھا کہ اسے میں نے آگ لگائی ہے، اس لیے جب وہ پوری طرح شعلوں میں گھر گیا تو اس نے میری منت سماجت کرنا شروع کردی کہ میں نے جس طرح اسے نذر آتش کیا ہے، اسی طرح جادو سے آگ بجھادوں۔ لیکن میں خود حیرت سے سن کھڑی تھی، مجھے اتنا ہوش بھی نہیں تھا کہ اس کی حالت پر غور کرتی، کجا یہ کہ اسے

بچانے کے لیے کچھ کرتی۔"

پولیس سراغ رساں کروگر نے اس بات پر حیرانی ظاہر کی ہے کہ جس قالین پر پورا ایک شخص زندہ جل گیا، وہ جھلسنے سے محفوظ رہا۔ سراغ رسانوں نے اس واقعے کی تفتیش ابھی داخل دفتر نہیں کی، لیکن انہیں اس سلسلے میں کسی بھی جانب سے کوئی تعاون حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ حنا نے اس واقعے کی یادوں اور اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنا گھر تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (ترجمہ: شبیر سومرو)

ایک امیرزادی کا واقعہ:

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب "ذم الھوی" میں لکھتے ہیں، ابن نجیح نے اپنے ایک بااعتماد دوست کا واقعہ بیان کیا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا، میرے گھر کے قریب جو قبرستان ہے، اس قبرستان کے مردے اپنی اپنی قبروں سے نکلے ہیں اور ایک جگہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تمام اہل قبور ایک جگہ جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے گریہ وزاری شروع کر دی اور گڑگڑا کر دربار الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔ "یا اللہ، فلاں عورت جو صبح مر گئی ہے وہ ہمارے قبرستان میں دفن نہ ہو۔ یا اللہ ہمیں اس سے بچالے۔"

یہ گریہ وزاری سن کر میں نے ایک مردے سے پوچھا۔ "ماجرا کیا ہے، تم کیوں یہ دعا کر رہے ہو؟"

اس نے بتایا۔ "یہ جو عورت آج مری ہے، یہ جہنمی ہے۔ اگر یہ ہمارے قبرستان میں دفن کر دی گئی تو ہمیں اس کا عذاب دیکھنے کی تکلیف ہوگی۔ اس لیے ہم گریہ وزاری کر رہے ہیں اور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔"

یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور سخت متعجب ہوا۔ صبح ہوئی تو قبرستان کی طرف نکلا اور دیکھا کہ گورکن (قبر کھودنے والے) قبر کھود چکے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا "یہ کس کے لیے بنائی گئی ہے؟"

انہوں نے بتایا "ایک مالدار تاجر کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ یہ اس کے لیے قبر کھودی گئی ہے۔"

میں نے ان کو رات والا منظر بتا دیا۔ قبر کھودنے والوں نے واقعہ سن کر قبر بند کر دی۔ اب میں انتظار کرنے لگا کہ کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر گزری تو چند آدمی آئے اور گورکنوں سے پوچھا

"کیا قبر تیار ہو گئی؟"

انہوں نے جواباً کہا۔ "یہاں قبر نہیں بن سکتی، کیونکہ نیچے کیچڑ ہے۔" وہ آدمی یہ سن کر دوسرے ڈیرے پر چلے گئے۔ چونکہ وہاں بھی یہ خواب والی بات پہنچ چکی تھی، اس لیے انہوں نے بھی قبر کھودنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہاں سے وہ آدمی کسی دوسرے قبرستان گئے اور وہاں قبر بنوائی۔ پھر میں جنازے کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اچانک شور اٹھا کہ جنازہ آرہا ہے۔ میں بھی جنازے کے ساتھ ہو گیا۔ جنازے کے ساتھ ایک جم غفیر تھا۔ میں نے جنازے کے پیچھے ایک خوبرو نوجوان کو دیکھا۔ میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ اس عورت (میت) کا بیٹا ہے۔ اس کی اور اس کے باپ کی تعزیت کی جارہی تھی۔

جب میت دفن کر دی گئی تو میں ان دونوں کے قریب گیا اور کہا "میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر اجازت ہو تو بیان کر دوں۔"

یہ سن کر باپ نے یعنی مرنے والی کے خاوند نے کہا۔ "مجھے خواب سننے کی ضرورت نہیں۔" لیکن لڑکے نے کہا "سنایئے!"

میں اسے تخلیہ میں لے گیا اور خواب بیان کر دیا۔ پھر اس سے کہا "تجھے چاہیے کہ تو اس بات کی تفتیش کرے اور وجہ معلوم کرے کہ کیوں قبر والوں نے گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں۔"

اس نوجوان نے کہا۔ "اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ میری ماں شراب نوشی کرتی تھی اور گانے سنتی تھی، نیز دیگر عورتوں پر بہتان لگایا کرتی تھی۔ مگر یہ افعال اتنے سنگین نہیں کہ یہاں تک بات پہنچ جائے کہ مردے بھی دعائیں کریں کہ یہ ہم میں دفن نہ ہو۔ ہاں ہمارے گھر ایک بوڑھی عورت ہے جس کی عمر نناوے سال کی ہے۔ وہ میری ماں کی دایہ اور خدمتگار تھی۔ اگر آپ چاہیں تو چلیں، چل کر اس سے پوچھیں، شاید وہ میری ماں کا کردار جانتی ہو۔"

پھر ہم دونوں اس نوجوان کے گھر گئے۔ اس نوجوان نے مجھے ایک بالاخانے میں داخل کر دیا۔ وہاں ایک معمر عورت بیٹھی تھی۔ اس نوجوان نے بڑھیا کو میری طرف متوجہ کیا۔ میں نے خواب بیان کر کے پوچھا "اماں کیا تیرے پاس کچھ معلومات ہیں؟"

یہ سن کر بڑھیا نے کہا۔ "میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ اسے بخش دے۔ وہ عورت بہت زیادہ بدکار تھی۔"

اس پر نوجوان نے بڑھیا سے پوچھا۔ ''کیا میری ماں شراب نوشی، گانا سننے اور عورتوں پر بہتان لگانے کے سوا بھی گناہ کرتی تھی؟''

بڑھیا نے کہا۔ ''بیٹا اگر تو برا نہ مانے تو میں بتا دیتی ہوں، کیونکہ اس آدمی نے جو خواب بیان کیا ہے یہ تیری ماں کے گناہوں کے سامنے معمولی ہے۔''

یہ سن کر نوجوان نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ تو ہمیں بتائے تاکہ ہم ایسے کردار سے بچ جائیں اور عبرت حاصل کریں۔''

یہ سن کر بڑھیا رو کر کہنے لگی۔ ''خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں کئی سال سے توبہ کر چکی ہوں اور مجھے امید تھی کہ تیری ماں بھی توبہ کر لے گی، مگر اس نے توبہ نہ کی۔ اب میں تمہیں تین کارنامے تیری ماں کے سناتی ہوں۔''

تو اس بڑھیا نے اس عورت کے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا کہ ''تیری ماں بہت بڑی بدکار تھی۔ ہر دن ایک دو نوجوان اس کے گھر آتے تھے، جن سے وہ اپنی خواہش پوری کرتی تھی اور تیرا باپ بازار میں کام کرتا تھا۔ پھر تو جب جوانی کو پہنچا تو تو نہایت وجیہہ نوجوان تھا۔ میں دیکھا کرتی تھی کہ تیری ماں تیری طرف شہوت کی نظر سے دیکھا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن تیری ماں نے مجھ سے کہہ دیا کہ ''میں اپنے بیٹے فریفتہ ہو گئی ہوں، لہٰذا کسی طریقے سے اس کو میری طرف راغب کر۔''

میں نے یہ سن کر تیری ماں سے کہا۔ ''بیٹی یہاں تک کیوں جاتی ہے۔ تیرے لیے اور بہت سارے نوجوان ہیں، جن سے تو اپنی خواہش پوری کرا سکتی ہے۔ لہٰذا بیٹی تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس ارادے سے باز آ۔''

تو تیری ماں کہتی تھی ''نہیں، مجھے اس کے سوا صبر نہیں۔''

تو میں نے تیری ماں سے پوچھا ''تو اس مقصد میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہے، حالانکہ تیرا بیٹا ابھی نوعمر ہے۔ تو خواہ مخواہ بدنام ہو گی۔ لہٰذا خدا کے لیے اس ارادے سے باز آ جا۔''

تو تیری ماں نے مجھ سے کہا ''اماں تو میری مدد کرے تو میں کامیاب ہو سکتی ہوں۔''

میں نے پوچھا ''کیا حیلہ کیا جائے؟''

تو تیری ماں نے کہا ''فلاں گلی کے فلاں مکان میں ایک عرضی نویس ہے وہ رقعے (خط) لکھ کر مردوں عورتوں کے ملاپ کراتا ہے اور اجرت لیتا ہے تو اس کو کہہ کہ وہ میرے بیٹے کو

تحریر لکھے اور نام لیے بغیر کہے کہ ایک دوشیزہ تجھ سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہے وہ تجھ سے فلاں جگہ فلاں وقت ملاپ چاہتی ہے۔''

اس بوڑھی عورت نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جب تجھے میں نے وہ خط دیا تو، تو بھی فریفتہ ہو گیا اور تو نے لکھ دیا کہ ''مجھے منظور ہے۔ فلاں وقت میں آ جاؤں گا۔'' تو میں نے وہ خط تیری ماں کو لا کر دے دیا۔

تیری ماں نے وہ جواب پڑھ کر کہا ''اماں تم میرے بیٹے سے کہو کہ فلاں وقت، فلاں جگہ آ جائے اور تو فلاں بالا خانہ اچھی طرح تیار کر اور اس میں پھل اور خوشبو وغیرہ کا انتظام بھی کر اور تو میرے بیٹے کو یہ بھی کہے کہ جس عورت نے تجھے بلایا ہے وہ ابھی دوشیزہ ہے، وہ روشنی کو پسند نہیں کرتی، بلکہ یہ کام اندھیرے میں بہتر ہے تاکہ تمہارے والدین کو شک نہ گذرے۔''

پھر میں تیرے پاس آئی تھی تو تو نے یہ بات مان لی اور رات کا وقت مقرر ہوا۔ میں نے تیرا جواب تیری ماں کو پہنچایا تو اس نے بہترین کپڑے پہنے اور عمدہ خوشبو لگائی اور وہ اس بالا خانے میں پہنچ گئی اور پھر تو بھی پہنچ گیا اور پھر داد عیش سحری تک جاری رہا۔ پھر تو وہیں سو گیا تو میں نے صبح کے وقت آ کر تجھے جگایا۔ پھر چند دنوں کے بعد تیری ماں نے مجھ سے کہا ''اماں، میں اپنے ہی بیٹے سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ اب کیا کروں؟''

تو میں نے کہا ''مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ تو کیا کرے۔'' لیکن تیری ماں کسی حیلے بہانے سے تجھ سے اپنی خواہش پوری کرتی رہی۔ تا آنکہ ولادت کا وقت قریب آ گیا تو تیری ماں نے تیرے باپ سے کہا کہ ''میں بیمار ہوں، میں چاہتی ہوں کہ کچھ دن اپنی ماں کے پاس رہ آؤں۔'' تو تیرے باپ نے اجازت دے دی۔ پھر میں اور تیری ماں تیری نانی کے گھر چلی گئیں۔ وہاں ایک کمرے میں رہائش رکھ لی اور جب ولادت کا وقت آیا تو میں ایک دایہ کو بلا کر لائی تو تیری ماں کے ہاں بچہ پیدا ہوا جو کہ تیری ماں نے مار دیا اور پھر ہم نے وہ بچہ دفن کر دیا۔

کچھ دن گذرے کہ تیری ماں نے مجھ سے کہا۔ ''اب پھر میں اپنے بیٹے سے خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔''

تو میں نے کہا۔ ''بنی جو کچھ ہو چکا وہ تیرے لیے کافی نہیں؟''

تو تیری ماں نے کہا۔ مجھے صبر نہیں ہے اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ شروع ہو گیا......الخ۔''

پھر جب وہ بڑھیا دوسرا واقعہ سنانے لگی تو اس عورت کے بیٹے نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی ''اماں بس کر...... اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری ماں پر لعنت کرے اور ساتھ تجھ پر لعنت ہو۔''

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کر آ گیا۔ کاش کہ وہ بڑھیا دوسرے دو واقعات بھی سنا دیتی۔ (ذم الھوی، صفحہ ۳۴۰ مصنف علامہ ابن جوزی)

فاحشہ اور بچے کی قاتلہ پر عذاب الٰہی کے نزول کا عجیب واقعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی خادمہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دفعہ بیٹھے تھے، ان کے بالوں کو درست کر رہے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی ''اے ام المومنین! مجھے ایک اللہ اور پھر آپ کے علاوہ کسی کی مدد کی امید نہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی گردن سے کپڑا ہٹایا تو ایک سانپ لپٹا ہوا تھا اور پھر کہنے لگی کہ ''جب میں اس کو دور کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہوں تو یہ سانپ منہ کھول لیتا ہے، جیسے وہ مجھے کھا لے گا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تمہارا برا کرے، تم نے کیا کیا تھا؟''

اس نے کہا ''اے ام المومنین! میں آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے شوہر سفر میں ہیں، میں نے زنا کیا۔ اس سے بچہ ہوا تو میں نے اس کو قتل کر دیا، اب جب میں فلاں مقام پر پہنچی تو یہ سانپ میری گردن سے چمٹ گیا۔''

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اس کو جلدی سے یہاں سے نکال دو۔''

ہم نے اس کو نکال دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو اس عورت کے پیچھے یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ ''اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جب تک یہ اس جگہ تک نہ پہنچے جہاں سے یہ سانپ اس سے چمٹا ہے تم واپس نہ آنا۔''

وہ غلام نکلا، سانپ چمٹنے کی جگہ جب عورت پہنچی تو سانپ اس کی گردن سے الگ ہو گیا اور زمین پر دم پر کھڑے ہو کے زوردار آواز میں پھنکارا تو کچھ جانور اس طرف نکل آئے۔ غلام کا بیان ہے کہ میں نے سوچا کہ یہ پورے علاقے میں ابھی دہشت پھیلا دیں گے، لیکن وہ جانور صرف اس عورت کی طرف بڑھے اور اس کے گوشت کو جی بھر کر کھایا۔ یہاں تک کہ میں

نے صرف عورت کی سفید ہڈیاں دیکھیں۔ غلام نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ (العقوبات الالٰھیۃ، صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱)

عورت سے بدتمیزی کرنے والے پر خدائی عذاب:

حضرت غیلان بن جریر فرماتے ہیں کہ ایک سردار قسم کے آدمی نے میمونہ نامی ایک عورت کے سر کا دوپٹہ کھینچا تو عورت نے سر اٹھا کر یوں بددعا کی۔ ''اللہ تیرے ہاتھ کو کاٹ دے۔'' ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (العقوبات الالھیۃ۔ صفحہ ۱۹۷)

سانپوں نے صرف فاحشہ عورت پر یلغار کی:

جویریہ بن اسماء اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے قافلے کے ساتھ نکلا۔ راستے میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی، وہ سو کے اٹھی تو ایک زہریلا سانپ اس سے چمٹا ہوا تھا۔ سانپ نے اپنے سر اور دم کو اس کی چھاتیوں کے درمیان ملائے رکھا تھا۔ ہم بڑے خوفزدہ ہو گئے۔ وہاں سے کوچ کر گئے۔

سانپ اسی طرح اس عورت سے چمٹا ہوا تھا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم حدود حرم میں داخل ہوئے تو سانپ عورت کو چھوڑ کر کہیں گم ہو گیا۔ ہم مکہ مکرمہ گئے، مناسک حج ادا کیے۔ اس کے بعد واپس روانہ ہوئے۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں آتے وقت عورت سے سانپ چمٹ گیا تھا تو ہم نے اتفاقاً وہاں پڑاؤ ڈالا۔ عورت بے خوف سو رہی تھی، اٹھی تو پھر سانپ چمٹا ہوا ملا۔

اس بار سانپ نے زور سے پھنکارا تو وادی سے ہماری طرف بے شمار سانپ نکل آئے جنہوں نے (کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا) صرف اس عورت کو کاٹ کاٹ کر ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کی صرف ہڈیاں رہ گئیں تو ہم نے اس کی باندی جو اس کے ساتھ تھی، اس سے پوچھا کہ ''تیرا برا ہو، تو ہمیں اس عورت کے بارے میں کچھ بتا کہ یہ کون تھی؟''

باندی نے کہا کہ ''اس عورت نے تین مرتبہ زنا کیا۔ تینوں مرتبہ بچہ ہوا۔ اس نے ہر مرتبہ بچے کو چولہے میں آگ بھڑکا کر اس میں ڈال دیا۔'' (العقوبات الالھیۃ، صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲)

بدنیت مرد کی کلائی عورت کی کلائی سے چپک گئی:

علقمہ بن مرثد بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ ایک عورت کی کلائی کی چمک پر نظر پڑی۔ اس نے تلذذ کی نیت سے اپنی کلائی عورت کی کلائی پر رکھ دی تو اس کی کلائی عورت کی کلائی سے چپک گئی اور وہ اپنے منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ ایک بزرگ آئے اور کہا کہ ”جس جگہ تم نے یہ حرکت کی ہے وہاں واپس جاؤ اور رب کعبہ سے وعدہ کرو کہ آئندہ ایسا نہیں کرو گے۔“ اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی کلائی عورت کی کلائی سے جدا ہو گئی۔

(العقوبات الالھیۃ، صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶۔ از مفتی عبدالغنی)

موضوع نمبر ۱۳

لواطت کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

لواطت کرنے والے کی قبر میں شکل:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو لواطت کرتے دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ”اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ ”میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔“ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو جلوا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”جو شخص اپنی مرضی سے لواطت کرائے اللہ اس پر عورتوں کی سی شہوت ڈال دیتے ہیں اور قبر میں اس کی شکل شیطان مردود کی بن جاتی ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ سے گزرے، وہاں آگ لگی ہوئی تھی۔ ایک آدمی جل رہا تھا۔ آپ نے پانی لیا بجھانے کے لیے تو وہ آگ لڑکے کی صورت میں بدل گئی۔ آپ نے تعجب کیا اور اللہ سے سوال کیا کہ ”یا اللہ ان کو دنیا والی شکل میں لوٹا دے تاکہ میں ان سے دریافت کروں۔“

چنانچہ وہ زندہ ہوئے۔ ایک مرد تھا اور دوسرا لڑکا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ”یہ کیا واقعہ ہے؟“

تو اس مرد نے کہا۔ ”اے روح اللہ، میں دنیا میں اس لڑکے کی محبت میں مبتلا تھا اور میں نے اس سے بدفعلی کی۔ جب ہم دونوں مر گئے تو دونوں آگ بن گئے۔ یہ آگ بن کر مجھے جلاتا ہے، دوسری دفعہ میں آگ بن کر اسے جلاتا ہوں۔ یہ عذاب قیامت تک ہمیں ملتا رہے گا۔“

لوطی قبر سے غائب ہو گیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”میری امت میں سے جو شخص قوم لوط کا عمل بد کرتا ہے، جب ایسے شخص کی موت ہوتی

ہے اور قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو قوم لوط کے گروہ میں لے جا کر رکھ دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کا حشر بھی قوم لوط کے ساتھ ہوگا۔" (دیلمی فی الفردوس)

عمرو بن اسلم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مقام ثغر میں ایک شخص کی موت ہوگئی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔ تیسرے دن اتفاق سے اس کو کھودا گیا تو قبر کی اینٹیں سب اپنی جگہ پر تھیں۔ اس کی لحد میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ یعنی مردہ غائب تھا۔ حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے اس واقعے کا ذکر کر کے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ "ہم نے ایک حدیث سنی ہے کہ قوم لوط کا عمل کرنے والا شخص جب مر جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر سے اٹھا لے جاتے ہیں اور قوم لوط کے ساتھ وہ رہتا ہے۔ جب قیامت ہوگی تو انہی کے ساتھ وہ بھی اٹھایا جائے گا۔" (ابن عساکر فی تاریخہ)

موضوع نمبر ۱۴

رشوت خوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

رشوت پر عذاب کا ایک واقعہ:

وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی دل بھی تھے۔ دل کھول کر غریبوں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے۔ کئی یتیم بچیوں کی شادیاں بھی کرادیں۔ حج بھی کیا ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ء کی صبح ان کا انتقال ہوگیا۔ بے حد ملنسار اور بااخلاق تھے۔ اہل محلہ ان سے بہت متاثر تھے۔ لہٰذا سوگواروں کا تانتا بندھ گیا۔ ان کے جنازے میں لوگوں کا کافی اژدھام تھا۔ سب لوگ قبرستان آئے۔ قبر کھود کر تیار کر لی تھی۔

جونہی میت قبر میں اتارنے کے لیے لائے کہ غضب ہوگیا یکایک قبر خود بخود بند ہوگئی۔ سارے لوگ حیران رہ گئے۔ دوبارہ زمین کھودی گئی۔ جب میت اتارنے لگے تو پھر قبر خود بخود بند ہوگئی۔ سارے لوگ پریشان تھے۔ ایک آدھ بار مزید ایسا ہی ہوا۔ آخرکار چوتھی بار تدفین میں کامیاب ہو ہی گئے۔ فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہے۔ لوگوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا۔

آہ! قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اس میں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا اور قبر کے اندر سے چیخ و پکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر سب کے اوسان خطا ہوگئے اور سب لوگ جس سے جس طرح بن پڑا، بھاگ کھڑے ہوئے۔

سب لوگ بے حد پریشان تھے کہ بظاہر نیک، سخی اور بااخلاق انسان کی آخر ایسی کونسی خطا تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلا ہوگیا؟ تحقیق کرنے پر اس کے حالات کچھ یوں سامنے آئے:

مرحوم بچپن ہی سے بہت ذہین تھا۔ لہٰذا ماں باپ نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ جب جب خوب پڑھ لکھ لیا تو کسی طرح سفارش اور رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمے میں ملازمت اختیار

کرلی۔ رشوت کی لت پڑ گئی۔ رشوت کی دولت سے پلاٹ بھی خریدا اور خاصا بینک بیلنس بھی بنایا۔ اسی سے حج بھی ادا کیا اور ساری سخاوت بھی اسی مال سے کیا کرتا تھا۔

حسن ظاہر پہ اگر تو جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
کر نہ غفلت، یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

مردہ تین مرتبہ اٹھ کر بیٹھ گیا:

۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۱ ہجری کو ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان میں لایا گیا، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکا یک ٹیڑھی ہوگئی۔ پہلے پہل تو لوگوں نے اسے گورکن کا قصور قرار دیا۔ اس لیے دوسری جگہ قبر کھودی گئی۔ جب جنازے کو دوسری قبر میں اتارنے لگے تو قبر ایک بار پھر ٹیڑھی ہوگئی۔ اب لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا۔ تیسری بار بھی ایسا ہوا۔ قبر حیرت انگیز حد تک اس قدر ٹیڑھی ہوجاتی کہ تدفین ممکن نہ رہتی۔

بالآخر شرکائے جنازہ نے مل جل کر میت کے لیے دعائے مغفرت کی اور پانچویں قبر میں ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود زبردستی پھنسا کر میت کو اتار دیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے رشتے داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ افسر رشوت لیتا تھا، جس کا اس کو مرتے وقت انجام ملا اور اب آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اس افسر کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہوگا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

''جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہوا، وہ قیامت کے دن اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ رشوت لینے والا نہ تھا اور اس کے فیصلے بھی حق پر مبنی تھے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر وہ رشوت خور تھا اور

لوگوں سے مال لے کر حق کے خلاف فیصلے کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔''

اس حدیث مبارکہ سے رشوت خور کے انجام کے متعلق خوب عبرت حاصل ہوتی ہے۔

مکاس شخص آگ کے انگارے کی طرح دہک رہا تھا:

حضرت ابو عبداللہ محمد بن وزیر حرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں ایک دن عصر کے بعد اپنے گھر سے اطراف باغ کی طرف نکلا، چلتے پھرتے سورج غروب ہونے سے ذرا ہی پہلے میں ایک قبرستان پر پہنچا، میں نے اچانک ایک قبر کو دیکھا کہ انگارے کی طرح دہک رہی ہے اور شیشہ گر کی بھٹی کی طرح سرخ تھی اور اس قبر کا مردہ اس کے درمیان میں پڑا ہوا تھا۔

میں حیرانی کے عالم میں اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور سوچنے لگا کہ میں خواب میں ہوں یا بیداری میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب ادھر ادھر نظر کرکے شہر کی فصیل کو دیکھا تو میں نے کہا، واللہ میں جاگ رہا ہوں اور بیداری میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے وہ عبرتناک منظر دیکھا تھا کہ ہوش حواس گم تھے۔ میں اپنے گھر مدہوشی کے عالم میں پہنچا۔ گھر والے میرے سامنے کھانا لائے، لیکن میں نہ کھا سکا اور بے تابی کی حالت میں شہر کی طرف جاکر لوگوں سے اس قبر والے کا حال دریافت کیا۔

لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک مکاس یعنی چنگی وصول کرنے والا شخص تھا اور آج ہی اس کا انتقال ہوا ہے، اور آج ہی اسے دفن کیا گیا ہے۔ اس قبر کی آگ کا مشاہدہ بالکل اسی طرح خصوصی ہے جس طرح کبھی کبھی جن یا فرشتے دکھائی پڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دکھا دیتا ہے۔

رشوت کا انجام:

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ بسلسلہ تبلیغ اپنے ایک رسالے احکام المال صفحہ ۱۶ پر رقمطراز ہیں۔

''لوگ رشوتیں لے کر مال جمع کیا کرتے ہیں۔ پھر دیکھیے اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔

میرے ایک عزیز پولیس میں ملازم تھے۔ انہوں نے خوب رشوتیں لے کر روپیہ جمع کیا تھا۔ اتفاق سے سرکار کی طرف سے کسی معاملے پر مقدمہ قائم ہوگیا تھا۔ جتنا کمایا تھا، سب اس میں لگ گیا۔ حتیٰ کہ گھر کا زیور بھی نہیں رہا۔ بالکل خالی ہوگئے۔ جب خدا خدا کر کے اس مقدمے سے جان چھوٹی، اس کے بعد پھر اسی طرح روپیہ جمع کیا اور پرانے تکیے میں سی دیئے۔ اس خیال سے کہ اسے چور کیا اٹھائیں گے۔

ایک روز وہ اتفاق سے تحقیقات میں گئے ہوئے تھے کہ ان کے مکان میں آگ لگ گئی۔ گھر والوں نے قیمتی اسباب اٹھا اٹھا کر گھر سے باہر پھینکا، اس تکیے کا کسی کو بھی خیال نہ آیا۔ وہ جب تحقیقات کر کے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ پوچھا کہ میرا تکیہ کہاں؟ گھر والوں نے کہا جو قیمتی چیزیں تھیں وہ مشکل سے بچائی ہیں۔ وہ پرانا تکیہ بھی کوئی حفاظت کے قابل تھا؟ کہنے لگے، میرے تو اس میں نوٹ تھے۔ اور آخر حرام کمائی ہاتھ سے نکل گئی۔

موضوع نمبر ۱۵

جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

جھوٹی قسم پر جذام کا عذاب:

ہارون الرشید اور یحییٰ ابن عبداللہ اور عبداللہ بن مصعب ایک مجلس میں تھے۔ یحییٰ نے ہارون الرشید سے کہا کہ عبداللہ بن مصعب کا ایک قصیدہ ہے اور پھر اس نے قصیدہ سنا دیا۔

قصیدہ سن کر ہارون کا چہرہ صدمے سے متغیر ہوگیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ نے فوراً قسم کھائی کہ یہ شعر میرے نہیں ہیں۔

یحییٰ نے قسم کھا کر کہا کہ ”اے امیر المومنین یہ شعر اسی کے ہیں۔ اگر یہ انکار کرتا ہے تو میں اس سے ایسی قسم لوں گا جو اس کو جھوٹی کھائے گا وہ فوراً عذاب میں پکڑا جائے گا۔“

ہارون نے اجازت دے دی اور یحییٰ نے ایک بڑی بھاری قسم لی۔ مگر عبداللہ نے قسم سے انکار کیا۔

ہارون نے خفا ہو کر فضل بن ربیع سے کہا کہ ”اگر عبداللہ سچا ہے تو قسم کیوں نہیں کھاتا؟“ ہارون نے اپنی چادر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ”اگر اس کے بارے میں کوئی قسم لے تو میں ضرور قسم کھا کر کہوں گا کہ یہ میری چادر ہے۔“

فضل نے عبداللہ کو لات مار کر کہا کہ قسم کھا۔ چنانچہ اس نے قسم کھالی۔ اس وقت وہ ڈر سے کانپ رہا تھا اور چہرہ فق تھا۔ اس نے قسم کھالی۔ تو یحییٰ نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا ”اے عبداللہ! اب تو ہلاک ہو کر ہی رہے گا، کیونکہ تو نے جھوٹی قسم کھائی ہے۔“

اللہ کی قدرت کہ ابھی عبداللہ مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس کو جذام ہوگیا اور بدن کے ٹکڑے گل گل کر گرنے لگے۔ تیسرے دن اس کا انتقال ہوگیا۔ فضل ابن ربیع بھی اس کے

جنازے میں شریک تھا۔ جب عبداللہ کو قبر میں رکھ کر اینٹیں رکھی گئیں تو قبر دھنس گئی اور لاش اتنی نیچے چلی گئی کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہوگئی۔ پھر اچانک سخت غبار کی آندھی نکلی۔ فضل نے شور مچایا کہ ''لاؤ مٹی لاؤ۔''

مگر مٹی جس قدر ڈالتے اندر گم ہو جاتی۔ پھر کانٹوں کے گٹھر لائے گئے، وہ بھی اندر غائب ہو گئے۔ فضل کے حکم سے اس قبر پر لکڑی کی چھت بنادی گئی اور قبر کی گہرائی کو بھرنے سے تمام لوگ عاجز آ گئے۔ (زواجر)

جھوٹ کی سزا (حشرات الارض کا واقعہ):

انسان اور چیونٹی میں ایک چیز مشترک ہے، وہ ہے ذخیرہ اندوزی۔ حافظ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ:

امام احمد کے سلسلہ مشائخ میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک چیونٹی اپنے بل سے نکلی اور اسے مری ہوئی ٹڈی کا ایک ٹکڑا ملا، اس نے اٹھانا چاہا مگر اسے اٹھا نہ سکی۔ اس کو چھوڑ کر چلی گئی اور اس کو اٹھانے کے لیے کئی ایک چیونٹیوں کو بلا لائی۔ میں نے اس ٹکڑے کو زمین سے اٹھالیا۔ وہ اس جگہ گھوم کر اور اس کو دیکھ بھال کر جب نہ ملا تو باقی واپس چلی گئیں اور وہ اکیلی وہیں رہی۔

میں نے اس ٹکڑے کو اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے پھر اٹھانا چاہا۔ لیکن وہ اٹھا نہ سکی۔ پھر چلی گئی اور پھر ان کو ساتھ لے آئی۔ میں نے وہ ٹکڑا پھر اٹھالیا، وہ ادھر ادھر دیکھ بھال کر واپس چلی گئیں۔ میں نے کئی دفعہ اسی طرح کیا۔

آخر یہ ہوا کہ ان چیونٹیوں نے ایک حلقہ باندھا اور اس کو حلقے میں لا کر اس کا ایک ایک عضو الگ کر دیا۔

میں نے اس حکایت کو جب اپنے استاذ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

''دوسری چیونٹیوں نے اس چیونٹی کو اس لیے مارا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ جھوٹ برا ہے اور جھوٹے کو سزا دینی چاہیے اور وہ چیونٹی ان کے نزدیک جھوٹی ثابت ہوئی تھی۔''

(شفاء العلیل للامام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم ا: ۲۴۶۔ بشکریہ مولانا محمد اشرف جاوید)

جھوٹے پر خدائی عذاب:

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو محمد حبیب کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ ''تمہارے ذمے میرے تین سو درہم ہیں۔''

انہوں نے فرمایا ''کہاں سے تمہارے تین سو درہم میرے ذمے آ گئے؟''

اس نے پھر کہا کہ ''میرے تین سو درہم آپ کے ذمے واجب الادا ہیں۔''

حضرت ابو محمد حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اچھا کل آ جاؤ۔''

یہ کہہ کر اس آدمی کو واپس کر دیا اور رات کو وضو کر کے نماز پڑھی اور یوں دعا کی کہ ''اے اللہ! اگر اس آدمی نے سچ کہا ہے تو، تو یہ پیسے ادا کرنے کا بندوبست کر دے، لیکن اگر اس نے جھوٹ کہا ہے تو اس کے ہاتھ میں کوئی مرض پیدا کر دے۔''

دوسرے دن اس آدمی پر فالج کا ایسا حملہ ہوا کہ اسے لوگ کندھا دے کر لائے۔ حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ''تمہیں کیا ہو گیا؟''

اس نے کہا کہ ''کل میں ہی آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ پر میرا کوئی قرض نہیں ہے۔ میں نے جو کہا تھا وہ اس لیے کہا تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے شرم کے مارے مجھے پیسے دے دیں گے۔''

حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دعا کی کہ ''اے اللہ! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو اس کو صحت کا جامہ پہنا دے۔''

اس دعا کے بعد وہ آدمی خود اٹھ کر زمین پر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اس کو کبھی کوئی مرض لاحق ہوا ہی نہیں۔

جھوٹے کا ہاتھ شل ہو گیا:

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ ایک عورت ایک مرد کو پکڑ کر لے آئی اور کہنے لگی کہ ''اس آدمی نے میری انگوٹھی چرالی ہے۔''

مرد نے کہا کہ ''میں نے نہیں چرائی۔''

تو عورت نے کہا کہ ”آپ لوگ سب آمین کہیں میں دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ اگر میں جھوٹی ہوں تو، تو میرے ہاتھ کو شل کر دے۔ اگر یہ آدمی جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ کو شل کر دے۔“

دوسرے دن صبح وہ آدمی اٹھا تو اس کا ہاتھ شل تھا۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دو تین حج کیے ہیں۔ میں نے اہل مکہ اور اہل مدینہ کو اس طرح کہتے سنا ہے کہ (کسی بات پر یقین دلانے کے لیے وہ کہتے ہیں) کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو اللہ مجھ میں اس کی کوئی نشانی ظاہر کر دے۔ جیسے انگوٹھی والے میں ظاہر کی۔

(العقوبات الالھیہ صفحہ ۲۲۲۔ عبرت انگیز واقعات)

موضوع نمبر ۱۶

کفن چوروں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

کفن چور کے چہرے پر ایک پاک دامن خاتون کا طمانچہ:

علامہ ابو اسحٰق فرازی فرماتے ہیں کہ ہماری مجلس میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا۔ مگر وہ آدھا چہرہ چھپائے رکھتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا۔ ”اے اللہ کے بندے، تو ہمارے پاس بھی بیٹھتا ہے، مگر تو اپنا آدھا چہرہ بھی ہم سے چھپائے رکھتا ہے، یہ کیوں؟“

تو اس نے کہا۔ ”اگر مجھے آپ امن دیں تو میں بتاتا ہوں۔“

یہ سن کر میں نے اسے امن دیا تو اس نے بتایا کہ ”میں ایک کفن چور تھا۔ ایک نیکوکار پاکدامن عورت فوت ہوگئی۔ میں رات کو اٹھا اور اس کی قبر پر پہنچ گیا۔ اس کی قبر کھولی اور اس کے کفن کو پکڑ کر کھینچتا۔ مگر کفن نہ کھنچتا تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل ہو کر زور سے جب کفن کو کھینچنا چاہا تو اس پاکدامن بی بی نے ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر طمانچہ رسید کر دیا۔“

اس کفن چور نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اس کے ایک رخسار پر پانچوں انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ میں نے کفن چور (بناش) سے پوچھا۔ ”پھر کیا ہوا؟“

اس نے بتایا ”میں نے کفن کو وہیں چھوڑا اور سچی توبہ کی اور عہد کیا۔ یا اللہ آئندہ میں یہ کام کبھی نہ کروں گا اور پھر قبر پر اینٹیں لگا کر مٹی ڈال کر آ گیا۔“

ابو اسحٰق فرازی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ لکھ کر علامہ اوزاعی کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ پڑھ کر علامہ اوزاعی نے میری طرف لکھا کہ ”اس بندے سے پوچھو کہ کبھی تو نے کفن چوری کے دوران ایسا بھی دیکھا کہ کسی مسلمان کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا ہو۔“

پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ”میں نے کئی مسلمانوں کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا دیکھا ہے۔“ جب میں نے یہ لکھ کر علامہ اوزاعی کو بھیجا تو انہوں نے تین مرتبہ پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر فرمایا جس کا منہ قبلے سے پھرا ہوا ہے۔ اس کا ایمان پر خاتمہ نہیں ہوا۔

پراسرار اندھا:

ایک اندھا بھکاری تھا جو اپنی آنکھیں چھپائے رکھتا تھا۔ اس کا سوال کرنے کا انداز بڑا عجیب تھا۔ وہ لوگوں سے کہتا۔ ''جو مجھے کچھ دے گا اس کو ایک عجیب بات سناؤں گا اور جو زیادہ دے گا اس کو ایک عجیب چیز بھی دکھاؤں گا۔''

ابواسحٰق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کسی نے اس کو کچھ دیا تو میں اس کے پاس کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنی آنکھیں دکھائیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ اس کی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ جس سے آر پار نظر آتا تھا۔ اب اس نے اپنی داستان حیرت نشان سنانی شروع کی۔

میں اپنے شہر کا نامی گرامی کفن چور تھا اور لوگ مجھ سے بے حد خوفزدہ رہتے تھے۔ اتفاق سے شہر کا قاضی (یعنی جج) بیمار پڑ گیا۔ اس کو جب اپنے بچنے کی امید نہ رہی تو اس نے مجھے سو دینار بھجوا کر کہلا بھیجا کہ میں ان سو دیناروں کے ذریعے اپنا کفن تجھ سے محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ہامی بھر لی۔

اتفاقاً وہ تندرست ہوگیا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد پھر بیمار ہو کر مر گیا۔ میں نے سوچا کہ وہ عطیہ تو پہلے مرض کا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی قبر کھود ڈالی۔ قبر میں عذاب کے آثار تھے اور قاضی (جج) قبر میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔ اچانک میں نے اپنے گھٹنوں میں درد محسوس کیا اور اچانک کسی نے میری آنکھوں میں انگلیاں گھونپ کر مجھے اندھا کر دیا اور کہا۔ ''اے دشمن خدا! اللہ عزوجل کے بھیدوں پر کیوں مطلع ہوتا ہے؟'' (شرح الصدور)

چور قبرستان سے کفن چراتے ہوئے زمین میں دھنس گیا:

عادی کفن چور قبرستان سے کفن چراتے ہوئے زمین میں دھنس گیا اور رات بھر قبرستان میں بے ہوش رہا۔ تفصیلات کے مطابق کندیاں کے نواحی قصبے موضع کنڈل میں ایک عادی کفن چور گزشتہ رات کو ایک تازہ قبر سے کفن چوری کر رہا تھا کہ اس کے پاؤں اچانک گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ کافی کوشش کے باوجود وہ اپنے آپ کو اس

مصیبت سے باہر نہ نکال سکا۔ سخت سردی میں بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا اور ساری رات قبر میں پڑا رہا۔

صبح جب اہل علاقہ ایک اور میت کو دفنانے کے لیے آئے تو ان پر صورتحال واضح ہوگئی۔ چنانچہ گاؤں سے نیک لوگوں کو طلب کر کے استغفار کیا گیا۔ جس پر عبدالرحمٰن کی ٹانگیں عذاب سے باہر نکلیں۔ لیکن وہ چلنے پھرنے سے ہمیشہ کے لیے معذور ہو چکا تھا۔

کفن چور کے انکشافات:

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ایک کفن چور نے توبہ کی۔ جس نے تقریباً بائیس سو کفن چرائے تھے۔ حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دریافت کرنے پر اس نے تین قبروں کے واقعات بیان کیے۔

(۱)......آگ کی زنجیریں:

ایک بار میں نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک دل دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مردے کا چہرہ سیاہ ہے۔ ہاتھ پاؤں میں آگ کی زنجیریں ہیں اور اس کے منہ سے خون اور پیپ جاری ہے۔ نیز اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر میں ڈر کر بھاگنے ہی والا تھا کہ مردہ بول اٹھا۔ ''کیوں بھاگتا ہے؟ آ اور سن کہ مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے۔''

میں مردے کی پکار سن کر ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا اور تمام ہمت اکٹھی کر کے قبر کے قریب گیا اور جب اندر جھانک کر دیکھا تو عذاب کے فرشتے اس کی گردن میں آگ کی زنجیریں باندھے بیٹھے تھے۔ میں نے مردے سے پوچھا۔ ''تو کون ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں مسلمان، ابن مسلمان ہوں۔ مگر افسوس، میں شرابی اور زانی تھا اور اسی بدمستی کی حالت میں مرا اور عذاب میں گرفتار ہوگیا۔''

(۲)......کالا مردہ:

ایک مرتبہ جب کفن چرانے کی غرض سے میں نے قبر کھودی تو ایک کالا مردہ زبان نکالے

برہنہ کھڑا ہوگیا۔اس کے چاروں طرف آگ لپک رہی تھی۔فرشتے اس کے گلے میں زنجیریں باندھے کھڑے تھے۔اس شخص نے مجھے دیکھتے ہی پکارا۔''بھائی!میں سخت پیاسا ہوں، مجھے تھوڑا سا پانی پلادو۔''

فرشتوں نے مجھ سے کہا۔''خبردار،اس بے نمازی کو پانی مت دینا۔''

پھر میں نے ہمت کرکے اس مردے سے پوچھا۔''تو کون تھا؟اور تیرا جرم کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔''میں مسلمان ہوں،مگر افسوس!میں نے اللہ عزوجل کی بہت نافرمانیاں کی ہیں اور میری طرح بہت سے لوگ عذاب میں گرفتار ہیں۔''

(۳)......قبر میں باغ:

اسی طرح ایک دفعہ میں نے ایک قبر کھودی تو قبر کو اندر سے بہت ہی وسیع پایا اور ایک نہایت ہی خوشنما باغ دیکھا۔جس میں نہریں بہہ رہی تھیں اور ایک حسین وجمیل نوجوان اس باغ میں مزے لوٹ رہا تھا۔میں نے اس نوجوان سے پوچھا۔''تجھے کس عمل کے سبب یہ انعام ملا ہے؟''

وہ بولا۔''میں نے ایک واعظ سے سنا تھا کہ جو شخص عاشورے کے روز چھ رکعت نفل پڑھے،اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔لہٰذا میں ہر سال عاشورے کے روز چھ رکعتیں پڑھ لیا کرتا تھا۔''

کفن چور کو پانچ قبروں کے چشم دید حالات نے گناہوں سے توبہ پر آمادہ کردیا:

حدیث میں منقول ہے کہ ایک جوان آدمی نہایت غمگین عبدالملک کے پاس آیا۔عبدالملک نے اس کے رنج وغم کی وجہ پوچھی تو غمزدہ نے کہا کہ''میں اپنے گناہ کے سبب سے غمگین ہوں۔''

عبدالملک نے اس سے کہا۔''تیرا گناہ عرش سے بڑا تو نہیں ہے؟''

اس نے کہا۔''اس سے بھی بڑا ہے۔''

عبدالملک نے کہا۔''تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کی رحمت؟''

اس پر نوجوان نے خاموشی اختیار کی۔پھر عبدالملک نے پوچھا۔''تیرا گناہ کونسا ہے؟''

اس نے بتایا کہ میں کفن چور تھا۔پانچ قبروں کے مردوں نے مجھے توبہ پر آمادہ کیا۔ان قبروں کے حالات یہ ہیں کہ۔میں نے ایک قبر کو جب کھودا تو اس کے مردے کو دیکھا کہ اس کا منہ قبلے کی طرف سے پھیر دیا گیا تھا اور اس کو دوسرا عذاب بھی دیا جارہا تھا۔میں ڈر کر وہاں سے لوٹا تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ''تو اس مردے سے کیوں نہیں پوچھ سکتا کہ وہ عذاب میں کس وجہ سے گرفتار ہے؟''

میں نے جواب دیا کہ''یہ بات میں نہیں پوچھ سکتا۔''

چنانچہ اس ہاتف نے بتایا کہ''یہ شخص نماز کو حقیر سمجھتا تھا اس لیے اس کو عذاب ہورہا ہے۔''

میں نے ایک دوسری قبر کھودی تو دیکھا کہ اس قبر کا مردہ بالکل سور ہوگیا تھا اور طوق اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا۔میں یہ دیکھ کر ڈر سے لوٹنے لگا۔ہاتف غیبی نے پکار کر مجھ سے کہا۔''تو اس مردے سے عذاب کا سبب کیوں نہیں پوچھتا؟''

میں نے کہا۔''یہ سوال میری قدرت سے باہر ہے۔''

ہاتف نے کہا۔''یہ شراب پیتا تھا۔اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو اس نے حرام نہیں کیا۔''

میں نے ایک تیسری قبر کھودی تو دیکھا اس کا مردہ آگ کی میخوں سے بندھا ہوا تھا اور اس کی زبان گدی کی طرف نکلی ہوئی تھی۔میں ڈر کر واپس ہونے لگا تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ''میت سے اس کی وجہ کیوں نہیں پوچھتا؟''

میں نے کہا۔''سوال کی مجھ میں طاقت نہیں۔''

اس نے کہا۔''یہ لوگوں کے مال دبانے کی کوشش کرتا تھا۔''

میں نے ایک چوتھی قبر کھودی۔دیکھا کہ مردہ آگ میں جل رہا تھا اور فرشتے اس کو مار رہے تھے اور وہ چیخ رہا تھا۔میں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا کہ''تو مردے سے اس عذاب کی وجہ کیوں نہیں پوچھتا؟''

میں نے کہا۔''سوال کی مجھ میں قوت نہیں۔''

ہاتف نے بتایا کہ''یہ جھوٹا شخص تھا اور جھوٹی قسمیں کھایا کرتا تھا۔''

میں نے ایک پانچویں قبر کھودی تو دیکھا کہ فرشتے اس مردے کو آگ کے ستون سے مار رہے تھے اور مردہ خوب چلا رہا تھا۔میں ڈر کر واپس ہونے لگا تو ہاتف غیبی نے پکار کر کہا''تو

اس عذاب کا سبب کیوں نہیں پوچھتا؟“

میں نے کہا: ”میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے۔“

پھر ہاتف نے خود بتایا کہ ”یہ ایک کھلنڈرا تھا۔ شطرنج وغیرہ کھیلا کرتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ قبر کا عذاب دل، آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور سارے بدن کے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے اور ان اعضاء سے جو نیک کام ہوتے ہیں ان پر اجر ملتا ہے۔

موضوع نمبر ۱۷

قرآن کی بے حرمتی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے واقعات

قرآن کا بچہ موت کے منہ میں لے گیا:

یہ واقعہ احقر نے ایک کتاب میں پڑھا جس میں ایک شخص لکھتا ہے کہ میرا دیکھا ہوا ہے، جس زمانے میں میرا قیام مدرسہ راندیریہ رنگون میں تھا تو ہندوستان میں ایک شخص رنگون سے آیا۔ اس کے ساتھ اس کی لڑکی بھی تھی جس کی عمر چار سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس نے کہا یہ لڑکی حافظ قرآن ہے اور بغیر پڑھے پڑھائے پیدائشی حافظہ ہے۔ آپ جہاں سے چاہیں ایک آیت اس کے سامنے پڑھ دیں، یہ اس سے آگے دس بارہ آیتیں پڑھ دے گی۔

چنانچہ رنگون میں بہت سے مقامات پر اس کا امتحان لیا گیا تو جیسا کہا تھا ایسا ہی دیکھا گیا۔ رنگون کے لوگوں نے اس لڑکی کو بہت انعام دیا۔ اس کے باپ کی آمدنی اس لڑکی کے اس کمال ہی سے تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کو آمدنی کا ذریعہ نہ بناؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح یہ لڑکی زیادہ نہ جئے گی۔ چنانچہ میرا خیال صحیح نکلا۔ اگلے سال میں نے سن لیا کہ اس بچی کا انتقال ہو گیا ہے۔

قرآن کی جھوٹی قسم کھانے کا نقد عذاب:

یہ ۱۹۴۶ء ماہ فروری کے آخری ہفتے کا ذکر ہے۔ میں ان دنوں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں بطور کنڈیکٹر کام کیا کرتا تھا۔ اس وقت میری سروس کو ایک سال ہونے کو تھا۔ اس لیے پرانا ہونا کی وجہ سے لمبے اور مشکل روٹوں پر کام کر رہا تھا اور منی بس سروس میں ٹریننگ کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ بس دس پندرہ دن نئے بھرتی شدہ کنڈیکٹروں کو روٹ دکھائے جاتے تھے، پھر ان کو کسی روٹ پر لگا دیا جاتا تھا۔ مگر نئے آئے ہوئے کنڈیکٹر کو چھوٹے اور

آسان بسوں کے روٹ ملا کرتے تھے۔

اس طرح کا ایک کنڈیکٹر جس کا نام یاد نہیں، نیا بھرتی ہوا اور صرف دو ہفتوں کی نامکمل ٹریننگ کے بعد اس کو روٹ دے دیا گیا۔ اس کا ڈیوٹی پر پہلا دن تھا اور صرف ایک ہی ٹرپ شٹل کا کرتا تھا جو راولپنڈی ویسٹریج سے صدر کا تھا اور اس روٹ کا کل ٹکٹ صرف سات پیسے ہوا کرتا تھا۔ چونکہ ایک دو بجے کے درمیان کنڈیکٹر تبدیل ہو جایا کرتے تھے، جن میں سے واپس آنے والے اپنی دن بھر کی سیل جمع کرایا کرتے تھے اور دوسرے اپنے اپنے روٹوں پر چلے جایا کرتے تھے۔

اس دن میری ڈیوٹی میرہ خورد روٹ پر تھی اور ایک بجے آ کر کیش جمع کرانا تھا۔ جب میں صدر دفتر جی ٹی ایس کے باہر گیٹ پر پہنچا تو میں نے دو آدمیوں چیف چیکر اور کنڈیکٹر کو تو، میں میں کرتے سنا۔ میں بھی وہاں رک گیا۔ بات یہ تھی کہ اس نئے کنڈیکٹر نے ایک ٹرپ شٹل کا لگایا تھا اور صدر آفس جی ٹی ایس کے گیٹ پر جہاں بس کو رکنا تھا، اسی لمحے چیف چیکر نے اچانک بس کو چیک کیا تو سوائے چند ایک کے تمام سواریاں بغیر ٹکٹ سفر کر رہی تھیں۔

جب چیف چیکر نے سواریوں سے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ ہم سے پیسے لے لیے گئے ہیں مگر ٹکٹ نہیں ملا۔ اس پر چیف چیکر نے کنڈیکٹر سے پوچھا تو اس کا جواب معقول نہ تھا۔ بہرحال چیف چیکر نے وہاں کچھ نہ کہا اور اس کو لے کر ڈیوٹی کلرک کے کمرے میں آ گیا اور اس کا کیش گننا شروع کر دیا۔

اس کنڈیکٹر کے تھیلے سے پانچ روپے بتیس پیسے ایسی رقم نکلی جو اس کے سیل کیے ہوئے ٹکٹوں کے علاوہ تھی۔ چیف چیکر کے پوچھنے پر کنڈیکٹر نے جواب دیا کہ یہ میری پرائیویٹ رقم تھی جو میں کسی سے جلدی میں لکھوا نہ سکا۔

چیف چیکر کے دوبارہ اور سہ بارہ پوچھنے پر بھی کنڈیکٹر کا وہی جواب تھا۔ چیف چیکر کو یقین تھا کہ یہ رقم فراڈ کی ہوئی ہے۔ اس لیے چیف چیکر نے زور دے کر پوچھا کہ ”بھائی! سچ سچ بتاؤ کہ رقم تمہاری اپنی تھی یا فراڈ کر کے کمائی ہے؟“

مگر اس کا ایک ہی جواب تھا۔ اس پر چیف چیکر نے تنگ آ کر اس کو کہا کہ ”اگر پانچ روپے بتیس پیسے تمہاری پرائیویٹ رقم ہے تو اس کے لیے میں تم کو بغیر ثبوت کے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میں تمہاری رپورٹ لکھتا ہوں۔ اگر تم قرآن کو حاضر و ناظر جان کر یہ قسم اٹھا لو کہ یہ تمہاری

پرائیویٹ کیش ہے۔“

اس پر کنڈیکٹر مذکور نے بلا سوچے سمجھے قرآن پاک کی اس طرح قسم اٹھائی کہ ”یہ میرے ذاتی اور پرائیویٹ پیسے ہیں۔ اگر یہ میرے ذاتی پیسے نہیں تو میں قرآن پاک کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ قرآن کی مجھ پر مار ہو اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو قرآن مجھے ایک گھنٹے سے زیادہ جینے کی مہلت نہ دے اور مجھے اپنے گھر جانے کی طاقت سے محروم کر دے۔“ ان الفاظ سے چیف چیکر نے اسے چھوڑ دیا اور اس نے وہ کیش جو ٹکٹوں کے حساب سے تھا اکاؤنٹ کلرک کو جمع کرا دیا۔

حساب ختم ہونے پر ہم دونوں اکٹھے گیٹ سے باہر صدر بس اسٹاپ جہاں راجہ بازار جانے والی بسیں رکتی تھیں آ کر کھڑے ہوئے۔ چونکہ میں چوبیس گھنٹے کام کرتے کرتے تھک چکا تھا اس لیے جلد از جلد اپنے مکان پر پہنچنا چاہتا تھا۔ مجھے راجہ بازار والی بس درکار تھی۔ اسٹاپ پر میرے پاس ہی کنڈیکٹر کھڑا تھا۔ چند لمحوں بعد راجہ بازار والی بس آ گئی۔ چونکہ کافی دیر سے کوئی بس راجہ بازار جانے والی نہیں آئی تھی اس لیے اسٹاپ پر کافی بھیڑ تھی اور بس کے کھڑے ہوتے ہی آدمی بے تحاشہ اندر گھسنے شروع ہوئے اور میں بھی اندر گھس گیا۔

کچھ وقفے کے بعد جب کنڈیکٹر نے سیٹی دی تو دوسرے کنڈیکٹر نے جس سے چیف چیکر کا جھگڑا ہوا تھا بس کے گیٹ پر پاؤں جمائے اور چھلانگ لگا کر لوہے کی سلاخ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر اس کے ہاتھ سلاخ تک نہ پہنچ سکے اور وہ نیچے آ رہا۔ جوں ہی اس کا سر زمین سے لگا بس کا پچھلا پہیہ اس کے سر کو کچلتا ہوا آگے گزر گیا۔ بس کو رکوا دیا گیا اور تمام لوگ نیچے اتر آئے اور دیکھنے لگے یہ بدقسمت کون تھا، اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی اور چہرے کا نشان تک نہ پہچانا جا سکتا تھا۔ اس کا چہرہ مسلا ہوا تھا۔ اس کی جیب سے جب شناختی کارڈ نکالا گیا تب نام پتہ چلا اور آفس میں آ کر اس کے مرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس پر وہی چیف چیکر موقعہ واردات پر پہنچ گیا اور جاتے ہی کہنے لگا ”بنارس خان یہ وہی آدمی تو نہیں جس کا میرے ساتھ ابھی ابھی جھگڑا ہوا تھا؟“

لیکن میرا دل و دماغ ماؤف ہو چکے تھے اور کچھ سوچنے اور سمجھنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ یہ اس کی طبعی موت نہیں اور نہ ہی یہ حادثہ ہے بلکہ وہ ایک حقیقت تھی جو کھل پڑی تھی اس کو اس کی جھوٹی قسم نے مارا تھا۔ قرآن نے سچ کر دکھایا تھا اور اس کو موت آ گئی تھی۔ مگر سوائے میرے اور چیف چیکر کے جس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے

اور کون سمجھ سکتا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا اور قرآن نے سچ کر دکھایا تھا کہ تم جھوٹے ہو اور تمہیں گھنٹہ بھر بھی جینے کا حق نہیں۔ (از بنارس خان)

ترکی میں قرآن پاک کی توہین کرنے پر عذاب الٰہی کا اچانک نزول:

ترکی کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کی عبرت انگیز تفصیلات:

ترکی میں گزشتہ سال اگست میں آنے والے زلزلے کے حوالے سے بعض ترکی اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات انتہائی عبرتناک ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ترکی کی بحریہ کے کسی اڈے میں جو ساحل سمندر سے بالکل متصل تھا، رقص و سرود کی ایک مجلس منعقد ہوئی، جس کے شرکاء تین ہزار کے لگ بھگ تھے، وہاں ناچنے اور گانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی اور شراب و کباب کی خوب محفل جمی۔ ایک فنکشن کے لیے اسرائیل سے خصوصی طور پر یہودی ناچنے اور گانے والی لڑکیاں درآمد کی گئیں جو انتہائی بے حیا تھیں۔

فنکشن میں ۳۰ سے زائد ترکی جرنیل شریک تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ انتہائی بے حیائی اور فحش مناظر پر مبنی مجلس جاری تھی کہ ایک ترکی جنرل نے ایک کیپٹن کے ذریعے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا اور اس سے پڑھنے کو کہا۔ جب اس نے پڑھا تو اس سے اس کی تفسیر پوچھی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد مذکورہ جنرل نے قرآن کریم کے نسخے کو لے لیا اور پھاڑ کر ناچتی ہوئی یہودی اور ترکی لڑکیوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ ''اس قرآن کو نازل کرنے والا کہاں ہے؟''

حالانکہ اس میں یہ بھی ہے کہ ''ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اس قرآن کو اتارنے والا کہاں ہے، جو اس کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے گا؟ اس دوران اس قرآن کریم کو لانے والے کیپٹن پر انتہائی خوف طاری ہو گیا۔ اچانک وہ تیزی سے بحری اڈے سے باہر آ گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اس بحری اڈے پر آنے والے عذاب کے ابتدائی لمحات کا چشم دید گواہ بن سکے۔

اس کے بعد انتہائی عبرت آموز واقعات اور مناظر پیش آئے۔ بتایا جاتا ہے کہ اچانک ایک خوفناک روشنی نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے بعد سمندر پھٹ پڑا اور اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ ساتھ ہی

لوگوں کے چیخنے کی خوفناک آوازیں بھی آنے لگیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پورے بحری اڈے کو اٹھا کر سمندر کے بیچ سے اٹھنے والی خوفناک لہروں کے درمیان پھینک دیا۔

اس کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں شریک ترکی، امریکی اور اسرائیلی فوجیوں اور ناچنے گانے والیوں کی لاشوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئیں۔ تمام تر وسائل ہونے کے باوجود اب تک وہ لاشیں سمندر سے باہر نہ آ سکیں۔ قرآن کریم کی بے حرمتی کر کے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے انتقام لے لیا۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

اس واقعے میں اگرچہ حق تعالیٰ نے نہ صرف کل انسانیت کو بلکہ تمام مسلمانوں کو نہایت عبرت آموز سبق دینے کے لیے اپنے زبردست غصے کا اظہار کیا ہے۔ جس سے پہلی بات ثابت ہوئی کہ قرآن پاک واقعی اللہ کی چیز ہے اور اللہ ہی کی آسمانی کتاب ہے، کیونکہ اگر یہ اللہ کی چیز اور اس کی آسمانی کتاب نہ ہوتی تو اللہ کو شاید غصہ بھی نہ آتا؟ کیا کسی مصنف یا مؤلف کی کتاب کی بے حرمتی و ادبی کرنے پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا ہے؟ ظاہر ہے کہ زمانی عقل و شعور کے اعتبار سے غصہ اسی کو آتا ہے جس کی چیز ہو۔ یہ بات نہیں کہ چیز کسی کی خراب و برباد ہو مگر اس پر غصہ کسی اور کو آئے!

دوسری بات یہ ہے کہ جس درجہ شہرت والی چیز کی بے حرمتی و بے ادبی ہو گی اتنے ہی درجے وشدت کا اس کو غصہ بھی آئے گا۔ یہاں پر محفل رقص و سرود میں قرآن پاک کی جس کا اس محفل سے کوئی رابطہ، کوئی واسطہ یا تعلق بھی نہ تھا، جس درجہ سنگین گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ اسی درجے پر اللہ کے شدید و سنگین غصے نے وہ کام دکھایا کہ ہزاروں رقاصاؤں اور عیاشی کرنے والے انسانوں کی نعشوں کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

(احقر کی کتاب ''ناقابل یقین سچے واقعات'')

قرآن کا مذاق اڑانے والے مسیحی داعی کی عبرتناک موت سے چار گاؤں مسلمان ہو گئے:

سال رواں جنوری میں شمالی نائیجیریا کے صوبے غونغولی میں واقع موب نامی گاؤں میں

ایک نہایت عبرتناک اور نصیحت آموز واقعہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل نائیجیریا کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوئی اور متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کی گئی۔

تفصیل اس طرح ہے کہ عمر غیمو نامی ایک شخص جو پیدائشی طور پر عیسائی تھا، لیکن مسلمانوں کے اخلاق، سیرت وکردار اور حسن معاشرت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس کی حرماںنصیبی کہ زیور اسلام سے آراستہ ہونے اور عرصہ دراز تک اسلامی زندگی گذارنے کے بعد وہ پھر مرتد ہوگیا اور مسیحیت کا علم بردار اور پرجوش خطیب ومبلغ بن گیا۔ اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف مہم جوئی اور پروپیگنڈے، قرآن کی تکذیب، اس کی اہانت وتحقیر واستہزاء، زبان درازی اور طعن وتشنیع اس کا نصب العین اور زندگی کا ایک مشغلہ بن گیا۔

چنانچہ ایک روز کسی گرجا گھر میں عیسائیوں کے ایک بڑے مجمعے کے سامنے حسب معمول اپنے خطاب کے دوران قرآن کی تکذیب اور استہزاء کیا۔ اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات کیے اور اسلام دشمنی کے جذبے سے سرشار ہوکر کہا کہ "اگر قرآن خدا کی نازل کردہ آخری کتاب اور اسلام ایک سچا مذہب ہے تو وہ اس کتاب کے نازل کرنے والے سے التجا کرتا ہے کہ آج اسے زندہ اور صحیح سلامت گھر واپس نہ ہونے دے۔"

قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی کہ اس نے کلیسا سے نکل کر گھر جاتے ہوئے راستے کے ایک چھوٹے سے نالے کو پار کرنے کی کوشش کی، مگر پار نہ ہوسکا اور نالے میں گر کر مر گیا۔ رفقائے سفر کو اس کی موت پر یقین نہ آیا اور اسے متعدد ہسپتالوں لے گئے، لیکن وہ مر چکا تھا۔ اس عبرتناک موت سے متاثر ہوکر صوبے کے چار گاؤں مسلمان ہوگئے۔ دوسرے روز وہ آدمی بھی ہلاک ہوگیا جو اس کی جان بچانے کی کوشش کررہا تھا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ چند سال پہلے اسی صوبے کے ایک گاؤں میں ایک سفید فام عیسائی مبلغ کے ساتھ پیش آیا۔ جس نے قرآن کا ایک نسخہ جلا کر اس کے ساتھ اہانت آمیز اور گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ جس کی سزا میں اس کے دونوں ہاتھ جل گئے تھے اور اس کے بعد کافی علاج ومعالجہ ہوا، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا۔ قرآن کا اعلان بالکل سچ اور برحق ہے:

یخادعون اللّٰہ والذین آمنو اوما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون

"وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو، لیکن در اصل وہ دھوکہ اپنے آپ کو دیتے ہیں، مگر سمجھتے نہیں۔"

قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے والی لڑکی کا عبرتناک واقعہ:

ایک گھر میں ٹی وی پر سب گھر والے فلم دیکھ رہے تھے۔ ایک لڑکی قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ چھوٹی بہن نے آکر بتایا کہ "باجی بڑی اچھی فلم آرہی ہے۔ تم بھی آؤ نا۔" چنانچہ باجی فلم کی خاطر قرآن پاک کو چھوڑتے ہوئے قرآن کریم میں نشانی لگا کر اٹھی اور فلم دیکھنے لگی۔ جب فلم ختم ہوگئی تو پھر وہ اسی حالت میں بغیر وضو کیے تلاوت کے لیے آئی۔ تو کیا دیکھا کہ چھ انچ لمبی زرد رنگ کی خونخوار چھپکلی کہیں سے آکر بالکل قرآن پاک کے قریب بیٹھی ہے اور خونخوار نظروں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی اور پھر اس نے یکا یک چھلانگ لگائی اور اس لڑکی کے ماتھے پر چپک گئی۔

مارے دہشت کے لڑکی چیخ مار کر گر گئی۔ چیخ سن کر گھر کے تمام افراد گھبرا کر اس کی طرف دوڑے اور جلدی سے کسی لکڑی کے ذریعے سے اس چھپکلی کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے کہ اتنے میں دوسری چھپکلی آگئی۔ پھر تو دیکھتے ہی آناً فاناً چاروں طرف سے بہت ساری چھپکلیاں نکلیں اور سب کی سب لڑکی سے جاچمٹیں۔ لڑکی خوف سے چلاتی رہی۔ گھر کے تمام افراد حیران وپریشان کھڑے دیکھ رہے تھے کہ اس لڑکی نے چلا چلا کر سب کی آنکھوں کے سامنے تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

پورے گھر میں کہرام مچ گیا۔ خونخوار چھپکلیاں بری طرح لڑکی کے جسم پر چپکی ہوئی تھیں۔ غسل اور کفن دینے کا مسئلہ بھی بڑا دشوار ہوگیا۔ آخر کار ایک بزرگ کو بلایا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ "اس کو یہ سزا قرآن کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ملی ہے کہ اس ظالم نے ٹی وی اور فلم کی خاطر قرآن پاک کو ٹھکرایا اور فلم دیکھنے کو ترجیح دی۔"

بزرگوں نے مشورہ دیا کہ اس کی لاش کے قریب ٹی وی کو رکھ دو، کیونکہ ٹی وی سے ہر ایک چیز پناہ مانگتی ہے اور یقیناً ٹی وی کو دیکھ کر یہ چھپکلیاں بھی بھاگ جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جونہی ٹی وی رکھا گیا دیکھتے ہی دیکھتے سب چھپکلیاں غائب ہوگئیں۔ سبحان اللہ! اے اللہ، تیری شان کہ چھپکلیاں بھی اس ٹی وی کی لعنت سے بھاگتی ہیں۔ آج ایک انسان ہے جو اس قدر بے حس ہوچکا ہے کہ یہ ٹی وی سے نہیں بھاگتا۔ غسل اور کفن کے بعد چھپکلیاں پھر آکر اس ٹی وی دیکھنے والی سے چپک گئیں۔ اسی بزرگ کے مشورے پر پھر ٹی وی میت کے پاس

رکھا گیا تو چھپکلیاں پھر بھاگ گئیں۔ اسی طرح جنازے کے ساتھ ساتھ ٹی وی کو بھی قبرستان لے گئے۔

ٹی وی دیکھنے والی لڑکی کی قبر پھٹ گئی، لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے:

جب میت کو قبر میں اتار چکے تو پھر چھپکلیاں آ کر اس کے جسم سے چپک گئیں۔ اس بزرگ کے مشورے سے ٹی وی کو بھی اس لڑکی کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ جب لوگ فاتحہ پڑھ کر واپس لوٹنے لگے تو ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک زوردار اور خوفناک دھماکہ ہوا۔ بے اختیار لوگوں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ آہ!..... قبر پھٹ چکی تھی اور اس لڑکی کے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے قبر سے اچھل کر فضا میں بلند ہوتے ہوئے باہر آ گرے تھے۔ تمام لوگ خوف اور ڈر کے مارے بھاگ گئے۔

موضوع نمبر ۱۸

بے پردہ عورتوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

بے نمازی اور فیشن پرستی پر عذاب:

مجھے میرے ایک دوست نے یہ عجیب، حیرتناک اور عبرتناک واقعہ سنایا کہ کویت و عراق کی جنگ سے پہلے میں کویت میں مقیم تھا۔ وہاں میں مردوں کی تجہیز و تکفین اور دفن وغیرہ کے امور سے وابستہ تھا اور لوگوں میں اسی حیثیت سے معروف تھا۔ جنگ کے دوران میں مصر آ گیا۔ اسی دوران مجھ سے ایک دن ایک خاندان کے لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور خاندان کی ایک عورت کی تکفین کے سلسلے میں بات کی۔ چنانچہ میں قبرستان گیا اور مردوں کے غسل دینے کی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

میں اس انتظار میں تھا کہ جنازہ تیار ہو کر نکلے کہ اتنے میں چار باپردہ عورتوں کو غسل دینے کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ ان پر گھبراہٹ طاری تھی۔ مگر میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں کہ ہوگی کوئی وجہ۔ تھوڑے وقفے کے بعد وہ عورت نکلی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی ہے۔ اس نے مجھ سے میت کو غسل دینے میں مدد طلب کی۔ میں نے اس سے کہا کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت کو غسل دے۔

اس نے مجھ سے کہا کہ میت کا جسم بہت وزنی ہے جو عام طور پر نہیں ہوتا۔ میرا جواب سن کر پھر وہ اندر چلی گئی۔ کسی طرح غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر ہم جنازہ اٹھانے کے لیے اندر گئے۔ ہم گیارہ آدمی تھے، جنازہ اتنا وزنی تھا کہ ہم سب نے مل کر جنازہ اٹھایا۔ جب ہم قبرستان پہنچے اور جیسا کہ مصر میں رواج ہے کہ ان کی قبریں کمروں کی طرح ہوتی ہیں، وہ بلندی سے سیڑھی کے ذریعے کمرے میں اترتے ہیں، جہاں مردوں کو بغیر مٹی ڈالے رکھتے ہیں۔

جب ہم نے لاش کو اپنے کندھوں سے اتارا تو لاش کمرے کے اندر پھیلنے اور گرنے لگی۔ اس منظر کو دیکھ کر ہم سب گھبرا گئے اور وہ ہمارے قابو سے باہر ہو گئی۔ اتنے میں ہم نے

اس کی ہڈیوں کی چر چراہٹ سنی جیسے ہڈیاں ٹوٹ رہی ہوں۔ ہم نے دیکھا کہ کفن کا کچھ حصہ ہٹ گیا ہے۔ میں تیزی سے لاش کی طرف بڑھا اور اس کو ڈھک دیا۔ پھر بڑی مشکل سے اس کو قبلہ رخ کر سکا۔

لیکن دوبارہ کفن چہرے کی طرف سے کھل گیا۔ اس وقت ہم نے عجیب منظر دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آنکھیں جیسے باہر کی طرف نکل رہی ہوں اور چہرہ کالا ہو چکا تھا۔ ہم منظر کی ہولناکی سے ڈر گئے اور تیزی سے باہر آ گئے اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا تو مجھ سے مرنے والی عورت کی اولاد میں سے ایک لڑکی ملی اور اس نے مجھ کو قسم دے کر پوچھا کہ اس کی والدہ کے ساتھ قبر میں داخل کرنے کے دوران کیا پیش آیا؟

میں نے جواب نہ دینے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ اس بات پر مصر رہی کہ میں اس کو میت کی حالت سے باخبر کردوں۔ حتیٰ کہ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

اس وقت اس نے مجھ سے کہا کہ ''اے شیخ جس وقت آپ نے ہم کو غسل کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے اپنی والدہ کے چہرے کو کالا ہوتے دیکھا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری والدہ نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور ان کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ بہت فیشن ایبل تھیں۔ شرم و حیا نام کی کوئی چیز ان میں تھی ہی نہیں۔''

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسے مناظر دکھا دیتا ہے کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔ ہر موت کے حالات کو اس دنیا میں دکھانا حکمت خداوندی کے خلاف ہے کہ پھر ایمان بالغیب کی مصلحت ختم ہو جائے گی۔

خوفناک جانور:

غالباً شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ کا آخری جمعہ تھا۔ رات کو کورنگی (کراچی) میں ایک نوجوان سے (راقم الحروف کی) ملاقات ہوئی۔ اس پر خوف طاری تھا۔ اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میرے ایک عزیز کی جوان بیٹی اچانک فوت ہوگئی۔ جب ہم تدفین سے فارغ ہوکر پلٹے تو مرحومہ کے والد کو یاد آیا کہ ان کا ایک ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ غلطی سے میت

کے ساتھ قبر ہی میں دفن ہو گیا ہے۔

چنانچہ بامر مجبوری ہم نے جا کر دوبارہ قبر کھودنی شروع کی۔ جوں ہی ہم نے قبر سے سل ہٹائی، خوف کے مارے ہمارے چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ جس جوان لڑکی کو ابھی ابھی ہم نے ستھرے کفن میں لپیٹ کر سلایا تھا، وہ کفن پھاڑ کر اٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی۔ آہ!...... اس کے سر کے بالوں سے اس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور کئی چھوٹے نامعلوم خوفناک جانور اس سے چمٹے ہوئے تھے۔

یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر خوف کے مارے ہماری گھگھی بندھ گئی۔ اور ہینڈ بیگ نکالے بغیر جوں توں مٹی پھینک کر ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آ کر میں نے عزیزوں سے اس لڑکی کا جرم دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس میں کوئی فی زمانہ معیوب سمجھا جانے والا جرم تو نہیں تھا۔ البتہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح فیشن ایبل تھی اور پردہ نہیں کرتی تھی۔ ابھی انتقال سے چند روز پہلے رشتے داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوا کر، بن سنور کر عام عورتوں کی طرح بے پردہ شادی کی تقریب میں شرکت کی تھی۔

پچاس ساٹھ سانپ:

۱۹۸۶ء کے اخبار جنگ میں کسی دکھیاری ماں نے یہ بیان دیا تھا کہ میری سب سے بڑی لڑکی کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ اسے دفن کرنے کے لیے جب قبر کھودی گئی تو دیکھتے ہی دیکھتے اسُ پر پچاس ساٹھ سانپ جمع ہو گئے۔ دوسری قبر کھدوائی گئی اس میں بھی وہی سانپ آ کر کنڈلی مار کر ایک دوسرے پر بیٹھ گئے۔ پھر تیسری قبر تیار کی گئی، اس میں ان دونوں قبروں سے زیادہ سانپ تھے۔ سب لوگوں پر دہشت سوار تھی۔ وقت بھی کافی گزر چکا تھا۔ ناچار ہو کر باہم مشورہ کر کے میری پیاری بیٹی کو سانپوں بھری قبر میں دفن کر کے لوگ دور ہی سے مٹی پھینک کر چلے آئے۔ میری مرحومہ بیٹی کے ابا جان کی قبرستان سے گھر آنے کے بعد حالت بہت خراب ہوگئی اور وہ خوف کے مارے بار بار اپنی گردن جھٹکتے تھے۔

دکھیاری ماں کا مزید بیان ہے کہ میری بیٹی یوں تو نماز و روزے کی پابند تھی۔ مگر وہ فیشن کیا کرتی تھی۔ میں اسے پیار و محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتی تھی، مگر وہ اپنی آخرت کی بھلائی

کی باتوں پر کان دھرنے کے بجائے الٹا مجھ پر بگڑ جاتی اور مجھے ذلیل کر دیتی تھی۔ افسوس! میری کوئی بات میری نادان ماڈرن بیٹی کی سمجھ میں نہ آئی۔

عذاب قبر کا ایک واقعہ...... چند لوگوں کا مشاہدہ:

یہ واقعہ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم عالی نے جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں خطاب کرتے ہوئے سنایا اور ان کا یہ پورا خطاب کتابی شکل میں بموضوع ''چھ گناہگار عورتیں'' چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۴۱ پر یہ واقعہ کچھ اس طرح سے لکھا ہوا ہے کہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ:

یہ واقعہ گلگت میں پیش آیا کہ ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا، اس نے کسی قبر سے یہ آواز سنی کہ ''مجھے نکالو، میں زندہ ہوں۔'' جب ایک دو مرتبہ اس نے آواز سنی تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ میرا وہم اور خیال ہے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے، لیکن جب مسلسل اس نے یہ آواز سنی تو اس کو یقین ہونے لگا۔

چنانچہ قریب میں ایک بستی تھی۔ وہ شخص اس میں گیا اور لوگوں کو اس آواز کے بارے میں بتا کر کہا کہ تم بھی چلو اور اس آواز کو سنو۔

چنانچہ کچھ لوگ اس کے ساتھ آئے۔ انہوں نے بھی یہ آواز سنی اور سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر میں سے آ رہی ہے۔

اب یقین ہونے کے بعد ان لوگوں کو مسئلہ پوچھنے کی فکر ہوئی کہ پہلے علماء سے یہ مسئلہ معلوم کرو کہ قبر کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ وہ لوگ محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اس طرح قبر میں سے آواز آ رہی ہے، اور میت کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر میں سے نکالو، میں زندہ ہوں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا ہے تو قبر کھول لو، اور اس کو باہر نکال لو۔

چنانچہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے اور جا کر قبر کھولی۔ اب جونہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ رہی ہے کہ ''جلدی سے میرے گھر سے میرے کپڑے لاؤ، میں کپڑے پہن کر باہر نکلوں گی۔'' چنانچہ یہ لوگ فوراً

دوڑ کر اس کے گھر گئے اور جا کر اس کے گھر والوں کو یہ واقعہ بتایا اور اس کے کپڑے چادر وغیرہ لے کر آئے اور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے۔

اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر ڈالی اور پھر تیزی سے بجلی کی طرح اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی اور گھر جا کر ایک کمرے میں چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی۔

اب جو لوگ قبرستان آئے تھے وہ بھی دوڑ کر اس کے ساتھ گھر پہنچے اور ان کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کو اندر سے کنڈی لگالی ہے۔ ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو۔

اندر سے عورت نے جواب دیا۔ ''میں کنڈی کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہ شخص داخل ہو جس کے اندر مجھے دیکھنے کی تاب ہو، اس لیے کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے گا۔ لہٰذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آ کر میری حالت دیکھے۔''

اب سب لوگ اندر جانے سے ڈر رہے تھے، مگر دو چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے، انہوں نے کہا کہ ''تم کنڈی کھولو، ہم اندر آئیں گے۔'' چنانچہ اس نے کنڈی کھول دی اور یہ لوگ اندر چلے گئے۔

عام زندگی میں ننگے سر گھومنے پھرنے والی کا حشر:

اندر وہ عورت اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی۔ جب یہ لوگ اندر پہنچے تو اس عورت نے سب سے پہلے اپنا سر کھولا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر ایک بھی بال نہیں ہے۔ وہ بالکل خالی کھوپڑی ہے۔ نہ اس پر بال ہیں اور نہ کھال ہے۔ صرف خالی ہڈی ہے۔

لوگوں نے اس سے پوچھا ''تیرے بال کہاں گئے؟''

اس عورت نے جواب دیا کہ ''جب میں زندہ تھی تو ننگے سر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی۔ پھر مرنے کے بعد جب قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور اس نوچنے کے نتیجے میں بال کے ساتھ کھال بھی نکل گئی، اب میرے سر پر نہ بال ہیں

اور کھال ہے۔"

اب ذرا فلمی و ٹی وی اداکارہ، گلوکارہ، فنکارہ کہ جو ننگے سر پوری دنیا کے سامنے آجاتی ہیں اور ان کے علاوہ وہ عام خواتین بھی جو گھروں، گلی کوچوں، بازاروں، پارکوں، فائیو اسٹار ہوٹلوں، سالگرہ اور شادی بیاہ کے فنکشن کی رنگین محفلوں میں ننگے سر گھومتی پھرتی ہیں، وہ اپنا انجام سوچتے ہوئے اس واقعے سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ کے لیے ننگے سر پھرنے سے توبہ کریں کہ:

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن

محفلوں میں سرخی لگا کر آنے والی کا حشر:

اس کے بعد اس عورت نے اپنا منہ کھولا، جب لوگوں نے اس کا منہ دیکھا تو وہ اتنا خوفناک ہو چکا تھا کہ سوائے دانتوں کے کچھ نظر نہ آیا۔ نہ اوپر کا ہونٹ موجود تھا، اور نہ نیچے کا ہونٹ موجود تھا، بلکہ بتیس کے بتیس دانت سامنے جڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ذرا سوچیے کہ اگر کسی انسان کے صرف دانت ہی دانت نظر آئیں تو کتنا ڈر معلوم ہوتا ہے۔

اب ان لوگوں نے اس عورت سے پوچھا "تیرے ہونٹ کہاں گئے؟"

اس عورت نے جواب دیا کہ "میں اپنے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر نامحرم مردوں کے سامنے جایا کرتی تھی۔ اس کی سزا میں میرے ہونٹ کاٹ لیے گئے۔ اس لیے اب میرے چہرے پر ہونٹ نہیں ہیں۔"

اب ذرا وہ خواتین غور کریں کہ جو سرخی لگا کر ٹی وی پر خبریں یا خبروں کا خلاصہ یا پروگراموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یا گلوکاری، فنکاری اور اداکاری کرتے ہوئے پوری دنیا کے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہیں اور وہ خواتین بھی اپنا انجام سوچیں کہ جو سرخی لگا کر گلی کوچوں، شادی بیاہ کی رنگین محفلوں، مینا بازاروں، پارکوں، سیرگاہوں، فائیو اسٹار ہوٹلوں اور شاپنگ کرتے ہوئے بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔

ناخنوں پر پالش لگا کر نامحرم کو دکھانے پر عذاب:

اس کے بعد اس عورت نے اپنے ہاتھ اور پیر کی انگلیاں کھولیں تو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں ایک بھی ناخن نہیں تھا۔ تمام انگلیوں کے ناخن غائب تھے۔

اس عورت سے پوچھا گیا کہ "تیری انگلیوں کے ناخن کہاں گئے؟"

اس عورت نے جواب دیا کہ "ناخن پالش لگانے کی وجہ سے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا ہے، چونکہ میں یہ سارے کام کر کے گھر سے باہر نکلا کرتی تھی اور غیر مردوں کو دکھاتی پھرتی تھی، ان سے چھپاتی نہیں تھی اس لیے جیسے ہی میں مرنے کے بعد قبر میں پہنچی تو میرے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا اور مجھے یہ سزا ملی کہ میرے سر کے بال بھی نوچ لیے گئے، میرے ہونٹ بھی کاٹ دیئے گئے اور ناخن بھی کھینچ لیے گئے۔"

اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ بے ہوش ہوگئی اور مردہ و بے جان ہوگئی۔ جیسے لاش ہوتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ اس کو قبرستان میں پہنچا دیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو یہ عبرت دکھانا مقصود تھی کہ دیکھو، اس عورت کا کیا انجام ہوا اور اس کو کتنا ہولناک عذاب دیا گیا تا کہ دنیا کے لوگ عبرت پکڑیں۔

اللہ کی تنبیہ اور عذاب قبر کا حالیہ واقعہ:

احمد آباد کے محلے جمالپور کے متمول مسلمان گھرانے میں عجیب واقعے سے احمد آباد لرز گیا۔

احمد آباد جیسے صنعتی شہر میں جسے "ہندوستان کا مانچسٹر" کہا جاتا ہے، جہاں پر مسلم ہنر مند کاریگروں کی بہت بڑی آبادی ہے، جہاں تاریخ نے کئی انمٹ اور ناقابل فراموش نقوش چھوڑے ہیں۔ اسی احمد آباد شہر کے محلے جمال پورہ کے ایک مسلم خاندان میں ایک عجیب و غریب اور عبرتناک واقعہ رونما ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ مسلم خاندان کی ایک کنواری، غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی، جس کے فیشن کا بڑا چرچا تھا، مالدار گھرانے کی یہ لڑکی صبح اٹھ کر بناؤ سنگھار کرتی۔ نت نئی تراش، وضع، فیشن اور ڈیزائن کے لباس زیب تن کرتی تھی۔ ایک روز اچانک مختصری علالت کے بعد چل بسی اور

شہر کے قبرستان میں اسے دفن کر دیا گیا۔

مبینہ طور پر اس کے بعد ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اس کی ماں کو مسلسل تین رات تک یہ آواز سنائی دیتی رہی اور خواب میں لگاتار تین رات تک اپنی جوان لڑکی کی لاش دکھائی دیتی رہی جو کہہ رہی تھی ''امی مجھے قبر سے نکالو...... میں زندہ ہوں۔''

اس کی ماں کا بیان ہے کہ میں اس واقعے سے گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی۔ مجھے خوف اور اضمحلال لاحق ہو گیا تھا۔ ممتا کے آنسوؤں نے لڑکی کے باپ اور بھائی اور محلے داروں کو آگاہ کیا اور چوتھے روز دو پولیس والوں کی موجودگی میں قبر کھودی گئی۔ لڑکی زندہ تھی، لیکن اس عبرتناک حالت میں کہ اس کے بال پر دو کالے ناگ، چہرے پر چھپکلی اور ناخنوں پر جہاں جہاں لالی لگائی تھی وہاں بچھو چپکے ہوئے تھے۔ عصر کے بعد تمام موذی جانور متوفیہ کی لاش سے ہٹ گئے۔

پولیس بے ہوش لڑکی کو قبر سے نکال کر واڑی چیری ٹیبل ہسپتال احمد آباد کے I.C. وارڈ میں لے گئی جہاں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ لڑکی کا ہونٹ غائب ہو گیا ہے ہوش میں آنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس نے بتایا کہ میں صرف ۱۵ دن کے لیے دوبارہ آئی ہوں۔ تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ لوگوں کو صرف اتنا سنائی دیا اور اتنا ہی سمجھ میں آیا، اس سے زیادہ کچھ بھی سنائی نہیں دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ تقریباً ۱۲ دنوں سے اس عجیب و غریب زندہ ہونے والی فیشن کی دلدادہ لڑکی کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ہسپتال جا کر دیکھا ہے۔ لوگوں میں چرچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے کہ غفلت اور اغیار کی نقالی سے بچ کر سادہ اور مذہب کے اصول کے مطابق چلیں۔ خاص طور پر عورتوں کو اس سلسلے میں عبرت حاصل ہو۔

اللہ کا نافرمان سور بن گیا:

محمد نصیر الدین قریشی الفاروقی اپنی کتاب حقوق والدین میں لکھتے ہیں کہ والد محترم مرحوم و مغفور ہمیں ایک حکایت سنایا کرتے تھے، جسے میں یہاں تبرکاً بیان کر رہا ہوں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اپنے دوست دکاندار کے ہاں ایک عرصے کے بعد ملنے گیا۔ شام کو دکان بند کر کے مہمان کے ساتھ گھر گیا۔ وہاں پر ایک جوڑا سور کا باندھا ہوا تھا۔

میزبان نے ان کو کھولا، نہلایا دھلایا، کھانا تیار کیا تو پہلے اس سور کے جوڑے کو کھلایا۔ پھر مہمان کے ساتھ خود کھایا۔

مہمان یہ دیکھ کر حیرت میں گم ہو رہا کہ اتنا متقی شخص اور یہ حرام جانور پالے ہوئے ہے۔ اس سے نہ رہا گیا۔ پوچھ ہی لیا۔ میزبان نے بتایا کہ ''یہ اس کے والدین ہیں۔''

یہ سن کر مہمان کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جب میزبان نے وضاحت کی کہ ''ان کی شکلیں اپنے کسی عمل کی سزا کے طور پر مسخ ہو گئی ہیں۔ مگر مجھ پر والدین کے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے اور میں اپنے عمل کی جزا کی توقع رکھتا ہوں۔'' تب اس کی تسلی ہوئی۔

توہین خاصان خدا کا ارادہ رکھنے والوں کی خدائی توہین:

کچھ روافض نے ایک بزرگ کا مذاق بنانا چاہا۔ فرضی طور پر ایک شخص کو مردہ بنایا اور چارپائی پر لٹا کر ان بزرگ کے پاس لے گئے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ طے یہ کیا تھا کہ جب وہ نماز پڑھائیں گے تو دو تین تکبیر ہو جانے کے بعد وہ شخص جس کو میت بنایا گیا ہے ان بزرگ کو لپٹ جائے۔

ان بزرگ نے کہا کہ ''اس کو غسل تو دلا دو تب نماز پڑھیں گے۔''

انہوں نے کہا کہ ''غسل دے رکھا ہے۔''

فرمایا کہ ''وہ غسل معتبر نہیں، پھر غسل دو۔''

اس پر وہ اس کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے۔ دیکھا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اسی لیے ان بزرگ نے غسل کے لیے فرمایا تھا کہ زندگی کا غسل معتبر نہیں، مرنے کے بعد غسل دینا چاہیے۔

ان لوگوں نے ان بزرگ کو ستانا چاہا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس کا انتقام لے لیا۔ اہل اللہ کو ستانے سے بہت ہی ڈرنا چاہیے کہ ان کی الٹی بھی سیدھی ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو شخص میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے، اس کو اذیت دیتا ہے، اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔'' (کذا فی البخاری، ملفوظات فقیہ الامت ۷/۶۱)

آیت قرآنی سے مذاق کرنے کا انجام:

حضرت سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سفر کے لیے نکلے، جب سوار ہوئے تو سب نے دعا پڑھی:

سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون (زخرف:۱۳۔۱۴)

”پاک ہے اس ذات کی جس نے تابع کر دیا ہمارے واسطے اس (سواری) کو اور ہم نہ تھے ایسے کہ اس کو قابو لانے والے ہوتے۔ بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف یقیناً واپس لوٹنے والے ہیں۔“

(مذکورہ بالا آیتوں کو سفر شروع کرتے وقت سواری پر سوار ہونے کے بعد پڑھنے کی ہدایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے) ان میں سے ایک آدمی کی سواری کی اونٹنی بیمار اور دبلی تھی۔ اس نے از راہ مذاق کہا کہ ”میں تو اس دبلی کے تابع ہو کر نکلا ہوں۔“ اللہ کا کرنا دیکھیے کہ اونٹنی اس کو لے کر چلنے لگی اور ایک جگہ اس کو نیچے گرا کر اس کی گردن کو بری طرح کچل ڈالا (اور وہ ہلاک ہو گیا)۔ (العقوبات الالھیۃ، صفحہ ۲۰۲)

گستاخ خدا پر آسمانی بجلی گری:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے سرکش سرداروں میں سے ایک سردار کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس سردار کو اللہ کی طرف بلائیں اور اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ اس مشرک نے صحابی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ”جس خدا کی طرف تمہیں نبی بلاتے ہیں کیا وہ خدا (معاذ اللہ، استغفر اللہ) سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا پھر تانبے کا ہے؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رساں صحابی یہ کلمات سن کر کانپ اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے، سب کچھ بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”آپ دوبارہ جا کے دعوت دیں۔“ وہ صحابی دوبارہ گئے تو اس نے اس بار بھی وہی کلمات کہے۔ پھر واپس آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس

کے پاس جانے کا حکم دیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ پھر گئے۔ واپس ہوئے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ اللہ نے آسمان سے بجلی گرا کر اس سردار کو ہلاک کر دیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ کو کچھ علم نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”آپ جس گستاخ کے پاس گئے تھے، آپ کے آنے کے بعد اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا ہے۔“

اور اس پر اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی:

ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء (رعد:۱۳)

”اور اللہ تعالیٰ گرنے والی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے۔“

(مسند ابی یعلی ۶/ ۸۷۔۸۸ رقم ۳۳۴۱، المختارہ ۵/ ۸۸ رقم ۱۷۱۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/ ۲۸۳)

(از مفتی عبدالغنی ’عبرت انگیز واقعات)

موضوع نمبر ۱۹

قادیانیوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ظفر اللہ کا ہولناک انجام:

فتنہ قادیانیت کا پوپ ظفر اللہ بستر مرگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو ہلکی سی نظر دیکھ لیتا ہے۔ کھانے پینے سے عاجز ہے۔ غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے گلوکوز کی بوتلیں چڑھا رکھی ہیں، لیکن گلوکوز کا پانی پیلے رنگ کا محلول بن کر منہ کے راستے باہر نکل جاتا ہے اور اس پیلے رنگ کے محلول سے پاخانے جیسی بدبو اٹھ رہی ہے۔

ڈاکٹر ٹشو پیپر سے بار بار اس کی غلاظت کو صاف کر رہے ہیں، لیکن غلاظت رکنے کا نام نہیں لیتی۔ ظفر اللہ خان بستر پر پیشاب کر رہا ہے۔ کمرے میں اس شدت کی بو ہے کہ ٹھہرنا مشکل ہے۔ بدبو اور دیگر حفاظتی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنے منہ پر ماسک چڑھا رکھے ہیں۔ عام ملاقات پر سخت پابندی ہے کیونکہ ظفر اللہ کا یہ ہولناک انجام دیکھ کر کوئی بھی قادیانی، قادیانیت سے تائب ہوسکتا ہے۔

اسی حالت میں ظفر اللہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ لیکن مر جانے کے بعد بھی اس کے منہ سے غلاظت جاری رہتی ہے...... جس سے بچنے کے لیے قادیانی ڈاکٹر اس کو بند کرنے کے لیے گلے میں روئی کا گولہ ٹھونس دیتے ہیں۔ لیکن خدائی عذاب اس گولے سے کہاں رکتا ہے!!!

جنازہ اور مکھیاں:

میرے ایک دوست محمد صفدر بھٹی کے تایا ایک قادیانی مربی کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے قادیانیت کی طرف مائل ہونا شروع ہوگئے۔ قادیانی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک رات وہ مرزا قادیانی کی ایک کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ اسی رات انہیں خواب آیا کہ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے اور وہ ایک سنسان جنگل میں کھڑے ہیں کہ اچانک انہوں نے دیکھا

کہ ان کے بالکل قریب سے ایک جنازہ گزر رہا ہے۔ جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں، جنہوں نے چارپائی کے ایک ایک پائے کو اٹھا رکھا ہے۔ چاروں آدمی چہروں پر سیاہ نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ میت پر کوئی چادر نہیں، لاکھوں مکھیاں میت پر بھنبھنا رہی ہیں۔ میت سے انتہائی غلیظ مادہ ٹپک رہا ہے۔ جس سے ناقابل برداشت بو اٹھتی ہے۔

انہوں نے بڑی ہمت سے جنازہ اٹھائے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ ''یہ کس کا جنازہ جا رہا ہے؟''

اس شخص نے بڑے ترش لہجے میں جواب دیا کہ ''یہ مرزا قادیانی کا جنازہ ہے۔''

صفدر بھٹی صاحب کہتے ہیں کہ صبح اٹھتے ہی تایا جی زاروقطار رونے لگے۔ سارے گھر والے یکدم اکٹھے ہوگئے۔ تایا جی کو سنبھالا اور ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کانپتے کانپتے سارا خواب سنایا۔ پھر تایا جی نے سارے اہل خانہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں تائب ہوگیا ہوں اور مرزا قادیانی دجال پہ کروڑوں لعنتیں بھیجتا ہوں۔

مرزا قادیانی کا انجام:

قانون قدرت ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کے راستے پر چلتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں ایک چھوٹی سی رکاوٹ رکھ دیتی ہے۔ اگر وہ اسے پھلانگ کر نکل جائے تو پھر اس سے بڑی رکاوٹ رکھ دی جاتی ہے۔ اگر وہ اسے بھی روندتا ہوا نکل جائے تو رکاوٹ اور بڑی کر دی جاتی ہے۔ گر شاہراہ معصیت کا مسافر قدرت کی رکھی ہوئی چھوٹی بڑی رکاوٹوں کو توڑتا، روندتا نکل جائے تو پھر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی جب جھوٹی نبوت کے لیے دعوے بازی شروع کرتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں سینکڑوں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہے۔ لیکن وہ کلہ توڑ کر بھاگنے والی بھینس کی طرح شاہراہ کفر وارتداد پر سرپٹ بھاگتا ہی گیا اور ان ساری رکاوٹوں کو توڑتا ہوا جہنم میں جا گرا۔

مرزا قادیانی کو انتہائی خوفناک ہیضہ ہوا۔ منہ اور مقعد دونوں راستوں سے غلاظت بہنے لگی۔ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ رفع حاجت کے لیے لیٹرین تک جاسکے۔ اس لیے چارپائی کے پاس ہی غلاظت کے ڈھیر لگ گئے۔ مسلسل پاخانوں اور الٹیوں نے اس قدر نچوڑ کر رکھ دیا کہ اپنی ہی غلاظت پر منہ کے بل گرا اور زندگی کی بازی ہار گیا۔

کائنات میں شاید ہی کسی کو ایسی ہولناک اور عبرتناک موت آئی ہو۔ تدفین تک منہ سے غلاظت بہتی رہی۔ جسے بڑی کوشش کے باوجود بند نہ کیا جا سکا۔ جس تابوت میں مرزا کا جنازہ لاہور سے قادیان گیا، اس تابوت اور تابوت میں پڑے بھوسے (توڑی) کو حکومت نے آگ لگوا کر خاکستر کرا دیا تاکہ اس تابوت سے علاقے میں کوئی بیماری نہ پھیل جائے۔

حکیم نورالدین کا انجام:

سب سے پہلے جس خبیث الفطرت انسان نے مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی وہ حکیم نورالدین تھا۔ قادیانی جماعت میں مرزا قادیانی کے بعد اس کا مقام ہے۔ مرزا قادیانی کی موت کے بعد وہ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پہلا خلیفہ کہلایا۔ قادیانی اسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر قرار دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

ساری زندگی سائے کی طرح مرزا قادیانی کے ساتھ رہا اور بناسپتی نبوت کی منصوبہ سازی میں پیش پیش رہا۔ ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا کہ گھوڑے نے پیٹھ سے زمین پہ پٹخا۔ جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ زخم ٹھیک نہ ہوا اور بگڑ کر ٹانگ بے کار ہو گئی۔

اسی حالت میں اس کی بیوی کسی کے ساتھ فرار ہو گئی۔ جوان بیٹے کو بشیر الدین نے قتل کرا دیا اور اسی قاتل نے خلافت حاصل کرنے کے لیے اس کی بیٹی سے شادی رچائی۔ مرزا بشیر الدین نے باقی بیٹوں کو دھکے دے کر جماعت سے نکال دیا۔ آخری وقت میں زبان بند ہو گئی اور چہرہ مسخ ہو گیا۔ اسی حالت میں ختم نبوت کا یہ غدار اس جہان فانی سے اپنی بقایا سزا پانے کے لیے اس دار باقی میں پہنچ گیا۔

عبدالکریم قادیانی کا انجام:

جسم کا موٹا، قد کا چھوٹا، نیت کا کھوٹا، مرزا قادیانی کے استنجے کا لوٹا، ایک آنکھ نہیں تھی، ایک کان نہیں تھا، ایک بازو نہیں تھا، بے ڈھب چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ سر کے ایک طرف کے بال کچھ یوں اڑے ہوئے جیسے جل گئے ہوں۔ ایک پاؤں کی ہڈی تھوڑی سی ٹیڑھی، نیم وا آنکھیں جنہیں دیکھ کر پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ پیٹ اس انداز سے پھولا ہوا جیسے بکرے کو اپھارا ہو جائے۔ اگر یہ نقوش اور خدوخال کسی مصور کو دے

دیے جائیں تو جو اجواب تصویر بنے گی وہ عبدالکریم قادیانی کی ہو گی۔

مرزا قادیانی کے عبادت خانے کا امام تھا۔ اس کے شکل اور وجود دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی کے جسم سے نکلنے والی لعنتی شعاعوں کو سب سے زیادہ اس نے اپنے وجود میں جذب کیا ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ حکیم نورالدین مرتد کی ارتدادی تبلیغ سے مرتد ہوا اور حکیم نورالدین مرتد اس کے ایمان کا قاتل ٹھہرا۔ بڑا جوشیلا مقرر تھا۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو منہ سے جھاگ اور تھوک کا سلسلہ شروع ہو جاتا، جس سے قریبی سامعین خوب مستفید ہوتے۔

جب زیادہ جوش میں آتا تو اپنے "باقی ماندہ" اعضاء کو یوں حرکت دیتا کہ ابھی اڑ کر سامنے والی دیوار پر جا بیٹھے گا۔ مرزا قادیانی پر یوں فدا تھا جیسے شیطان مرزے پر فدا تھا۔ اپنے نام نہاد جمعے کے خطبے میں مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول کہتا (معاذ اللہ) اور دجل و فریب کی کالی اور زہریلی زبان سے قرآن و حدیث سے اس کی نبوت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کرتا۔

ایک دن عبدالکریم قادیانی کے جسم پر ایک پھوڑا نمودار ہوا۔ بڑا علاج معالجہ کرایا گیا۔ لیکن پھوڑا اس مردود قادیانی کی زبان کی طرف بڑھتا ہی گیا اور آخر اس کا پورا وجود پھوڑا بن گیا۔ ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر کے بدن کو کاٹ کے رکھ دیا۔ مرتد عبدالکریم اور مرزا قادیانی ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ اوپر کی منزل پر مرتد عبدالکریم اور نیچے کی منزل پر مرزا قادیانی۔

درد کی شدت سے مرتد عبدالکریم ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چیخیں مارتا۔ جس سے سارا مکان ہل جاتا۔ اس کا کٹا پھٹا اور چیرا پھاڑا وجود تڑپ تڑپ کر چارپائی سے نیچے گرتا جسے پھر چارپائی پر رکھ دیا جاتا۔ وہ چیخ چیخ کر مرزا قادیانی کو ملنے کے لیے آوازیں دیتا۔ لوگ مرزا قادیانی سے کہتے کہ "تم اس سے مل لو، وہ تمہاری یاد میں روتا ہے۔"

مکار مرزا جواب دیتا کہ "مجھے اس کی تکلیف کا انتہائی دکھ ہے اور میرا دل اس سے ملنے کے لیے تڑپتا ہے لیکن میں اسے نہیں مل سکتا کیونکہ میں ایک کمزور دل کا آدمی ہوں اور مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جائے گی۔"

درحقیقت مرزا اس سے ملنے صرف اس لیے نہیں جاتا تھا کہ کہیں اس کے قریب جانے سے یہ مہلک بیماری اسے نہ لگ جائے۔ جب مرتد عبدالکریم کی چیخوں کی صدائیں زیادہ ہولناک ہوئیں تو مرزا قادیانی نے اپنا رہائشی کمرہ بدل کر اس کمرے میں رہائش اختیار کر لی جہاں چیخوں کی آواز کم آتی تھی۔

مرتد عبدالکریم مرزا قادیانی کو ملاقات کے لیے پکارتا، لیکن مرزا قادیانی اس سے ملنے نہ آیا۔ آخرت یہی حسرت دل میں لیے وہ تڑپتا تڑپتا جہنم واصل ہوگیا۔ مرزا قادیانی مرے ہوئے عبدالکریم کا چہرہ بھی ڈر کے مارے دیکھنے نہ گیا۔ مرتد عبدالکریم کا جنازہ میدان میں پڑا ہے۔ مرزا قادیانی وہاں آتا ہے۔ مرزے کا ایک مرید کفن سے عبدالکریم کا منہ نکال کر مرزے کو کہتا ہے کہ ''حضرت صاحب چہرہ دیکھ لیں۔''

عیار مرزا قادیانی رونے والی صورت بنا کر کہتا ہے کہ ''مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔''

آخر جھوٹے نبی کا جھوٹا صحابی، جھوٹی مسجد کا جھوٹا امام، جھوٹے بہشتی مقبرے میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ مرتد عبدالکریم وہ پہلا مردہ تھا جو سب سے پہلے قادیانی بہشتی مقبرے میں دفن ہوا۔ یعنی قادیانی بہشتی مقبرے کا ''بہترین افتتاح'' اس ''بہترین مردے'' سے کیا گیا۔

پھگلہ میں مباہلہ اور مرزائیوں کا انجام:

آپ مانسہرہ سے اگر بالاکوٹ کی طرف جائیں گے تو ''عطر شیشہ'' کے قریب ایک گاؤں پھگلہ نامی ہے۔ جس میں اکثر آبادی سادات کی ہے۔ اس قصبے میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کر دی۔ لیکن علمائے کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبان و سنان سے جہاد کیا۔ خدا کی شان یہ ہے کہ اس علاقے میں علماء حق علماء دیوبند کثیر تعداد میں رہتے تھے۔ خاص کر پھگلہ میں بھی مولانا قاضی عبداللطیف فاضل دیوبند سے اکثر و بیشتر مرزائیوں کا بحث مباحثہ چلتا رہتا تھا۔ شدہ شدہ معاملہ مباہلے تک جا پہنچا۔ طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لے لیے جائیں گے۔ مسلمانوں کی جانب سے تین علمائے کرام تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد سندھیار۔

(۲)...... حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد عطر شیشہ۔

(۳)... حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد پھگلہ۔

مرزائیوں کی جانب سے عبدالرحیم شاہ، غلام حیدر اور عبدالرحیم عرف کھیم، چنے گئے۔

یہ تاریخی مباہلہ ۲۶ فروری ۱۹۷۳ء بروز جمعہ کو طے پایا اور اردگرد کے مضافات میں بھی اطلاعات بھیج دی گئیں۔ عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لیے امنڈ

آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقے کا مشہور ترین مزار تھا جو ''غازی بابا'' کے نام سے مشہور ہے۔

مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب نے مباہلے کی حقیقت بیان کی اور غرض و غایت سے عوام کو روشناس کرایا۔ نیز قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، جبکہ مرزائی مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں جب کہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ''مسیح'' بن کر آیا۔ ہم اس لیے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی، آہ و زاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے، خداوند قدوس اس پر ہلاکت کی صورت میں (ایک سال کے اندر اندر) عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے۔

چنانچہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کر دی اور بیس منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمعے سے آمین آمین کی آوازیں آتی رہیں۔ دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا۔ ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم، جو دکاندار تھا اور مباہلے میں شریک تھا، اسی دعا کے دوران کہنے لگا کہ میں تو دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس جو ہم میں جھوٹا ہے اس کو پاگل کر دے تاکہ سب دیکھیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ اور دوسروں کو اس سے عبرت ہو۔

راقم الحروف سے حضرت مولانا کریم اللہ صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا کہ مباہلے سے قبل میں نے عبدالرحیم شاہ قادیانی سے جو، وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا کہا کہ ''آؤ تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ جو چیڑ کے بلند و بالا درخت ہیں، ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر سے چھلانگ لگاتے ہیں۔ جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ نیچے گرتے ہی مر جائے گا۔'' لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ ''نہیں، ہم مباہلہ ہی کریں گے۔''

اب سنیے! مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی اور ان کا انجام کیا ہوا۔ عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ خدا جھوٹے کو پاگل کر دے۔ ایک ماہ کے بعد

وہ پاگل ہو گیا اور اول فول بکنے لگا۔ قریب "جابہ" نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا۔ وہ بغیر اجازت وہاں داخل ہوا اور شور شرابا شروع کر دیا۔ انگریز کمانڈر تھا۔ اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور وہ کافی دنوں تک جیل میں رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔

غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ٹھیک ایک مہینے کے بعد جمعے کے دن ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو بالکل معمولی سی بات پر جہنم واصل کر دیا۔ غلام حیدر کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانے کے بری کر دیا اور اس کے وہ بھتیجے تاحال زندہ ہیں۔ راقم الحروف نے بالمشافہ ان سے بات بھی کی۔ انہوں نے یہی کچھ بتایا ہے۔ راقم سے حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا، بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی۔

تیسرے قادیانی عبدالرحیم شاہ کو ۱۹۷۴ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرے میں نہ جا سکتے تھے۔ کمرے میں داخل ہونے سے ہی بدبو آتی تھی۔ بالآخر کافی مدت ایسی کیفیت میں رہنے کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

مباہلین علماء میں سے صرف مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ بقید حیات ہیں۔ بقیہ دو حضرات کچھ عرصہ قبل اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں نے یہ روداد مولانا کریم عبداللہ صاحب سے سن کر قلم بند کی ہے۔ (مولانا منظور احمد شاہ قاسمی۔ تذکرہ مجاہدین ختم نبوت۔ صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۰)

کتے خواب میں:

مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی مرحوم پہلے قادیانی تھے، بعد میں اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے۔ مولانا مرحوم اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ سنایا کرتے تھے:

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان میں مرزا قادیانی کے گھر سے چوک کی طرف آ رہا ہوں۔ چوک میں، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک دائرے کی صورت

میں اس طرح کھڑے ہیں کہ گویا کسی مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ ان لوگوں کے درمیان میں کچھ لوگ کھڑے ہیں، جن کے دھڑ تو انسانوں جیسے ہیں لیکن منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چیخ چیخ کر رو رہے ہیں۔ مجمعے کے تمام لوگ انہیں بڑی حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کا کاندھا ہلا کر اس سے پوچھا کہ "یہ لوگ کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا کہ "یہ مرزا قادیانی کے مرید ہیں۔"

پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ خوف کے مارے میرا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور اعلانیہ مسلمان ہو گیا۔

قبر پھٹ گئی:

ڈیرہ غازی خان کے قصبے الہ آباد میں ایک منہ پھٹ اور انتہائی بدزبان قادیانی ماسٹر رہتا تھا۔ اس شاطر کو جہاں موقع ملتا، وہ قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور ختم نبوت کے بارے میں بک بک کرتا۔ آخر ایک دن وہ اسی طرح بک بک کرتا مر گیا۔ قادیانیوں نے اسے مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کا خفیہ پروگرام بنایا۔ لیکن کسی ذریعے سے یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں اس ملعون کی تدفین نہ ہونے کا بندوبست کر لیا اور علاقہ پولیس کو بھی اطلاع کر دی۔

قادیانی خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے اسے مجبوراً اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد قبر میں زبردست آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک مقامی لوگ دیکھتے رہے۔ آخر قبر پھٹ گئی اور وہاں ایک بہت بڑا گڑھا بن گیا۔ لوگ دور دور سے اس عبرت گاہ کو دیکھنے آتے تھے۔ بعد میں قبر پر پختہ چبوترہ قائم کر دیا گیا۔ لیکن بدبختوں نے اس ہولناک واقعے سے کوئی عبرت حاصل نہ کی:

دیکھو گے برا حال محمد کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے چاند پہ تھوکا

خدا کی مار...... مباہلے میں ہارنے کے بعد قادیانی پاگل ہو گیا:

ملک وال کے علاقے پنڈ کو کے گورنمنٹ ہائی اسکول کا قادیانی ہیڈ ماسٹر مباہلے میں

ہارنے کے بعد پاگل ہوگیا۔ بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ گورنمنٹ ہائی اسکول پنڈ تکو کا ہیڈ ماسٹر مبارک احمد باجوہ اسکول میں اساتذہ اور بچوں کو قادیانیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ اسٹاف نے اسے کئی دفعہ منع کیا کہ وہ بچوں میں تبلیغ نہ کیا کرے، لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس کے اس رویے پر اسکول کے کلرک ظفر شاہ نے ہیڈ ماسٹر مبارک احمد قادیانی کو مباہلے کے لیے چیلنج کر دیا۔

ہیڈ ماسٹر نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آخری نبی ہے۔

اس کے بعد ظفر احمد شاہ نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے آخری اور سچے نبی ہیں۔“

دونوں نے قرآن پر ہاتھ رکھنے سے پہلے کہا تھا کہ جھوٹے کا انجام خود سامنے آ جائے گا۔ قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان دینے کے تھوڑی دیر بعد ہی مبارک احمد قادیانی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بچوں کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ فوراً لاہور چلا گیا۔ وہاں سے لنڈا بازار سے کئی پینٹیں اور شرٹیں خریدیں، واپس آنے پر ہر پانچ منٹ کے بعد ایک بدل کر دوسری پہن لیتا ہے۔

اس واقعے سے پہلے اس نے داڑھی رکھی تھی۔ لیکن اب داڑھی اور مونچھیں بالکل صاف کروادی ہیں۔ ہر وقت یہ لفظ اس کی زبان پر ہوتے ہیں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ یہ کہتے ہی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ مناظرے کے اگلے روز ڈی ای او سیکنڈری اسکول ملک ملازم حسین نے اسکول میں چھاپہ مار کر اس کی غیر حاضری کی رپورٹ تیار کر کے حکام بالا کو ارسال کردی ہے۔

ہیڈ ماسٹر کے دو بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی کی حال ہی میں جرمنی میں شادی ہوئی ہے۔ ہیڈ ماسٹر کو پاگل پن کے مسلسل دورے پڑ رہے ہیں اور ریلوے اسٹیشن پنڈ تکو کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ اکثر ٹرینوں میں آتے جاتے لوگ بڑی حیرت زدہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہیں۔ اس وقت یہ ٹرین میں چھپ جاتا ہے اور یہ لفظ دہراتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اب اسکول سے مسلسل غیر حاضر ہے۔ ابھی تک اس ماہ کی تنخواہوں کے لیے اساتذہ کے بلوں پر دستخط بھی نہیں کیے گئے۔ اساتذہ نے حکام بالا سے مطالبہ کیا کہ اس کا طبی معائنہ کروایا جائے۔ اگر وہ واقعی پاگل ہو چکا ہے تو اسے نوکری سے برخواست کر کے نیا ہیڈ ماسٹر تعینات کیا جائے۔ اس واقعے کے بعد طلباء اور اساتذہ اور علاقے بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔

قبر میں زلزلہ:

بھارت کے صوبہ بہار کے حکیم محمد حسین نے خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی کی قبر میں تدفین ہوگئی ہے۔ لوگ مٹی ڈال کر گھروں کو چل رہے ہیں۔ قبر میں سخت اندھیرا اور خوف ہے۔ اللہ کے فرشتے سوال و جواب کے لیے آ پہنچے ہیں۔ مرزا قادیانی سخت گھبرایا ہوا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔

اللہ کے فرشتے اس سے سوال کر رہے ہیں اور جواب میں وہ اول فول بک رہا ہے۔ قبر میں قریب ہی شیطان کھڑا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کو کہہ رہا ہے کہ اے مرزا قادیانی! تو میرا بہترین ساتھی تھا۔ تو نے میرے مشن کے لیے بہت کام کیا۔ شب و روز محنت کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ مجھے تیری موت کا بہت دکھ ہوا، لیکن آج اس مشکل میں، میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا۔ یہ عذاب تو اب تجھے سہنا ہی ہے۔

یہ کہا اور شیطان غائب ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگیا اور اس کی چیخوں سے قبر میں ایک زلزلہ برپا ہوگیا۔

مردے کا منہ قبلے سے پھر گیا:

آدھی کوٹ ضلع خوشاب کے نزدیک امام الدین نامی ایک قادیانی رہتا تھا۔ جب ۱۹۷۴ء کی طوفانی تحریک ختم نبوت اٹھی تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کو دیکھتے ہوئے امام الدین قادیانی نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے اسلام قبول کرنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ امام الدین مساجد میں نماز پڑھنے لگا۔ مسلمانوں کی شادی غمی میں شرکت کرنے لگا۔ لیکن وہ منافق اندر ہی اندر قادیانیوں سے رابطے رکھتا اور انہیں مسلمانوں کی ساری خبروں سے آگاہ کرتا، لیکن مسلمانوں کو اس جاسوس کا پتہ نہ چلا۔

ایک دن امام الدین قادیانی بیمار ہوا اور چل بسا۔ مسلمانوں نے اسے غسل دیا، کفن پہنایا، نماز جنازہ پڑھائی اور لحد تک ساتھ گئے۔ جب اسے قبر میں لٹایا گیا تو ایک مولوی صاحب قبر میں اترے اور انہوں نے اس کا چہرہ مخالف سمت سے قبلہ رخ کر دیا۔ ایک زوردار جھٹکا لگا اور مردے کا منہ دوسری طرف ہوگیا۔

مولوی صاحب نے سمجھا کہ شاید میرا پاؤں لگ گیا ہے۔ انہوں نے دوبارہ اس کا منہ قبلہ رخ کیا۔ لیکن پھر ایک جھٹکا لگا اور منہ دوسری طرف ہوگیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں جب تیسری دفعہ بھی اس کا چہرہ قبلے کی طرف سے ہٹ گیا تو میرے دل میں یہ القاء ہوگیا کہ یہ شخص قادیانی ہے اور اس نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا ڈرامہ رچایا تھا:

مرقد کی وحشت بتا رہی ہے
مدفن ہے یہ کسی گستاخ رسول کی

حب ایک قادیانی کی قبر کھولی گئی:

کوٹ قیصرانی، تحصیل تونسہ، ضلع ڈیرہ غازی خان میں امیر مند نامی قادیانی مر گیا۔ اس مردود کو قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کے صحن میں دفن کر دیا۔ مقامی مسلمان اس حادثے سے چیخ اٹھے۔ ان غریبوں کی احتجاجی آواز کو بااثر قادیانیوں نے دبانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی پکار پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ان کی مدد کے لیے بجلی کی سرعت سے پہنچی۔

خانقاہ تونسہ کے چشم و چراغ خواجہ مناف صاحب بھی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار سے مسلح ہو کر خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ جلوس نکالے گئے، کانفرنسیں ہوئیں اور حکام سے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانی مردے کو مسجد سے نکالا جائے۔ حکومت نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ لیکن عوام کے طوفانی احتجاج کے سامنے حکومت بے بس ہوگئی اور اسے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔

چوہڑوں کے ذریعے مردے کی قبر کشائی کی گئی۔ جونہی قبر کھلی، بدبو کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس شدت کی بو کہ لوگوں کے سر چکرا گئے اور آنکھوں سے پانی نکل گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ غلیظ اور کٹا پھٹا لاشہ باہر نکالا تو مارے خوف کے چوہڑے بھی کانپ گئے۔ لاش قادیانیوں کے حوالے کر دی گئی، جنہوں نے چوہڑوں کے ذریعے ہی اسے اپنے گھر کے صحن میں دفن کر دیا۔ لیکن چند دنوں میں گھر میں ایسا تعفن پھیلا کہ گھر میں رہنا مشکل ہوگیا۔ آخر قادیانیوں نے تنگ آ کر اسے وہاں سے اکھیڑ کر اپنے کھیتوں

میں دفن کر دیا۔

چشم دید گواہ کہتے ہیں کہ جب دوسری مرتبہ قادیانی کی لاش کو نکالا گیا تو اس کی بدبو کئی میل دور تک گئی اور لوگ کئی دنوں تک اس بدبو کو محسوس کرتے رہے۔ اس عبرتناک واقعے کو دیکھ کر کئی قادیانی مسلمان ہوگئے، جن میں سے کچھ مردے کے خاندان میں سے بھی تھے:

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

موضوع نمبر ۲۰

بدنظری کرنے پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

بدنظری پر خوفناک سانپ کا پنجہ مارنا:

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ ان کا آدھا چہرہ سیاہ تھا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ جنت میں جاتے ہوئے جہنم پر سے جونہی گزرا ایک خوفناک سانپ برآمد ہوا اور اس نے ایک زوردار پنجہ چہرے پر مارتے ہوئے کہا کہ تو نے فلاں دن ایک مرد کو بنظر شہوت دیکھا تھا تو یہ اس کی سزا ہے۔ اگر تو زیادہ دیکھتا تو تجھے زیادہ سزا دیتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آہ! جب بنظر شہوت دیکھنے کا انجام اس قدر ہولناک ہے تو پھر اندیشہ شہوت کے باوجود امردوں سے دوستی، ان کے آگے یا پیچھے اسکوٹر پر سوار ہونا، ان سے لپٹنا، ان سے اپنا جسم ٹکرانا وغیرہ وغیرہ کس قدر غضب الٰہی کو ابھارتا ہوگا۔

بدنظری کی وجہ سے قرآن بھول گیا:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، ایک نصرانی کا حسین لڑکا سامنے سے آیا تھا۔ ایک مرید نے پوچھا کہ ”اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے۔“

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے۔ عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا۔“ چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن بھول گیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

چہرے کا گوشت جھڑ گیا:

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو بعد انتقال خواب میں دیکھ کر کسی نے پوچھا ”**مافعل اللہ بک**. یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟“

کہنے لگے۔ ”مجھے بارگاہ خداوند عزوجل میں پیش کیا گیا اور میرے گناہ گنوانے شروع

کیے گئے۔ میں اقرار کرتا گیا اور وہ معاف ہوتے گئے، مگر ایک گناہ پر میں خاموش ہو گیا اور مجھے اقرار کرتے ہوئے بے حد شرم آئی۔ بس پھر کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میرے چہرے کی کھال اور گوشت سب کچھ جھڑ گیا۔ پوچھا گیا۔ آخر وہ کونسا گناہ تھا۔ فرمایا۔ ایک بار میں نے ایک امرد یعنی خوبصورت لڑکے پر شہوت بھری نظر ڈال دی تھی۔“ (کیمیائے سعادت)

ایک عبرتناک واقعہ:

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے۔ ان کی ایک ہی آنکھ تھی۔ دوسری نہ تھی۔ وہ طواف کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے:

اللھم انی اعوذ بک من غضبک

اے اللہ میں تیرے غصے سے پناہ چاہتا ہوں۔

کسی نے پوچھا ”اس قدر کیوں ڈرتے ہو؟ کیا بات ہے؟“

کہا کہ ”میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا۔ غیب سے چپت لگی اور آنکھ پھوٹ گئی۔ اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔“

مؤذن کی بدنظری کے گناہ کا اثر، کافر ہو کر مرا:

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی حکایت معلوم ہوئی جو بغداد میں رہتا تھا۔ اس کا نام صالح تھا۔ اس نے چالیس سال تک اذان دی تھی اور نیک نامی میں بہت مشہور تھا۔ ایک دن یہ اذان دینے کے لیے مینارے پر چڑھا تو مسجد کے ساتھ واقع عیسائیوں کے گھر میں اس کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑ گئی۔ اس کے حسن و جمال کے باعث یہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو گیا۔ اذان دے کر اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بجایا۔ لڑکی نے اندر سے پوچھا ”کون؟“

اس نے کہا۔ ”صالح مؤذن۔“

نام سن کر لڑکی نے دروازہ کھول دیا۔ مؤذن نے فوراً اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لڑکی نے حیرانگی سے پوچھا کہ ”تم مسلمان تو بڑے دیانتدار ہوتے ہو۔ پھر یہ خیانت کیسی؟“

مؤذن نے اپنا تمام حال اس کے سامنے بیان کر دیا۔ لڑکی نے کہا کہ ”ایسا ہرگز نہیں

ہوسکتا۔ ہاں اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو شاید یہ ممکن ہو جائے۔"

مؤذن بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً بولا (معاذ اللہ) "میں اسلام سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے۔" یہ کہہ کر وہ لڑکی کے قریب ہوا۔

لڑکی نے کہا: "یہ جو کچھ تم نے کہا صرف اس لیے تھا کہ اپنا مقصد حاصل کرلو، ہوسکتا ہے کہ اپنا مطلب پورا کرکے تم دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ لہٰذا اب میری بھی کچھ شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ پہلے تم خنزیر کا گوشت کھاؤ۔" مؤذن نے عشق کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسے کھالیا۔

لڑکی نے کہا کہ "اب شراب بھی پیو۔" اس نے پی لی۔

جب شراب نے اپنا اثر کیا تو آگے بڑھا۔ لڑکی نے جلدی سے ایک کمرے میں داخل ہوکر اندر سے کنڈی لگالی اور اندر سے ہی بولی۔ "اب تم ہماری چھت پر چڑھ جاؤ، حتیٰ کہ میرا باپ آجائے اور میرا اور تیرا نکاح کردے۔"

حسب ہدایت وہ نشے کی حالت میں چھت پر چڑھ گیا۔ جہاں سے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر کر مر گیا۔ لڑکی نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ جب اس کا باپ آیا تو اس نے سارا قصہ سنایا۔ دونوں نے رات کے وقت اسے اٹھا کر ایک گلی میں ڈال دیا۔ پھر اس کا قصہ مشہور ہوگیا اور لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا۔ (ذم الھوی)

چہرہ سیاہ پڑ گیا:

ابوعمر بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام سے رجبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا۔ میں شرکت کی نیت سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ نماز و دفن کے بعد میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین عورت کے چہرے پر پڑ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔

ایک بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ "اے آقا! مجھے کیا ہوگیا کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔"

میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا۔ میں نے غور و تفکر شروع کیا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے۔ اچانک مجھے اپنی بغیر ارادے کے کی گئی بدنگاہی یاد آگئی تو میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس دن تک کی مہلت طلب کی۔ پھر مجھے

خیال آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں بغداد کو روانہ ہوگیا۔ جب میں نے آپ کے حجرۂ مبارک کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے (بذریعہ کشف) فرمایا: "اے ابوعمرو! آجاؤ، تم گناہ تو رحبہ بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنے بغداد میں آتے ہو۔" (ذم الھوی لابن جوزی)

بری نظر سے دیکھنے والے کو کیا سزا ملی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوچھا۔ "یہ تیری کیا حالت ہے؟"

کہا "میرے پاس سے ایک عورت گذری تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھ لیا اس کے بعد سے میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آگئی۔ جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کردیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔"

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وان اللّٰہ اذا اراد بعبد خیرا، عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا

"اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اس کو سزا دینے کی جلدی فرمادیتے ہیں۔"

بدنظری پر عذاب الٰہی:

ایک صالح شخص فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص تھا۔ اسے ذکوان کہتے تھے اور اپنے زمانے میں سردار تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب لوگ اس کے دفن سے فارغ ہوکر لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سوگیا۔ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور پکارا "اے اہل القبور، اٹھو اپنا اجر لے لو۔" چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب اہل قبور نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر کے لیے سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکوان بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلے زر سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے آگے چند غلام تھے جو انہیں قبر تک پہنچا رہے تھے اور

ایک فرشتہ آواز دیتا تھا کہ ''یہ بندہ اہل تقویٰ میں سے تھا، ایک نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلیف اور ابتلاء نازل ہوئی اس نے متعلق حکم الٰہی کا امتثال کرو۔''

چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں سے ایک زبان یا ایک اژدہا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہوگئی۔ آواز آئی کہ ''اے ذکوان! تیرا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔''

اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان لوگوں سے چلا کر کہا کہ ''تمہارا کیا ارادہ ہے۔ واللہ مجھے مرے ہوئے نوے سال ہوگئے۔ اب تک تلخی موت کی میرے حلق سے نہ گئی۔ اللہ سے دعا کرو کہ مجھے جیسا تھا ویسا ہی کردے۔''

بدنظری کرنے کا انجام:

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کھڑی ہو کر چراغ جلانے لگی۔ ایک آدمی نے اس کی طرف دیکھا۔ عورت کو پتہ چل گیا اور وہ یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ آدمی کبھی کبھی مجھے اس طرح دیکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس آدمی کو مخاطب کر کے کہا کہ ''غیر عورت کو دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اس طرح دیکھ رہے ہو؟''

اس آدمی نے اللہ سے دعا کی کہ ''اے اللہ! میری بصارت چھین لے۔''

چنانچہ وہ بصارت سے محروم ہوگیا اور بیس سال نابینا رہا۔ جب عمر زیادہ ہوگئی تو اللہ سے دعا کی کہ ''اے اللہ! میری بصارت لوٹا دے۔''

تو اللہ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔ یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ ایسے آدمی نے سنایا جس نے اس آدمی کو بصارت سے محروم رہ کر پھر سالم آنکھوں والا بھی دیکھا تھا۔ (العقوبات الالٰھیۃ، صفحہ ۱۹۸)

موضوع نمبر ۲۱

سیلابوں اور طوفانوں کے عذابات کے عبرتناک واقعات

امریکہ میں طوفان اور زلزلے کے عذابات:

اب دنیا میں امریکہ ایک واحد سپر پاور نظر آرہا ہے۔ جس کے فوجی نظام اور قوت و استبداد سے پوری دنیا مرعوب نظر آتی ہے۔ لیکن اللہ پاک کے نزدیک اس کی ساری قوت ایک چیونٹی کی قوت سے بھی کم ہے جو آہستہ آہستہ اپنے زوال اور منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حاجی ذوالفقار احمد صاحب جو اکثر تبلیغی دوروں پر یورپ وغیرہ جاتے رہتے ہیں ان کے واشنگٹن (امریکی ریاست) سے بھیجے ہوئے چند خطوط جو انہوں نے اپنی جماعت کو بھیجے تھے میری نظر سے گزرے۔ اس میں اس موضوع کے متعلق بھی بڑا عبرت انگیز مواد تھا، جس کو میں یہاں ان ہی کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔

ہر کمال را زوال...... چند عبرتناک واقعات:

بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۹۴ء کیلیفورنیا امریکہ سے شیخ محمد یعقوب صاحب کے نام لکھتے ہیں۔

امریکہ میں اس سال چند ایسے حوادث پیش آئے ہیں جو ہم سب کے لیے باعث عبرت ہیں۔ دل میں یہ بات آئی ہے کہ ان کی کچھ تفصیلات آپ کو خط میں لکھی جائیں۔ آپ چاہیں تو حلقہ ذکر میں احباب کے سامنے یا نماز جمعہ میں جماعت کے سامنے پڑھ کر سنا دیں۔

۱۔ Mississisipi River (دریائے مسی سپی) میں ہر سال سیلاب آتا ہے۔ پانی کا زیادہ سے زیادہ اخراج ڈیڑھ لاکھ کیوسک تک پہنچتا ہے۔ اس سال جو سیلاب آیا تو پانی کا اخراج ساڑھے سات لاکھ کیوسک تک پہنچ گیا۔ جتنے پل اور ڈیم بنے ہوئے تھے پانی ان کے نیچے کے بجائے اوپر سے گزرنے لگا۔ سات ریاستیں زیر آب آگئیں۔ تیس بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔ حتیٰ کہ امریکی صدر نے ٹی وی پر اپنی تقریر میں کہا کہ چرچ والوں کو دعا کرنی

چاہیے کہ یہ مصیبت دور ہو جائے۔ تقدیر کے سامنے تدبیر نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ (گویا دعا یاد آ گئی) اللہ اکبر۔

۲ ..... ریاست ٹیکساس میں ٹارنیڈو (ہوا کا طوفان) آیا۔ جس کی طاقت دس نائیٹروجن بموں سے زیادہ تھی۔ (یہ ایٹم بم سے بھی زیادہ مہلک ہوتا ہے) اس نے مکانوں کی چھتوں کو اڑا کر رکھ دیا۔ کاروں کو اٹھا کر پٹخ دیا۔ چند لمحوں میں خوبصورت آبادیاں کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں اور سپر پاور قدرت الٰہی کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

دور جدید کے طوفانوں کے واقعات پر تحقیقات:

جاوا کے مغربی ساحل پر ایک سابق سمندری کپتان نے یکا یک کیا دیکھا کہ سمندر کے پانی سے ایک نیا جزیرہ ابھر رہا ہے۔ لیکن چند لمحوں میں اسے اپنی جان بچانے کی غرض سے پوری رفتار سے بھاگنا پڑا۔ جسے وہ جزیرہ سمجھا تھا وہ پانی کی موج تھی۔ یہ تقریباً پچاس فٹ اونچی تھی اور ساحل کی طرف انتہائی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ پھر یہ ساحل کی بلندیوں کو توڑتی اور ہر شے کو چکنا چور کرتی جو اس کی راہ میں حائل ہوئی پہاڑی علاقے کی بلندیوں پر چڑھتی گئی۔

موج کے ساتھ تنکے کی طرح رقص کرتا ہوا ایک شہتیر کپتان مذکور پر آ پڑا اور وہ بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو دیکھا کہ ساحل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک درخت کی چوٹی میں اٹکا ہوا ہے۔ وہ ان چند آدمیوں میں سے تھا جنہوں نے اس موج کو دیکھا اور اس کی تباہ کاریوں کی داستان دہرانے کے لیے زندہ بچ گئے تھے۔ بعض مقامات پر یہ موج ۱۰۰ فٹ بلند تھی۔ اس سے بیسیوں گاؤں اور قصبے معدوم ہو گئے اور ہزاروں جانیں جاتی رہیں۔

سماٹرا کے ساحل پر اس موج نے جنگی جہاز ''بیرون'' کو مع لنگر سمندر سے اٹھا کر خشکی پر دو میل کے فاصلے پر سمندر کی سطح سے تیس فٹ بلند ایک جنگل میں لا پھینکا۔ موج بحر ہند کی پوری وسعت میں دوڑی اور پانچ ہزار میل کا سفر کر کے کیپ ٹاؤن پہنچی۔ وہاں بھی ایک فٹ بلند تھی۔ جزیرہ کراکٹو میں چودہ مکعب میل کا پہاڑ ایک دھماکے کے ساتھ فضا میں تین میل کی بلندی تک اچھل گیا۔ بعد میں پورے سال تمام دنیا کے گرد طوفان برق و باد کی لہریں چلتی رہیں۔

بہت ممکن ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال قبل اسی قسم کی کوئی موج خلیج فارس سے اٹھی ہو اور دجلہ و فرات کے نواحی علاقوں کو ڈبوتی چلی گئی ہو اور پھر کوہ ارادات کی ناقابل عبور چوٹیوں سے ٹکرا کر پیچھے ہٹی ہو اور کشتی نوح ''جودی'' پر رک گئی۔

(Eneyclopedia of religions and Ethics) کا مصنف بھی اسی قسم کا ایک حل پیش کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''عالمگیر طوفان نوح کا نظریہ سائنس دانوں کے نزدیک بالکل بے بنیاد ہے۔ البتہ ان کے نزدیک یہ عین ممکن ہے کہ کبھی خلیج فارس کا ساحل کسی عظیم الشان آتش فشاں سے ٹکرایا ہوا اور اس کے ساتھ طوفان باد بھی ہو۔ جس سے اس خطے کے لوگ ہلاک ہو گئے ہوں۔''

ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ کیا طوفان نوح علیہ السلام سے قبل جانوروں کے جوڑے اتنے ہی تھے جتنے کشتی نوح میں سما سکے؟ میرا خیال ہے آج بھی وہاں بڑے بڑے جانوروں کی مجموعی تعداد سو سے زیادہ ہوگی۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ حشرات الارض کا کیا بنا؟ اس کے جواب میں آر، ڈی دریک کے محولہ بالا مضمون کا ایک اقتباس پیش ہے:

''آہستہ آہستہ کراکٹو کا جزیرہ جس کے متعلق یہ توقع ہی باقی نہیں رہی تھی کہ یہ کبھی پھلے پھولے گا، سرسبز و شاداب نظر آنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے درخت اور جھاڑیاں جنگل میں تبدیل ہونے لگے اور آخر کار ۱۹۲۸ء میں وہاں گھنا جنگل ہو گیا۔ جس میں ہزاروں اقسام کے پرند، سانپ اور دوسرے جانور موجود تھے۔''

اگر کراکٹو میں چالیس برس کے مختصر سے وقفے میں زندگی کی نئی اقسام بھی پروان چڑھ سکتی ہیں تو پانچ ہزار سال کے طویل عرصے میں دجلہ و فرات کے علاقے میں مختلف جانور کیوں آباد نہیں ہو سکتے۔ پھر کراکٹو کو تو سمندر نے باقی دنیا سے جدا کر رکھا تھا اور یہ علاقہ خشکی کے راستے تین براعظموں سے ملا ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ ادھر ادھر سے وہاں مختلف جانور چلے گئے ہوں۔ قرآن مجید انہی موقعوں پر کہتا ہے

سنریهم ایتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق

''عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے عالم آفاق میں اور خود ان کے نفس

میں۔حتیٰ کہ ان پر حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔"

طوفانوں کے عذابات کی مختصر تاریخ:

کیا ایسا طوفانی سیلاب صرف قرآن میں مذکور ہے یا تاریخ بھی اس معاملے میں کچھ بولتی ہے۔آیئے تاریخ کے اوراق الٹتے ہیں:

١ دنیا کی ہر قوم میں تباہ کن سیلاب کی تاریخ ملتی ہے اور ایسے سیلاب کشش چاند یا کسی دمدار ستارے کے زمین کے زیادہ قریب آنے پر اٹھ پڑتے رہے ہیں۔

٢ ...امریکہ کی ایک ریاست اوکلوھاما کے لوگ بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک مرتبہ زمین پر گہری تاریکی چھا گئی جو انتہائی اونچی سمندری موجوں کی وجہ سے تھی۔موجیں قریب تر ہوتی گئیں اور بالآخر تباہی کا موجب بنیں۔

٣ جدید حکمائے زمین (Geologists) کہتے ہیں کہ بعض مقامات پر ایسے بڑے اور گول پتھر ملتے ہیں جن کے ہم جنس پتھر قرب وجوار میں نہیں پائے جاتے۔ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی عظیم سیلاب سے بہہ کر آئے۔

٤ قدیم چین کی تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ "یاہو" کے دورِ حکومت میں ایک ایسا سیلاب آیا تھا جس کا پانی نکالنے کی کوشش نو برس جاری رہی پر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔یاہو کے بعد "شوکنگ" شہنشاہ بنا، جس نے پانی کی نکاسی کا کام "یو" (YU) کو دیا۔جس نے یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دیا۔یو کو بعد میں اسی کارنامے کی وجہ سے بادشاہ بنایا گیا۔

٥ تبت کی تاریخ کے مطابق ایک دفعہ سمندر سے ایک ایسا سمندری طوفان اٹھا تھا کہ تبت کی چوٹیاں تک دب گئی تھیں۔

٦ افلاطون لکھتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ جس میں افریقہ اور امریکہ کے براعظم آپس میں جڑے ہوئے تھے اور یہ تمام خطہ اٹلانٹس (Atlantis) کے نام سے مشہور تھا اور یہ ایک خوشحال اور طاقتور ریاست تھی۔لیکن پھر اچانک ہی اس خطے پر پانی چڑھ آیا جو کہ آج تک بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) کے نام سے موجود ہے۔

اسی طرح یونانی تاریخ میں بھی [illegible] اور طوفانوں بھی

اسی طرح کا ایک طوفان تھا۔

٨ قدیم اقوام کی تاریخ کا ایک قصہ طوفان اس قصے کے عین مطابق ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں صاحب کشتی کا نام نوح علیہ السلام جبکہ اس میں کسوتھرس لکھا گیا ہے۔نام زبانوں کے بدلنے پر بدل بھی جاتے ہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام کو ڈیوڈ، یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا اور مسیح علیہ السلام کو عیسیٰ، جیسس اور کرائسٹ کہا جاتا ہے۔اسی طرح ممکن ہے کہ قدیم زمانے کا کسوتھرس عربی زبان میں نوح علیہ السلام کے طور پر بیان فرمایا گیا ہو۔بہرحال کسوتھرس کے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔

موضوع نمبر۲۲

مال ودولت کی ہوس پر اللہ کے عذابات کے لرزہ خیز واقعات

افغانستان میں چہرے مسخ ہونے کی وبا:

بھارت کے شہر نئی دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامے ''اللہ کی پکار'' نے رائٹر کے حوالے سے لکھا ہے کہ افغانستان کی راجدھانی میں ایک نئی بیماری وبا کی شکل میں پھیل رہی ہے۔ جس میں انسانوں کی شکل وشباہت بدل جاتی ہے۔ عالمی تنظیم صحت نے بتایا ہے کہ اس کی وجہ سے نہ صرف مقامی لوگ بلکہ لوٹتے ہوئے رفیوجی اور بین الاقوامی اسٹاف بھی خطرے سے دوچار ہو رہے ہیں۔

اس بیماری میں خاص کر چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ ایک بیان میں عالمی تنظیم صحت نے کہا ہے کہ خاص کر بچے اور خواتین اس مرض سے متاثر ہیں اور ان لوگوں کو ان کے گھر والے اس بیماری کے بعد الگ تھلگ کر دیتے ہیں۔ اس مرض کا مقابلہ کرنے کے لیے ۱۲ لاکھ ڈالر کی اپیل کی گئی ہے۔

کابل کے بعض علاقوں میں یہ بیماری اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ اسے ''چھوٹی بہن'' کہنے لگے ہیں، کیونکہ ہر گھر میں کوئی نہ کوئی اس بیماری میں مبتلا ہے۔ عالمی تنظیم صحت نے کہا ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر علاج کے رقم کی ضرورت ہے۔

افغانستان کے مسلمانوں نے اپنے ملک میں امریکہ اور اتحادی فوجوں کے حملے کے وقت جس طرح سے امریکی ڈالر کے آگے اپنا ایمان فروخت کیا ہے، اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ لگتا ہے کہ اللہ نے جس طرح اصحاب سبت اور ایمان کے بالمقابل دنیا کو ترجیح دینے والے یہودیوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں کر دیا تھا۔

(البقرہ۲:۶۵، النساء۴:۴۷، ۱۵۴، المائدہ۵:۶۰، الاعراف۷:۱۶۳، ۱۶۶، النحل۱۶، ۱۲۴)

شاید اسی طرح کا عذاب افغانیوں پر بھی نازل ہو رہا ہے کہ ان کی صورتیں مسخ ہو رہی ہیں۔

مال لوٹنے کا عذاب:

صدقہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق کے بعض مشائخ سے روایت بیان کی ہے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ ہم حج کو گئے، ہمارا ایک ساتھی راستے میں انتقال کر گیا۔ ہم نے وہاں کی آبادی میں سے ایک کدال عاریتاً لے کر اس کی قبر کھودی، اور اس مردے کو اس میں دفن کر دیا۔ دفن کرنے کے بعد یاد آیا کہ کدال قبر ہی میں بھول گئے۔

ہم نے قبر کو پھر کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس مردے کی گردن اور دونوں ہاتھوں کو اس کدال میں باندھ دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر قبر کو مٹی سے پاٹ دیا اور کدال کو نہ نکال سکے۔ کدال کے مالک کو اس کی قیمت دے کر راضی کیا۔ جب ہم سفر سے لوٹ کر آئے تو اس مردے کی بیوی سے اس کا حال پوچھا۔

اس نے بتایا کہ میرا خاوند ایک شخص کے ہمراہ جا رہا تھا۔ اس شخص کے پاس مال تھا۔ میرے خاوند نے اس کو قتل کر کے اس کا سارا مال لوٹ لیا تھا اور اسی مال سے یہ حج کو جا رہا تھا۔ (لالکائی)

قبر میں بالوں سے بندھا ہوا جسم:

۲۶۷ھ کے اندر جو حوادث رونما ہو چکے ہیں، اس ضمن میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ ساحلی علاقے کے ایک شخص کی عورت کا انتقال ہوا، جب اس کو دفن کر کے اس کا خاوند گھر لوٹا تو اسے یاد آیا کہ قبر میں ایک رومال بھول گیا ہے جس میں کچھ روپے بھی ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے علاقے کے فقیہ کو ساتھ لیا اور جا کر قبر کھودنے لگا۔ فقیہ قبر کے ایک کنارے پر بیٹھا ہوا تھا۔

قبر کھود کر دیکھا کہ مردہ عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس کے بالوں سے مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور پیر بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اس مرد نے کھولنے کی بڑی کوشش کی، لیکن مشکیں نہ کھل سکیں، جب کھولنے سے عاجز آ گیا تو زور لگا کر توڑنا چاہا۔ مگر اسی وقت وہ مرد اس عورت کے ساتھ اس طرح دھنسا دیا گیا کہ اس کا اتا پتا نہ لگا۔

فقیہ جو قبر کے کنارے بیٹھے تھے، چوبیس گھنٹوں تک بے ہوش رہے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو انہوں نے سلطان وقت کو اس کی خبر دی اور سلطان نے مشہور عالم دین ابن دقیق العید

رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے عذاب قبر کی حقیقت بیان کی۔ جس سے ہر ایک کو عبرت ہوئی۔ (تاریخ مقریزی)

خون ناحق کا انتقام:

دریائے چناب اور دریائے جہلم تریموں کے مقام پر باہم گلے ملتے ہیں اور نیچے ملتان کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں۔ کچھ دنوں تک دونوں کے پانیوں کا رنگ جدا جدا نظر آتا ہے مگر جلد ہی جہلم اپنی انفرادیت مکمل طور پر چناب (پنہاں) کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی پنہاں کے مشرقی کنارے پر شورکوٹ واقع ہے جسے کھجوروں کے درخت گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔

اسی شہر میں پانچ صدی پہلے سلطان العارفین حضرت محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں۔ اس وقت اکبر اعظم کا عہد تھا اور مغل ملوکیت اپنے عروج پر تھی۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ گو علاقے کے نیک نہاد صوبیدار کے گھر پیدا ہوئے لیکن صوبیداری سے کوئی انس نہ تھا۔ اللہ سے لو لگائی اور اللہ کی مخلوق کی ہدایت کے لیے کام کیا۔ ملوکیت کے ہاتھ عوام کے بنیادی حقوق کی پامالی دیکھ کو وہ تڑپ اٹھے اور بدی کے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کا مزار شورکوٹ سے دور پنہاں کے مغربی کنارے پر واقع ہے جہاں سے گڑھ مہاراجہ قصبہ صرف تین میل دور واقع ہے۔ یہ قصبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام پر آباد ہوا اور آباد کرنے والے کا نام مہر رجب خان سیال تھا، لیکن اس نے ازراہ عقیدت اس بستی کا نام گڑھ رجبانہ کے بجائے گڑھ مہاراجہ رکھا اور اس نے جھنگ سیال کے نوابوں کے خلاف مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مدد کی۔ جس کے نتیجے میں جھنگ سیال مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر سکھوں کی جاگیر بنا۔ سکھوں سے انگریز چھین لے گئے اور قیام پاکستان کے وقت پھر مسلمانوں کے پاس آ گیا۔ لیکن گڑھ مہاراجہ جوں کا توں موجود رہا اور انسانی فطرت کی عجیب کہانی سناتا رہا۔

اسی گڑھ مہاراجہ اور شورکوٹ سے آگے بڑھیں تو دور پنہاں کے کنارے احمد پور سیال کی بستی موجود ہے جہاں ہندوؤں کی انگریز پرستیوں اور انگریز کی ہندو نوازیوں کے خلاف پنجاب میں پہلی بار منظم جدوجہد شروع ہوئی۔ جری سیالوں نے سیوا جی کے بیٹوں کو یہ باور

کرا دیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی رگوں میں عالمگیری خون رواں دواں ہے، یہاں سے ذرا آگے دریائے راوی اٹکھیلیاں کرتا پنہاں کی آغوش میں جا گرتا ہے جو ذرا آگے چل کر ملتان کے علاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس جگہ ملتان کے بڑے بڑے خاندانوں میں سے ایک پرشکوہ خاندان آباد تھا۔

۱۸۸۰ء کا وسط تھا، انگریز کی حکومت میں ابھی تک استحکام پیدا نہیں ہوا تھا، لیکن اس علاقے میں انگریزوں سے بڑا حاکم ان کا پٹھو غلام فرید نول موجود تھا۔ جس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہ ہل سکتا تھا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا، جس کا نام مہر دوست محمد تھا اور عمر دس سال تھی۔ اس کا ایک بھتیجا بھی تھا جس کا نام عبدالمجید تھا، یہی کوئی بیس یا تیس برس کا۔ عبدالمجید کا باپ اس کے بچپن ہی میں طاعون کی نذر ہو گیا تھا اور اسی طاعون سے مہر غلام فرید کا دوسرا چھوٹا بھائی مہر غلام حیدر بھی فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے جوان بیوہ، دو لڑکیاں اور وسیع و عریض جائیداد چھوڑ گیا۔

جوان بیوہ کا میکہ رنگ پور ضلع مظفر گڑھ کے ایک اونچے خاندان میں تھا۔ مہر غلام فرید کو بیوہ اور یتیم بھتیجیوں کی بجائے وسیع و عریض جائیداد کی فکر تھی کہ اگر اس کی بھتیجیوں کی شادیاں ان کے ننھیال میں ہو گئیں تو مہر غلام حیدر کی جائیداد کا بڑا حصہ وہ لے جائیں گی۔ مصیبت یہ آن پڑی کہ مہر غلام فرید کا لڑکا مہر دوست محمد ابھی چھوٹا تھا اور اس کا بھتیجا مہر عبدالمجید پہلے ہی شادی شدہ تھا۔ اس لیے ان لڑکیوں کے لیے کوئی مرد موجود نہ تھا۔

مہر غلام فرید نے بیوہ بھابھی پر نکاح ثانی کے لیے ڈورے ڈالے۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ اس نے اللہ کی عبادت اور بچیوں کی تربیت میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ وسیع زرعی جائیداد کی آمدنی کا بیشتر حصہ وہ رفاہی کاموں پر خرچ کر ڈالتی۔ اس نے بیواؤں او رناداروں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے اور غریب لڑکیوں کے جہیز بنانا اس کا دل پسند مشغلہ تھا۔

مہر غلام فرید کی یتیم بھتیجیاں اب اٹھارہ اور بیس برس کی ہو چکی تھیں اور ان کی نیک سرشت والدہ کے لیے ان کو مزید بٹھائے رکھنا اب ممکن نہ رہا۔ مہر غلام فرید اور اس کے درمیان لڑکیوں کے رشتے ناتے کی بات کئی مرتبہ آگے بڑھی، مہر کی خواہش یہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ خود نکاح پڑھائے۔ بڑی بیٹی کو مہر کے بھتیجے کے عقد میں دے، جس کا پہلے بھی نکاح ہو چکا تھا اور دوسری

بیٹی کا نکاح اسی کے کمسن بیٹے کے ساتھ کر دے اور یوں تمام جائیداد گھر کی گھر میں رہے۔

مہر غلام فرید کا کمسن لڑکا اب گیارہ بارہ برس کا تھا اور بیوہ کی بیٹی اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ بیوہ نے یہ رشتہ قبول کر لیا، لیکن وہ خود نکاح ثانی کے لیے اپنی بڑی بیٹی کو شادی شدہ عبدالمجید کے عقد میں دینے پر رضامند نہ تھی۔ اس نے اپنی بڑی بیٹی کا رشتہ اپنے بھتیجے کے ساتھ مظفر گڑھ میں طے کر دیا۔ منگنی دھوم دھام سے ہوئی۔

مہر غلام فرید، اس کے بیٹے اور بھتیجے نے زبردست مخالفت کی، مگر بیوہ عزم و ہمت کی چٹان بن گئی۔ اس کے جواب میں مہر غلام فرید نے اپنے کمسن بیٹے کے لیے بیوہ کی چھوٹی بیٹی کا رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور سنگین نتائج کی دھمکیاں دینے لگا۔ آخر مجبور ہو کر بیوہ نے دوسری بیٹی کا رشتہ بھی اپنے دوسرے بھتیجے کو دے دیا اور ۲۱ اپریل ۱۹۰۰ء کی تاریخ شادیوں کے لیے مقرر کر دی۔ مہر غلام فرید ابھی تک آس لگائے ہوئے تھا۔ لیکن تاریخ مقرر ہوتے ہی وہ تلملا اٹھا اور غصے کے عالم میں اس کی سوجھ بوجھ جواب دے گئی۔

۲۱ اپریل ۱۹۰۰ء کو صبح ہی سے آسمان پر غبار چھایا ہوا تھا۔ مست پنہاں چپکے چپکے بہہ رہا تھا۔ پچھلے پہر سرخ آندھی کے آثار نمودار ہوئے۔ مغرب کی اذان بلند ہوئی اور ادھر باراتوں کی شہنائیاں بجنے لگیں اور لوگوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تینوں عورتوں نے جلدی جلد نمازیں پڑھیں کہ ٹاپوں کی گھن گرج سنائی دی۔

وہ بیس گھڑ سوار تھے جو مہر غلام فرید نے باراتیوں کے روپ میں اصل باراتیوں سے پہلے بھیج دیے تھے۔ انہوں نے تینوں نیک نہاد خواتین کی گردنیں جائے نمازوں ہی پر کاٹ ڈالیں اور ان کی لاشیں گٹھڑیوں کی شکل میں باندھ لیں اور انہیں گھوڑوں پر لاد کر دریائے چناب کے بیلوں میں گم ہو گئے۔

اصل باراتی آئے تو جائے نمازوں پر خون بکھرا ہوا تھا۔ ساتھ تین جوڑے زنانہ جوتے اور دو زنانہ دوپٹے موجود تھے۔

انگریزی قانون حرکت میں آیا۔ مہر غلام فرید اور اس کے بھتیجے عبدالمجید کے چالان ہوئے۔ اصل قاتل بیس آدمی تھے وہ علاقے کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے۔ ان کا بھی چالان ہوا، لیکن ایک تو مہر غلام فرید انگریزوں کا چہیتا اور ان کا دست و بازو تھا، دوسرے مقدمے کی پیروی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بیوہ کے میکے والے بھی باہمت ثابت نہ ہوئے اور مہر کی ہیبت سے

ڈر گئے۔ تیسرے لاشیں برآمد نہ ہوئی تھیں۔ انہیں چناب کے گہرے پانی نگل گئے تھے۔ وقوعہ اندھیرے میں ہوا تھا، چشم دید گواہ زیادہ تر بیوہ کی خادمائیں تھیں، وہ لائق فائق وکلاء کی جرح کے سامنے ریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گئیں۔

مہر غلام فرید اگلے سال ہی راہی ملک عدم ہو گیا، اسے چناب کے بیلوں میں کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا تھا اور چند ہی لمحوں بعد اس نے کھجور کے سائے میں دم توڑ دیا جہاں اس سے پہلے تین مظلوم عورتوں کو لاوارث سمجھ کر ذبح کر دیا گیا تھا اور اب وہ مکان مہر غلام فرید کی ملکیت میں آ کر دائرہ (مہمان خانہ) بن چکا تھا۔

مہر غلام فرید تو رخصت ہو گیا لیکن لوگوں کے لیے عبرت کی ایک داستان چھوڑ گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جنازے کے بعد اس کا پورا بدن خصوصاً چہرہ سانپ کے زہر کی وجہ سے سیاہ ہو چکا تھا۔ اس کی طرف دہشت سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ کئی روز اس حادثے کے چرچے رہے اور پھر لوگ سب کچھ بھول گئے اور مہر دوست محمد کا حکم بجا لانے لگے۔ مہر دوست محمد کی شادی جلد ہی جھنگ کے ڈب خاندان میں ہو گئی اور شوکت و سطوت کے پھریرے پہلے سے بھی زیادہ آب و تاب دکھانے لگے۔

مہر دوست محمد مسلسل ۱۹۴۵ء تک علاقے سے منتخب ہوتا رہا۔ اسمبلیاں اس کے بغیر مکمل ہوتی ہی نہ تھیں۔ ملتان، جھنگ بلکہ پنجاب بھر کی سیاست میں وہ ایک مستقل عنوان بن چکا تھا۔

ڈب قبیلے کی بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا مہر نذر محمد پیدا ہوئے۔ مہر نذر محمد کی شادی انتہائی دھوم دھام سے ہوئی اور روایت ہے کہ ۱۹۴۰ء کے سستے زمانے میں لاکھ روپے سے زائد سلامی دی گئی۔ ہندوستان بھر کے رؤسا، راجے، مہاراجے اور انگریز حکام اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔

مہر نذر محمد کے ہاں یکے بعد دیگرے جڑواں شکل میں چار لڑکے پیدا ہوئے۔ لوگوں کو یاد ہی نہ رہا کہ مہر دوست محمد، اس کے چچیرے بھائی مہر عبدالمجید اور اس کے والد مہر غلام فرید نے کبھی ایک موسم بہار کی شام تین بے گناہ اور پاکباز عورتوں کو دولت و جائیداد کے لالچ میں بے دردی سے ذبح کروایا تھا۔

مہر دوست محمد کا بیٹا عین عنفوان شباب میں چار لڑکے چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی سے اپنے جوان بیٹے کا غم نہ دیکھا گیا اور وہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ مہر

دوست محمد نے چاروں پوتے سینے سے لگائے، لیکن ۱۹۴۵ء میں دوسری شادی رچالی۔ دوسری بیوی سے مہر گل محمد پیدا ہوا جو باپ کی نگاہوں کا تارا بن گیا۔ مہر دوست محمد کا یہ عمل اس کے پوتوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتا جارہا تھا۔ اب ان کی عمریں ۱۲ اور ۱۴ سال کی تھیں۔

مہر دوست محمد کا لڑکا اپنے بھتیجوں سے دو چار سال چھوٹا تھا، لیکن اس کی تعلیم لاہور کے اونچے تعلیمی اداروں میں ہو رہی تھی۔ اس کا زرق برق لباس، اس کی نئے ماڈل کی کار اور اس کے خدام کے پہرے یتیم بھتیجوں کو اشتعال دلانے کے لیے کافی تھے۔

۲۱ اپریل ۱۹۶۲ء کی ڈراؤنی شام کا واقعہ ہے۔ مہر دوست محمد کے مہمان خانے میں چچا بھتیجوں کی تکرار ہوئی۔ اس پر بھتیجے مشتعل ہو کر خنجر بدست للکارتے ہوئے آئے۔ مہر دوست محمد کا لڑکا مہر گل محمد جو بیس برس کا تھا، اس کو اسی کھجور کے درخت کے نیچے قتل کر دیا گیا جہاں ساٹھ برس پہلے تین بے کس اور بے گناہ عورتیں ذبح کی گئی تھیں۔ مقتول کے چاروں بھتیجے پولیس نے گرفتار کر لیے۔ سیشن جج ملتان کے ہاں سب کے لیے پھانسی کا حکم صادر ہوا۔

۱۹۶۶ء میں تین بھائی پھانسی پا گئے۔ سب سے چھوٹے کی عمر کم تھی چنانچہ صدر ایوب نے سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا۔ اس سے میری ملاقات سینٹرل جیل ملتان میں ہوئی۔ وہ ٹی بی کا مریض تھا اور اسے ۱۹۶۷ء کے اوائل میں دماغی دورے پڑنے لگے تھے۔ اس نے مجھے یہ پوری داستان سنائی اور بڑی تفصیل سے بتایا کہ اس کا خاندان کس حال میں ہے۔

''میرے دادا کو اس کی چہیتی بیوی نے چپکے سے زہر دے دیا اور وہ اسی کھجور کے درخت کے نیچے خون کی قے کرتا ہوا مر گیا۔ اس کی بیوی نے کسی دوسرے قبیلے میں شادی کر لی۔ جس نے ہماری ساری جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جسے بچانے کے لیے ہم ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہتے تھے۔''

کھجور کا درخت اب غیروں کے قبضے میں ہے اور ظالموں کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔

ایک قابل عبرت واقعہ:

تقریباً ۸۵ برس پہلے کی بات ہے۔ اعظم گڑھ کے ایک دیہات میں ایک زمیندار مولا

بخش نام کے رہتے تھے۔ مولا بخش اپنے باپ کی تنہا اولاد تھے اور ان کے باپ ابھی زندہ تھے، ان کے رشتے داروں نے سوچا کہ اگر مولا بخش کا خاتمہ کر دیا جائے تو ان کی جو اولاد ہے وہ مجوب ہو جائے گی، کیونکہ دادا زندہ ہوگا اور باپ مر چکا ہوگا، اس طرح ان کے حصے کی ساری جائیداد ہم کو مل جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے خفیہ طور پر مولا بخش کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

بقر عید قریب تھی، مولا بخش اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر روانہ ہوئے تاکہ وہاں سے عید کا سامان خرید کر لائیں۔ ان کے دشمن پہلے ہی تاک میں تھے۔ ادھر مولا بخش روانہ ہوئے اور ادھر دشمنوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا، پوری اسکیم طے ہو گئی۔

عصر کا وقت تھا، مولا بخش کا گھوڑا گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر ایک جنگل میں داخل ہوا جو راستے میں پڑتا تھا۔ ''ٹھہر جاؤ۔''

اچانک ایک کرخت آواز نے مولا بخش کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دیکھا تو چار آدمی جو لاٹھیوں اور بلموں سے پوری طرح مسلح تھے، ان کے سامنے کھڑے ہیں، اتنے میں ایک نے لپک کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اب مولا بخش کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ گھوڑے سے اتر پڑیں۔

''آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟'' مولا بخش نے اضطراب آمیز لہجے میں پوچھا۔

''تمہاری جان۔'' بلم کے پیچھے کھڑے ہوئے خونخوار چہروں نے جواب دیا۔

مولا بخش صورتحال کی نزاکت کو پوری طرح سمجھ چکے تھے۔ انہوں نے چند لمحے سوچا اور اس کے بعد جواب دیا۔ ''اچھا عصر کا وقت ہے، مجھے نماز پڑھ لینے دو۔''

''ہاں تم نماز پڑھ سکتے ہو۔''

مولا بخش مصلیٰ بچھا کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہ ان کے لیے صرف نماز نہیں تھی وہ نماز پڑھ رہے تھے مگر حقیقتاً اپنے رب سے سرگوشی کر رہے تھے وہ ابھی سجدے میں تھے کہ ان میں سے ایک معمر شخص نے کہا۔

''دیکھتے کیا ہو۔ اس سے بہتر وقت نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی راہی آ نکلا تو تمہارا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔'' بزرگ ساتھی کی بات سب کی سمجھ میں آ گئی اور فوراً ہی ان کے دو طاقتور آدمی مولا بخش کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو گئے۔ سجدے کی حالت ہی میں ایک لاٹھی گردن کے نیچے رکھی گئی اور دوسری گردن کے اوپر، اس کے بعد دونوں طرف سے چاروں

آدمیوں نے مل کر دبایا تو مولا بخش کی زبان نکل پڑی تھوڑی دیر بعد وہ اس دنیا میں نہیں تھے۔ اس کے فوراً بعد دشمنوں نے گھوڑے کو بھی قتل کر دیا اور گھوڑے اور اس کے سوار دونوں کی لاش قریب کے دریا میں بہادی۔

یہ برسات کا زمانہ تھا۔ عین اسی رات کو موسلا دھار بارش ہوئی اور قریباً ایک ہفتے تک جاری رہی۔ اس بارش میں نہ صرف قتل کے تمام آثار دھل گئے بلکہ بڑھے ہوئے دریا میں لاش بھی ہمیشہ کے لیے غائب ہوگئی۔ واقعے کے بعد مولا بخش کے صاحبزادے عبدالصمد اور ان کے داماد حامد حسن دو ہفتے تک بارش اور سیلاب میں مارے مارے پھرے، مگر مولا بخش کا کوئی سراغ نہ ملا۔

جس وقت مولا بخش کا گھوڑا جنگل میں داخل ہوا اور چاروں آدمیوں نے مل کر انہیں گھیر لیا تو مولا بخش کے پیچھے کچھ فاصلے پر گاؤں کا ایک بنیا بھی تھا جو بازار سے آ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی یہ منظر دیکھا تو فوراً کھسک کر ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔ وہ وہیں سے پورا منظر دیکھ رہا تھا۔

اس نے بعد میں گھر آ کر مولا بخش کے وارثوں کو سارا واقعہ سنایا۔ رپورٹ ہوئی، پولیس آئی، مگر نہ لاش برآمد ہوئی اور نہ قتل کا کوئی ثبوت فراہم۔ اس وجہ سے مقدمہ قائم نہ ہو سکا۔ چاروں قاتل بہت خوش تھے کہ چلو قتل بھی کیا اور سزا سے بھی بچے اور مقتول کی ساری جائیداد کا حق بھی مل گیا۔

مگر آخری عدالت کا فیصلہ ابھی باقی تھا۔ اس کے بعد جلد ہی یہ واقعہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے وہ چاروں بیمار ہوئے جنہوں نے مولا بخش اور ان کے گھوڑے کو قتل کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کی بیماری موت کی بیماری تھی۔ پہلا شخص جب مرنے کے قریب ہوا تو لوگوں نے سنا کہ وہ سخت اضطراب کی حالت میں کچھ کہہ رہا تھا۔ قریب آ کر کان لگایا تو صاف طور پر یہ الفاظ اس کی زبان سے نکل رہے تھے۔

''مولا بھائی، اپنے گھوڑے سے ہم کو مت کچلیے، مولا بھائی اپنے گھوڑے سے ہم کو مت کچلیے۔''

اسی طرح چاروں قاتل بیمار ہوئے اور چاروں اپنے آخر وقت میں یہی کہتے ہوئے مر گئے، گویا کہ مقتول اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے جسم کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روند رہا تھا۔ موت کے بعد جب نہلانے کے لیے ان کے جسم کا کپڑا اتارا گیا تو یہ تعجب خیز حقیقت سامنے آئی کہ لوگوں نے

دیکھا کہ ان کے جسم پر جگہ جگہ گھوڑے کے کھر کے نشانات پڑے ہوئے ہیں، جیسے واقعی کسی گھوڑے نے اپنے کھر سے ان کو پامال کیا ہو۔

اسی طرح چاروں آدمیوں کا خاتمہ ہوگیا اور وہ یا ان کی اولاد مولا بخش کی جائیداد بھی حاصل نہ کر سکی۔ کیونکہ دادا زندہ تھے اور انہوں نے مولا بخش کے لڑکوں کے نام ان کا پورا حصہ لکھ دیا۔ آج بھی مولا بخش کے پوتے زندہ سلامت موجود ہیں اور ان کی پوری جائیداد ان کے پوتوں کے قبضے میں ہے۔ (بحوالہ ذکری اکتوبر ۱۹۷۶ء)

اپنے بھائی کا مال ہتھیانے کا انجام:

قرآن حکیم میں فرمان ہے۔

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور راہ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی بشارت دے دو۔ قیامت کے دن وہ سانپ کی شکل میں ان کی گردنوں میں ڈال دیا جائے گا جو ان سے کہے گا کہ ہم وہی خزانہ ہیں جسے تم جمع کر کے رکھتے تھے۔''

اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ یہاں اگر کسی بھائی کی بالشت بھر زمین بھی ہتھیا لی گئی تو قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ ہتھیانے والے کی گردن پر ہوگا یا یہ کہ اونٹ اور بکری قیامت کے روز غاصب کی گردن پر سوار ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمارا مالک فلاں ابن فلاں تھا، لیکن اس ظالم نے ہمیں چرا یا ہتھیا لیا تھا۔

ان اقوال مقدسہ کا تعلق بھی ایمان بالغیب اور آخرت سے ہے، لیکن بسا اوقات انسان اس دنیا میں بھی اپنی چشم سر سے ان فرمودات میں پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ قانون شہادت مجریہ ۱۸۷۲ء کی روشنی میں دو واضح مشاہدے میں نے بھی کیے ہیں جو نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

سرگودھا میں ایک پڑھی لکھی انتہائی حسین و جمیل لڑکی کے والدین وفات پا گئے۔ جبکہ اس کا اکلوتا بھائی کمسن تھا۔ حقیقی خالہ نے نوجوان لڑکی اور کمسن لڑکے کو سنبھال لیا۔ لڑکی بی اے کرنے کے بعد جھنگ کے ایک زمیندار سے اپنی پسند کا نکاح کر بیٹھی۔ جبکہ لڑکا خالہ کے پاس رہ گیا۔ لڑکی خوبصورت اور پڑھی لکھی ہی نہ تھی بلکہ بہت تیز طرار اور ہوشیار بھی تھی۔ اس نے

دیکھا کہ چھوٹا بھائی سیدھا سادا اور بدھو ہے تو وہ ایک کھیل کھیلی اور ماں باپ کی کروڑوں روپے کی جائیداد پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی۔

جھنگ سیال کے نواح کی جائیداد شوہر کی طرف سے موجود تھی اور سرگودھا کی زرخیز کھیتیاں اور انتہائی قیمتی شہری جائیداد والدین کی طرف سے ہاتھ آ گئی۔ تاہم ہوس زر اور ہل من مزید کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں۔ خالہ سمجھاتی رہی، لیکن اس خدا کی بندی نے کسی کی نہ مانی اور سادہ لوح چھوٹے بھائی کے حصے کی جائیداد بھی عملاً ہتھیالی۔ سیدھا سادا بھائی اس کے شاطرانہ ہتھکنڈوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور قیام پاکستان کے آس پاس بالکل پاگل ہو کر سڑکوں پر نکل آیا اور پھر اسے بے بسی اور کسمپرسی کی موت نے آ لیا۔

سرگودھا کی شہزادی نے جھنگ آ کر شوہر کے نوابی محلات آباد کیے اور انہیں اپنی اور اپنے مظلوم بھائی کی بے پناہ دولت سے چار چاند لگا دیے۔ اس کی گود میں یکے بعد دیگرے دو لڑکوں اور ایک لڑکی نے جنم لیا۔

امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ اور عیش کے باوجود تن آسانی اور ہوس دنیا سے جنم لینے والی ناآسودگی نے شہزادی کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا۔ وہ ذیابیطس کی مریضہ تھی جبکہ ۱۹۶۷ء میں اس کے گردے بھی جواب دے گئے۔ دونوں لڑکے ایچیسن کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے، جبکہ بچی کوئین میری اسکول کی طالبہ تھی۔ اس کے شوہر نامدار اس کی ڈھلی ہوئی جوانی اور دولت کو بھول بھال کر اب ایک مزارے کی بیٹی بیاہ لائے تھے اور اسے ہنی مون کے لیے مری لے گئے تھے۔

شہزادی کی خالہ سے ہماری خاندانی جان پہچان تھی۔ یوں شہزادی اور اس کی زندگی کے نشیب و فراز میری نگاہوں میں تھے۔ مئی ۱۹۶۷ء کے لگ بھگ میں پی اے ایف ہسپتال سرگودھا کی پرانی بلڈنگ میں اس کی تیمارداری کے لیے گیا تو اس وقت اس کا عالم نزع تھا۔ خالہ بے چاری پلنگ کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ مجھے اور میری بیوی کو دیکھ کر اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔

میں نے دیکھا کہ سکرات موت کے باوجود ادھیڑ عمر شہزادی کے حسین چہرے پر اجڑے حسن کی یادگاریں موجود تھیں۔ موٹی سیاہ آنکھیں، گول چہرہ، انتہائی گورا رنگ، صاف شفاف رخسار، پتلے ہونٹ اور خوبصورت سفید دانت آج بھی دلربائی کے انداز لیے ہوئے تھے۔ تاہم وہ اس وقت بے پناہ بے چینی میں مبتلا تھی۔ خدا معلوم اس آخری گھڑی میں اس نے سرخ

لباس اور بانہوں، کانوں اور گلے میں سونے کے زیورات کیوں پہن رکھے تھے۔

میرے سامنے وہ نیم بے ہوشی میں پلنگ سے اٹھ بیٹھی اور اپنے تینوں بچوں اور شوہر کے نام لے لے کر انہیں بلانے لگی۔ بوڑھی خالہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اسے تسلی دینے لگی۔ چند منٹ بعد وہ کرب کی حالت میں لیٹ گئی اور پھر اٹھ بیٹھی۔ اب اس کی آنکھیں پتھرانے لگے اور اس کے چہرے پر خوف و اضطراب کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس کے جسم سے ایئر کنڈیشنڈ کمرے کی سردی کے باوجود پسینہ پھوٹ بہا۔ اس نے چھت کی طرف گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور خالہ کو مخاطب کیا۔

''خالہ! وہ دیکھو، میرا بے وقوف بھائی مجھے لینے آیا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی اور خوفناک شخص بھی ہے۔ خالہ انہیں میری چوڑیاں دے دو، انہیں میرے جھمکے اور گانی بھی دے دو، لیکن ان سے کہیں کہ مجھے نہ لے جائیں۔ خالہ! جلدی کریں، میرا زیور اس کے حوالے کر کے میری گلوخلاصی کرا دیں۔''

یہ کہہ کر اس نے پوری قوت سے اپنے جھمکوں اور گانی کو اتارنے کی کوشش کی، لیکن خالہ نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ شہزادی اسی وحشت اور اضطراب کی حالت میں بے ہوش ہو گئی اور پندرہ منٹ بعد نرس نے اعلان کیا کہ اس کی حرکت قلب بند ہو گئی ہے۔ یوں وہ اپنے ناراض بھائی اور اس کے خوفناک ہمراہی کی معیت میں کسی اور جہان کی طرف سدھار گئی۔

سانپ سانپ کہتے دم توڑ گئی:

میرا دوسرا مشاہدہ ایک زمیندار گھرانے کی صاحب حیثیت عورت کے متعلق ہے۔ میں نے آخری بار اسے غالباً ۱۹۶۸ء میں بستر مرگ پر پڑی ہوئی بے ہوشی کی حالت میں سول ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں دیکھا۔ اس کی نبضیں ڈوب چکی تھیں۔ سانس رک رک کر وقفوں سے آ رہی تھی۔ آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب قریب کھڑے تھے، صرف اس لیے کہ چند لمحوں بعد اس کی موت کا اعلان کر کے کمرے سے جائیں۔

اچانک اس کے بدن نے حرکت شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے، جسم سے پسینہ بہہ نکلا اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ سب لوگوں نے سنا وہ تمرا رہی تھی اور ''سانپ سانپ'' کہہ کر اس موذی سے بچنے کے

انداز میں ہاتھ پاؤں ہلا رہی تھی۔ کم از کم میں تو یہ مشاہدہ کر کے خوفزدہ ہو گیا۔ وہ ''سانپ سانپ'' کہنے کے انداز میں ہونٹوں کو حرکت دیتے دیتے اور خوف کی حالت میں بچاؤ کا اظہار کرتے کرتے آخر کار دم توڑ گئی۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ طبی نقطہ نظر سے آپ اس کی آخری حرکات کو کیا نام دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ مشاہدہ ان کی نگاہ میں ایک طبی معجزے سے کم نہیں۔ یہ حرکات اور سانپ سانپ کی آوازیں بلاشبہ ایک میت کے منہ سے نکلی ہیں۔ اس گہری بے ہوشی کے عالم میں وہ بول سکتی تھی نہ حرکت کر سکتی تھی۔

اس کی کہانی کچھ یوں ہے کہ وہ باپ کی اکلوتی اولاد تھی اور ورثے میں بہت بڑی جائیداد کے علاوہ ڈھیروں سونا اور نقد روپیہ ملا تھا۔ اسے شوہر اور اولاد سے واجبی سی دلچسپی تھی اور اصل محبت اور شغف سونے کے زیورات اور کڑکتے نوٹوں سے تھا۔ روزانہ تین مرتبہ وہ تخلیے میں جاتی اور اندر سے دروازہ بند کر لیتی۔

سمجھا یہ جاتا کہ وہ لباس تبدیل کرتی ہے۔ تاہم اس متواتر عادت سے شبہات بھی جنم لیتے تھے۔ چنانچہ کچھ بچوں نے روشن دان سے دو تین مرتبہ جائزہ لیا تو یہ منظر دیکھا کہ بڑے صندوق کا ڈھکنا کھول کر وہ سینکڑوں رنگ برنگ کے نوٹ گن رہی ہے۔ ایک کارندے کی یہ ذمے داری تھی کہ جو نوٹ گنتے گنتے پرانے اور خستہ ہو جائیں وہ انہیں بینک سے بدلوا لاتا۔ ابھی لوگوں کا بینکوں کی طرف اتنا رجحان نہیں ہوا تھا۔ ان دنوں ہمارے علاقے میں چند لوگ ہی لکھ پتی تھے، جن میں سے ایک وہ محترمہ بھی تھیں۔

روپے خرچ کرنے سے اس عورت کو سخت کوفت ہوتی تھی۔ کوئی نیک خاتون اسے مشورہ دیتی کہ وہ اپنے نام کی مسجد بنوائے، کنواں کھدوائے یا بیواؤں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرے تو یہ سنتے ہی اس کا چہرہ مکدر ہو جاتا اور مشورہ دینے والوں کو مزید کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔

میرے یہ دونوں مشاہدے حرف بحرف درست ہیں اور حشر نشر کے منکرین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور عقل کی عدالت میں مجھ پر جرح کر کے ان کی عقلی توجیہہ کریں ورنہ ان مشاہدات کی روشنی میں مان لیں کہ قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ سچ ہے۔ اور خسارے میں ہیں وہ لوگ جو ان حقیقتوں کو پس پشت ڈال کر تباہی کی اتھاہ گہرائیوں کی طرف بگٹٹ بھاگ رہے ہیں۔ (بحوالہ حقیقی کتاب ناقابل یقین سچے واقعات)

حافظ، قبر اور روپے:

انسانی زندگی مختلف واقعات، تجربات اور حادثات کا مرقع ہے۔ آئے دن زندگی کی مختلف راہوں میں کوئی نہ کوئی واقعہ، کوئی نیا تجربہ یا کوئی انوکھی بات پیش آتی رہتی ہے۔ کچھ واقعات تو عام قسم کے ہوتے ہیں جو جلدی ہی ذہنوں سے اتر کر نسیان کی نذر ہو جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی معاشرتی زندگی کی انہی راہوں میں انسان کے ساتھ ایسے واقعات بھی پیش آ جاتے ہیں جو عام واقعات سے ہٹ کر بڑے ہی عجیب، انوکھے اور پراسرار ہوتے ہیں اور ہزار سوچ و بچار کرنے کے باوجود بھی بھید نہیں کھلتا کہ حقیقت کیا ہے۔

ایسے واقعات اپنی اسی انفرادیت، پراسراریت اور اچنبھے پن کی وجہ سے دیر تک ذہنوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ تحیر، اسرار اور تجسس سے بھرپور ایک ایسا ہی سچا واقعہ پیش خدمت ہے۔

گزشتہ برس کی بات ہے، میں اپنی بڑی خالہ کے گاؤں (شاہ پور) گیا ہوا تھا۔ یہ گاؤں نہیں بلکہ ایک قصبہ ہے۔ وہاں بازار ہے اور کافی دکانیں ہیں۔ خالہ کے گھر کے پاس ہی ایک موچی کی دکان تھی جو آرڈر پر جوتے تیار کر کے فروخت کرتا تھا۔ یہ موچی بڑا دلچسپ اور ہنس مکھ انسان تھا۔ بازار آتے جاتے اس سے واقفیت ہو گئی۔ اب میں دن میں ایک دو بار ضرور موچی کی دکان پر بیٹھتا۔ گپ شپ ہوتی رہتی۔ دو چار دن یہاں بیٹھنے سے میں نے محسوس کیا کہ موچی ہر بیس پچیس منٹ کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پاس رکھے ہوئے کونڈے کے پانی میں ڈبوتا ہے۔

پہلے تو میں سمجھا کہ چمڑے کو نرم کرنے کی خاطر پانی میں ڈبوتا ہے، لیکن میرے غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چمڑے کو تو ضرورت کے وقت ہی پانی میں ڈبوتا ہے لیکن اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو باقاعدگی سے وقفے وقفے کے بعد پانی میں ڈبوتا ہے۔ ایک عجیب اور انوکھی بات یہ کہ جب بھی وہ اپنی انگلی کو پانی میں ڈبوتا تھا تو ہلکی سی ''شوں'' کی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے کسی نے کوئی گرم لوہے کی چیز کو پانی میں ڈبو دیا ہو۔ یہ انگلی کو وقفے وقفے سے پانی میں ڈبونے کی بات سے میں متجسس اور شوں کی آواز پیدا ہونے کی بات سے متعجب تھا۔

اور پھر اسی تجسس اور تعجب کے زیر اثر موچی سے اس کے متعلق پوچھا کہ ''یہ کیا معاملہ ہے؟''

لیکن موچی نے ٹال دیا۔ اس پر میرا تجسس مزید بڑھا اور میں پوچھنے پر بضد ہو گیا۔ میرے بے حد اصرار پر موچی نے بڑی عجیب و غریب کہانی سنائی۔ یہ عجیب اور پراسرار کہانی اسی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

میں یہاں گزشتہ دس سال سے رہائش پذیر ہوں۔ میرے محلے میں ایک نابینا آدمی جو مجرد تھا رہتا تھا۔ اس نابینا آدمی (جسے اب میں حافظ صاحب کہوں گا) کی میرے پاس زیادہ بیٹھک تھی۔ اسی دوستی کی بناء پر وہ میرے پاس کبھی کبھی کچھ روپے بطور امانت رکھ جاتا تھا اور بوقت ضرورت مجھ سے لے لیتا تھا۔ وہ روپے جمع تو زیادہ کراتا تھا لیکن واپس کم لیتا۔ اس طرح حافظ کے میرے پاس روپے جمع ہوتے گئے اور یہ روپے جمع ہوتے ہوتے پانچ ہزار روپے کی رقم جمع ہو گئی۔

پھر اچانک حافظ کی میرے پاس آمد بند ہو گئی۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں۔ میں اسی روز شام کو حافظ صاحب کی عیادت کے لیے گیا۔ دیکھا تو حافظ صاحب کو بخار تھا اور ان کی صحت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ ان کی کمزور صحت دیکھ کر ان کی امانت کا خیال آیا اور کہا۔ ''حافظ جی! اپنی امانت مجھ سے لے لو۔''

اس پر حافظ صاحب بولے۔ ''یہ روپے اپنے پاس ہی رکھو۔ میں تندرست ہو کر واپس لے لوں گا۔''

''لیکن اگر آپ مر گئے تو؟'' میں نے ازراہ مذاق کہا۔

''تو پھر یہ روپے کسی اور کو مت دینا بلکہ میری قبر پر میرے سرہانے رکھ دینا۔'' حافظ صاحب نے بڑی سنجیدگی سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ صاحب دوسرے دن ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حافظ کے مرنے سے مجھے اس کی رقم کی کافی تشویش ہوئی۔ تب میں نے محلے کے دو تین سیانے آدمیوں سے اس بات کا ذکر کیا اور انہیں حافظ کی وصیت ''اگر میں مر گیا تو روپے میری قبر میں رکھ دینا۔'' بھی بتائی۔

ان آدمیوں نے مشورہ دیا کہ ''اگر حافظ نے ایسا ہی کہا ہے تو پھر روپے قبر میں رکھ دینے چاہئیں۔'' چنانچہ تجہیز و تکفین کے بعد جب دفنانے کا وقت آیا اور اسے قبر میں اتارا گیا تو میں نے حافظ کی وصیت کے مطابق سب کے سامنے روپوں کی تھیلی اس کے سرہانے قبر میں رکھ دی۔

تھوڑی ہی دیر بعد قبر بند کر دی گئی اور تمام مٹی قبر پر ڈال دی گئی۔ یوں یہ پانچ ہزار روپے حافظ کے ساتھ ہی قبر میں دفنا دیئے گئے اور دفنانے کے بعد ہم سب لوگ قبرستان سے واپس اپنے اپنے گھروں کو آ گئے۔

رات کو میرے ذہن میں قبر میں رکھے پانچ ہزار روپوں کا بار بار خیال آتا رہا، اور میں سوچتا رہا کہ یہ حافظ نے عجیب بات کہی ہے۔ قبر میں ان روپوں کے رکھنے کا کوئی مقصد نہیں۔ چند یوم میں ان نوٹوں کو دیمک لگ جائے گی اور نوٹ ختم ہو جائیں گے۔ کیوں نہ چپکے سے یہ روپے قبر سے نکال لوں۔ لوگوں کے سامنے تو میں نے حافظ کی وصیت پوری کر ہی دی ہے۔

ذہن میں یہ خیال آتے ہی میں عملی طور پر اس کام کے لیے تیار ہو گیا۔ ٹارچ لی، مکمل انتظام کیا، کمبل اوڑھا اور قبرستان کی طرف چل دیا۔ باہر شدید سردی اور اندھیرا تھا۔ میرے دل میں طرح طرح کے خوف اور ڈر پیدا ہو رہے تھے۔ لیکن دولت کے لالچ کے زیر اثر ڈر اور خوف کے باوجود میں قبرستان میں پہنچ گیا۔

قبرستان میں ہر طرف خاموشی، سناٹا اور ہو کا عالم تھا۔ میں نے تھوڑی ہی دیر میں قبر کی تمام مٹی پرے کر ڈالی اور قبر میں اترنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ کی مزید محنت سے لحد پر سے تمام مٹی صاف کر ڈالی۔

اب قبر کو ننگا کرنے کا مرحلہ تھا۔ میرا تمام جسم پسینے میں شرابور تھا اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام ڈر، خوف اور دھڑکنوں کے میں نے لحد پر سے لکڑی کے پھٹے اٹھا کر قبر بالکل ننگی کر ڈالی۔ اب حافظ کا مردہ جسم کفن میں ملبوس میرے سامنے تھا۔ لیکن اندھیرے میں صاف نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی روپیوں کی تھیلی کا پتہ چل رہا تھا۔

تب میں نے ٹارچ پکڑی اور اس کا بٹن دبا دیا۔ ٹارچ کی تیز روشنی جیسے ہی مردہ جسم پر پڑی تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جو روپے میں نے تھیلی میں بند کر کے حافظ کے سرہانے رکھے ہوئے تھے، وہ سب کے سب حافظ کے تمام جسم پر ایک خاص ترتیب سے اس طرح بکھرے پڑے تھے کہ حافظ کا مردہ جسم ان میں چھپ گیا تھا اور تھیلی اپنی جگہ خالی پڑی تھی۔

قبر میں مردہ جسم پر بکھرے نوٹوں کے عجیب منظر سے میں شدید حیران تھا اور اسی حیرانی میں واپس آنے لگا۔ لیکن پھر ایک تجسس کے زیر اثر رک گیا اور ڈرتے ڈرتے ایک سو روپے والے نوٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پرے ہٹانے کی کوشش کی۔ جیسے ہی میری

انگلی حافظ کے جسم پر چپکے ہوئے نوٹ سے چھوئی انگلی میں شدید قسم کی چبھن اور جلن پیدا ہوئی، جیسے کسی زہریلے بچھو نے ڈنگ مارا ہو یا پھر میری انگلی بجلی کی ہائی پاور کرنٹ والی ننگی تار کو چھو گئی ہو۔ شدت تکلیف سے میں نے جلدی سے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور قبر سے باہر آ گیا۔ جلدی جلدی قبر پر مٹی ہموار کی اور واپس پلٹا۔ شدید تکلیف سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔ درد سے انگلی پھٹی جا رہی تھی۔

میں چند ہی قدم واپس آیا تھا کہ یکبارگی میرے پاؤں سے کوئی سخت شے ٹکرائی اور میں دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ معاً میرے چند قدم آگے ایک تیز روشنی پیدا ہوئی اور تھوڑی دور آگے جا کر بجھ گئی۔ قبرستان میں آدھی رات کو مردوں کے درمیان یہ منظر دیکھ کر میرے اوسان گم ہو گئے۔ سانس رک گیا اور مارے خوف اور حیرت و استعجاب کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی۔

شدید سردی کے باوجود جسم پسینے پسینے ہو گیا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ بڑی مشکل سے اٹھا، حواس باختہ گھر کی طرف بھاگا اور جیسے تیسے قبرستان کی سرحد کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی میں قبرستان کے اندر تھا کہ پھر میرے پاؤں سے کوئی سخت شے ٹکرائی اور میں گرتے گرتے بمشکل بچا۔ عین اس وقت میرے سامنے پھر ایک تیز روشنی کا شعلہ بلند ہوا اور ساتھ ہی ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی۔

ٹھوکر، تیز روشنی کا شعلہ اور خوفناک چیخ، ان سب باتوں سے میں انتہائی خوفزدہ ہو گیا۔ جسم سے شدت خوف و ہراس اور ڈر و غم کی وجہ سے جان نکلی چلی جا رہی تھی۔ لیکن اب میں قبرستان کی حد سے باہر آ گیا تھا۔ میں نے ہمت کی اور جیسے تیسے گھر پہنچ گیا۔ گھر پہنچتے ہی مجھے تیز بخار چڑھ گیا، طبیعت انتہائی خراب ہو گئی اور کئی روز تک صاحب فراش رہا۔

اس عجیب و غریب حادثے کے کئی روز کے بعد میری طبیعت سنبھلی اور ہوش و حواس درست ہوئے اور میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ صحت تو ٹھیک ہو گئی لیکن انگلی کے درد، جلن اور چبھن میں کوئی افاقہ نہ ہوا اور یہ تکلیف بدستور قائم رہی۔ ہزاروں روپے خرچ کیے، سینکڑوں علاج کرائے، بڑے بڑے ڈاکٹروں حکیموں کو دکھایا، لیکن انگلی کے درد و جلن میں کمی نہ ہوئی۔

البتہ پانی میں ڈبونے سے آدھ گھنٹے تک عارضی طور پر انگلی کی تکلیف میں کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن آدھ گھنٹے بعد پھر تکلیف شروع ہو جاتی ہے جو صرف پانی میں ڈبونے سے ہی وقتی

طور پر کم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی طریقہ علاج سے، دوائی سے تکلیف میں ہرگز کمی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس مجبوری اور تکلیف کے پیش نظر ہر آدھ گھنٹے بعد اس متاذی انگلی کو پانی میں ڈبونے کا عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

موچی نے مزید بتایا کہ اصل میں میری یہ انگلی بے حد گرم ہو جاتی ہے۔ جیسے دہکتا ہوا انگارا۔ جس کا مجھے تو احساس نہیں ہوتا، میں تو صرف درد، جلن اور چبھن محسوس کرتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا اس کیفیت میں جب میری انگلی میں شدید تکلیف ہو رہی ہوتی ہے چھوئے تو اس کا ہاتھ اس طرح جھلس جاتا ہے جیسے اس نے دہکتی ہوئی آگ میں ہاتھ دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب تکلیف بڑھنے پر میں انگلی کو پانی میں ڈبوتا ہوں تو اس سے شوں کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے دہکتے ہوئے کوئلے یا انگارے کو پانی میں ڈبو دیا ہو۔

تجربے اور تصدیق کی خاطر میں نے جب موچی کی انگلی کو تکلیف بڑھنے پر پانی میں ڈبونے سے پہلے چھوا تو واقعی وہ آگ کی طرف گرم تھی جس کے چھونے سے میرے ہاتھ میں کافی دیر تک جلن ہوتی رہی۔ موچی اپنی انگلی کو پانی میں ڈبونے کی مجبوری کی یہ عجیب و غریب داستان سنا کر خاموش ہو گیا اور میں اس پراسرار و عجیب داستان پر حیران ہوتے ہوئے اپنے گھر آ گیا۔ (ایم انصاری۔ بحوالہ نوائے میگزین۔ ۱۸ جون ۱۹۹۳ء)

ایک کفن چور کی انگلی جل گئی:

ایک واقعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "حقوق العباد" میں لکھا ہے کہ ایک میاں جی بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور مارنے کے عادی تھے اور ادھر ادھر گاؤں میں چندہ وصول کرنے بھی جایا کرتے تھے۔ نقد وغیرہ کو وہ مٹی کے ایک لوٹے میں رکھ کر زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن کسی شریر طالب علم نے کسی جھروکے سے میاں صاحب کو روپے لوٹے میں رکھ کر زمین میں دفن کرتے ہوئے دیکھ لیا۔

جب میاں صاحب حسب دستور کسی دیہات میں چلے گئے تو لڑکوں نے کسی طرح بازار سے کنجی لا کر کمرہ کھول دیا اور لوٹے کو زمین سے نکال کر اس کا روپیہ حاصل کر لیا اور برتن پھر وہیں دفن کر دیا۔ اس روپے سے گوشت، گھی، مصالحہ، شکر وغیرہ بازار سے لا کر خوب عمدہ قسم کا قورمہ، پلاؤ، زردہ وغیرہ پکایا۔

اتفاقاً میاں صاحب آ گئے، لڑکوں نے آ گے بڑھ کر استقبال کیا اور کھانے میں شریک کرلیا۔ کھانا نہایت عمدہ دیکھ کر میاں صاحب نے پوچھا کہ ''آج تم لوگوں کے پاس کوئی مہمان آئے ہیں، جس کے لیے تم لوگوں نے بے شمار پیسے صرف کر کے طرح طرح کا کھانا بنایا ہے؟''

دو تین لڑکوں نے ہنستے ہوئے کہہ دیا۔ ''حضور یہ سب کچھ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔''

میاں صاحب کچھ نہ سمجھ سکے۔ پھر بے اختیار بولے۔ ''آخر کس کے گھر ایسے خاص مہمان آئے ہیں، جس کے لیے تم لوگوں نے بے شمار پیسہ صرف کر کے طرح طرح کا کھانا بنایا ہے۔''

پھر کچھ لڑکوں نے ہنستے ہوئے یہ کہہ دیا کہ ''حضور کچھ نہیں، کوئی بات نہیں، یہ سب آپ کے جوتوں کا صدقہ ہے۔''

میاں جی کو ان کے ہنسنے سے یہ خیال گذرا کہ ان ظالموں کے ہاتھ کہیں میرا پیسہ نہ لگ گیا ہو؟ یہ سوچ کر جلدی سے کھاپی کر اپنی کوٹھڑی میں پہنچے۔ گڑھا کھود کر برتن نکالا تو اس میں ایک روپیہ بھی نہ تھا۔ میاں جی اس منظر کی تاب نہ لا سکے۔ دفعتاً دل کو دھکا لگا اور حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے میاں جی فی الفور مر گئے۔

قصبہ تھانہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ لڑکوں نے میاں جی کا پیسہ اڑا لیا اور میاں جی اس صدمے کی تاب نہ لا کر گزر گئے تو کچھ لوگ تھانہ بھون کے مفتی مولانا سعید الحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ''روپے بہت منحوس ہیں، جس سے ایک انسان کی جان چلی گئی۔ اس لیے طالب علموں کو چاہیے کہ ان کی رقم واپس کردیں اور میاں صاحب کو جب قبر میں دفن کریں تو ان کے روپے کو بھی ان کے سینے پر چن دیں۔'' لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

جب کفن چوروں کو اس کی اطلاع ہوئی کہ میاں جی کی قبر میں ان کے سینے پر کافی روپیہ چن دیا گیا ہے تو رات میں کفن چوروں کا ایک گروہ آیا، قبر کی مٹی ہٹا کر دو ایک تختوں کو الگ کیا تو سینے پر رکھا ہوا روپیہ نظر آیا۔ اصل میں وہ سارے روپے انگارے بن چکے تھے اور مردے کو عذاب دینے کے لیے تپائے گئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم و جنوبهم وظهورهم

کفن چوروں کے ایک سرغنہ نے دہکتے ہوئے روپے کو لینے کے لیے دو انگلیاں بڑھائیں، جب انگلیاں روپوں کے قریب پہنچ گئیں تو وہ آگ میں جل اٹھیں۔ کفن چور چلانے لگا۔ ''ارے

میں جل گیا، جل گیا'' اور شدت سے بلبلاتا ہوا بھاگا۔ سارے کفن چور بھی بھاگے۔

مولانا نے لکھا ہے کہ تھانہ بھون میں اس کفن چور کا واقعہ مشہور ہے کہ اپنی جلی ہوئی انگلی کو ایک بڑے پیالے میں ڈبوتا، تھوڑی ہی دیر میں وہ پانی گرم ہوجاتا تو دوسرے ٹھنڈے پیالے میں فوراً اپنی انگلی ڈبوتا۔ مگر اس گرم پیالے سے نکال کر دوسرے پیالے میں جب ڈالنے لگتا تو شور مچانے لگتا۔ ''ارے میں مرگیا، مرگیا'' یہ سوزش تھی اس آگ کی جس کے عذاب میں وہ میاں جی مبتلا تھے اور جس کی ذرا سی حرارت سے وہ کفن چور پوری زندگی چلاتا رہا اور شور مچاتا ہوا مرگیا۔

اس واقعے سے بھی عذاب قبر کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

موضوع نمبر ۲۳

موت کے وقت اللہ کے عذابات کے دردناک واقعات

اعمال کا وبال سانپ کی شکل میں:

یہ سرگودھا شہر کا واقعہ ہے۔ ایک محلے میں تبلیغی جماعت ٹھہری ہوئی تھی۔ جماعت کے کچھ ساتھی محلے میں گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مکان سے بہت سارے مرد اور عورتیں خوفزدہ ہو کر جلدی سے نکل رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک آدمی فوت ہو گیا تھا اور اس کے تمام رشتے دار اکٹھے تھے۔ ابھی مردے کو نہلانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ایک بہت بڑا سانپ کہیں سے آیا اور اس نے میت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کی وجہ سے میت کے رشتے دار گھر سے بھاگ گئے۔

جماعت کے ساتھی مکان کے اندر گئے تو واقعی ایسا ہی پایا۔ جماعت والوں نے میت کے لواحقین کو بتایا کہ یہ سانپ نہیں بلکہ اعمال کا وبال ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور میت کے لیے استغفار کی جائے۔

میت کے رشتے دار اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے قریب جانے سے انکار کر دیا۔ جماعت والوں نے دعا و استغفار اور ذکر و اذکار کا اہتمام کیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سانپ غائب ہو گیا۔ چنانچہ میت کو نہلایا اور کفن پہنایا گیا۔ جب میت کو دفن کرنے کے لیے قبر کے پاس لے گئے تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ قبر میں موجود ہے جو قبر کھودتے وقت وہاں نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے میت کو قبر میں اتارا گیا۔ جونہی میت کو قبر کے حوالے کیا گیا سانپ پھر میت کے گرد لپٹ گیا۔ چنانچہ وہ لوگ جلدی سے قبر کو بند کر کے واپس آ گئے۔

گردن پر کالا سانپ:

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں ایک روز ایک میت کو غسل دینے گیا۔ جب اس کے چہرے

سے کپڑا ہٹایا تو اس کے گلے پر ایک کالا سانپ لپٹا ہوا دیکھا گیا۔

ہاشم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ایک میت کو غسل دینے گیا۔ چہرے سے کپڑا اٹھایا تو گلے پر سانپ لپٹا ہوا نظر آیا۔ میں نے سانپ سے کہا ”تو خدا کی طرف سے مامور ہے تو ہمیں بھی میت کو غسل دینے کا حکم ہے۔ کچھ دیر کے لیے یہاں سے ہٹ جا۔“ یہ سنتے ہی وہ سانپ گلے سے اتر کر مکان کے ایک کونے میں جا بیٹھا اور جب میں غسل دے چکا تو وہ پھر اسی طرح اس کے گلے پر آ کر لپٹ گیا۔

موضوع نمبر۲۴

ناجائز طریقے سے مال بنانے والوں پر

اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ناجائز مال بنانے پر قبر میں عذاب:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عبدالباسط نامی ایک شخص قاضی شہر کا چپراسی تھا۔ وہ شروع میں بہت غریب تھا، مگر اس نے ناجائز ذرائع سے خوب دولت سمیٹی، لیکن جب وہ مرگیا اور دفن کردیا گیا تو دفن کرنے کے بعد قبر ذرا سی کھل گئی اور ہم نے دیکھا کہ ایک زنجیر کے اندر ایک بڑے سانپ کو اس کی لاش سے باندھ دیا گیا ہے۔ ہم نے ڈر کر قبر پر مٹی ڈال دی اور عبرت لے کر گھر لوٹے۔ (زواجر)

خیانت عذاب قبر کا سبب ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بقیع کے قبرستان پر میرا گذر ہوا، آپ نے ایک جگہ پہنچ کر اچانک ”اف ... اف ...“ فرمایا۔ یعنی افسوس ہے افسوس ہے۔

میں نے گمان کیا کہ یہ لفظ میرے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کونسی ناشائستہ بات کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کا اظہار فرمایا اور اف اف کہا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اے ابورافع! یہ لفظ میں نے تمہاری طرف اشارہ کرکے نہیں کہا ہے، بلکہ اس قبر والے کے بارے میں کہا ہے، یہ مردہ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اس نے وصول کرکے بیت المال میں پورا جمع نہیں کیا تھا، بلکہ ایک زرہ کی خیانت کرکے اپنے پاس رکھ لی تھی، اب اس زرہ کی پاداش میں آگ کی

زرہ اس کو پہنائی گئی ہے۔“ (احمد، نسائی، ابن خزیمہ، بیہقی)

کتے اور کیلوں سے عذاب:

عبداللہ بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میرے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو ایک قاضی کا قاصد تھا اور اس کو میں بھی خوب اچھی طرح سے جانتا تھا۔ شروع میں یہ پیغام رسانی کا کام کیا کرتا تھا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد وہ بہت بڑا رئیس ہوگیا تھا۔

جب اس کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے بتایا کہ جب ہم نے اس کی قبر کو ایک دوسرے مردے کو اتارنے کے لیے کھودا تو ہم نے اس کی گردن سے بندھی ہوئی ایک لمبی زنجیر دیکھی، اس زنجیر سے ایک کتا بھی بندھا ہوا تھا۔ بڑا سیاہ اور ڈراؤنا۔ یہ کتا اس کے سر پر اس طرح کھڑا ہوا تھا گویا ابھی اپنے دانتوں اور ناخنوں سے مردے کی بوٹی بوٹی الگ کردے گا۔

اس کی قبر میں چاروں طرف بڑی بڑی اور کافی موٹی کیلیں بھی گڑی ہوئی تھیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس منظر سے سب پر بڑی وحشت طاری ہوگئی اور فوراً قبر کو مٹی ڈال کر بند کردیا گیا۔

موضوع نمبر ۲۵

مقروضوں پر اللہ کے عذابات کی عبرت ناک واقعات

مقروض پر قبر کا عذاب:

یہ واقعہ جو میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں، یہ بالکل سچا ہے، یہ واقعہ ہمیں ہمارے ٹیچر نے سنایا تھا۔ ایک دفعہ ایک بارات کہیں گئی اور جب بارات شادی والے گھر پہنچ گئی تو اس گھر میں سے چار آدمی ایک قریبی قبرستان میں چلے گئے اور جا کر قبر پر بیٹھ گئے اور کھانے کا انتظار کرنے لگے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ لیکن کھانا تیار نہ ہوا۔

ان میں سے ایک آدمی نے بھوک سے تنگ ہو کر کہا۔ ''اے مردوں! شادی والے کھانا نہیں دے رہے ہیں، لیکن تم تو ہمیں کھانا دے دو۔''

ایک قبر سے آواز آئی۔ ''آج تم ہمارے مہمان نہیں ہو تم اگلی جمعرات ہمارے ہاں آنا، ہم تمہاری دعوت کریں گے۔''

چاروں آدمی بہت گھبرا گئے اور گھر کی طرف چلے گئے اور گھر والوں کو ساری بات بتائی۔ گھر والوں نے وہم سمجھ کر چھوڑ دیا۔ لیکن یہ آدمی بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ شاید ہمیں مردوں نے بلایا ہے۔ شاید ہم مر جائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے مرنے کی تیاری شروع کر دی۔ اور چاروں دن گننے لگے۔

آخر جمعرات کا دن آ گیا اور ٹائم گزر گیا۔ لیکن یہ نہ مرے۔ پھر کسی بزرگ نے کہا کہ ''قبرستان جا کر دیکھو۔'' لہٰذا یہ چاروں آدمی اور کچھ علماء قبرستان کی طرف چل پڑے۔ جب قبرستان پہنچے اسی قبر میں سے آواز آئی ''آؤ میرے مہمانوں۔''

یہ چاروں بہت گھبرا گئے اور پھر اچانک قبر پھٹ گئی اور ایک مردہ تھوڑا سا باہر نکلا اور کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' پہلے آدمی نے جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں مردے کے زیادہ اصرار پر یہ قبر کے اندر چلے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ قبر میں ایک محل ہے جو بہت خوبصورت ہے وہ مردہ چاروں آدمیوں کو دسترخوان پر لے گیا۔

ان آدمیوں نے دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے جس کے سر پر سونے کا تاج ہے، اس آدمی کو ایک کیڑا پاؤں پر ڈستا ہے اور اس آدمی کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ چاروں آدمی اس مردے سے پوچھتے ہیں ''یہ کیا وجہ ہے؟''

مردہ بتاتا ہے ''یہ آدمی بہت نیک تھا، لیکن اس نے ایک غلطی کی تھی کہ اس کا قرض دنیا میں رہ گیا تھا جو اس نے ایک آدمی سے لے لیا تھا، یہ قرض ادا کرنے سے پہلے وفات پا گیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسے سزا دے رہا ہے۔''

ان آدمیوں نے کہا۔ ''ہم اسے ختم کرنے کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟''

تو مردے نے اس کے رشتے داروں کے متعلق بتایا اور کہا کہ ''وہ قرض ادا کریں۔'' پھر انہوں نے کھانا کھایا اور مردہ انہیں واپس زمین پر چھوڑ گیا۔ جب وہ اوپر آئے تو دیکھا کہ ان کے رشتے دار قبر پر بیٹھ کر رو رہے ہیں۔ انہوں نے سارا ماجرا اپنے رشتے داروں کو سنایا اور پھر یہ چاروں آدمی قرض دار آدمی کے رشتے داروں کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا۔ لہٰذا اس کے رشتہ داروں نے قرض ادا کر دیا۔ ایک دن ایک آدمی کو خواب میں وہی مردہ ملا۔ اس نے چاروں آدمیوں کا شکریہ ادا کیا کہ اب عذاب ختم ہو گیا ہے۔ (منظور احمد، کراچی)

قرض کی سزا:

شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی دوستی تھی۔ ایک دن حضرت صعب رحمۃ اللہ علیہ نے عوف بن مالک سے عہد لیا کہ ہم دونوں میں سے جو پہلے مرے وہ اپنے دوسرے دوست کو خواب میں ضرور نظر آئے۔ حضرت عوف نے ان سے پوچھا بھی کہ ''کیا ایسا ممکن بھی ہے؟''

تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر بات ٹال دی۔ اتفاق کی بات کہ خود حضرت صعب ہی کی پہلے وفات ہوئی۔ معاہدے کے مطابق وہ حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خواب میں آ کر ملاقاتی ہوئے۔ حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا ''کہیے آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟''

تو انہوں نے بتایا۔ "بھائی بڑی مشقتوں اور دشواریوں کے بعد اب جا کے نجات و بخشش ہو چکی ہے۔ بات کرتے کرتے عوف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ان کی گردن پر پڑ گئی۔ جس پر تازہ جلا ہوا نشان لگا ہوا تھا۔ عوف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "یہ داغ کیسا ہے؟"

تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ دس دینار ہیں جو میں نے ایک یہودی سے قرض لیے تھے اور اس کو ادا نہیں کر پایا تھا۔ یہ دسوں دینار میرے ترکش میں رکھے ہوئے ہیں، اب تم جا کر اس یہودی کو پہنچا دینا۔" (ابن ابی الدنیا وابن الجوزی)

موضوع نمبر ۲۶

ناجائز تہمت لگانے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرت ناک واقعات

تہمت کی سزا:

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے ناقل ہیں کہ کسی شخص نے حضرت جریر حنظلی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی وفات کے بعد خواب میں دریافت کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟"

حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو فوراً جواب دیا کہ "مجھے میرے مالک نے فقط اس نعرۂ تکبیر کے عوض میں جو میں نے ایک دن آدمیوں کی آبادی سے دور ہٹ کر ایک انتہائی مصیبت کے دوران لگایا تھا، بخش دیا ہے۔"

یہ سن کر سائل نے حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ سے فرزدق شاعر کے متعلق پوچھا کہ "ان کے ساتھ وہاں کیا معاملہ ہوا؟"

تو حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ "وہ چونکہ اپنے اشعار میں عفیفہ اور پرہیزگار عورتوں پر مختلف قسم کی تہمتیں لگایا کرتا تھا اس لیے خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔" (ابن عساکر)

نیک عورت پر تہمت لگانے کا نقد عذاب:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مدینے کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی۔ جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مردہ عورت کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ "یہ فرج کس قدر زنا کار تھی۔"

فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چپک ہوا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جدا نہ ہوا۔ تمام کار اس مشکل کو علماء و فقہاء کی خدمت میں پیش کرکے

تو انہوں نے بتایا۔ "بھائی بڑی مشقتوں اور دشواریوں کے بعد اب جا کے نجات و بخشش ہو چکی ہے۔ بات کرتے کرتے عوف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ان کی گردن پر پڑ گئی۔ جس پر تازہ جلا ہوا نشان لگا ہوا تھا۔ عوف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "یہ داغ کیسا ہے؟"

تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ دس دینار ہیں جو میں نے ایک یہودی سے قرض لیے تھے اور اس کو ادا نہیں کر پایا تھا۔ یہ دسوں دینار میرے ترکش میں رکھے ہوئے ہیں، اب تم جا کر اس یہودی کو پہنچا دینا۔" (ابن ابی الدنیا و ابن الجوزی)

موضوع نمبر ۲۶

ناجائز تہمت لگانے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرت ناک واقعات

تہمت کی سزا:

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے ناقل ہیں کہ کسی شخص نے حضرت جریر حنظلی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی وفات کے بعد خواب میں دریافت کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟"

حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو فوراً جواب دیا کہ "مجھے میرے مالک نے فقط اس نعرۂ تکبیر کے عوض میں جو میں نے ایک دن آدمیوں کی آبادی سے دور ہٹ کر ایک انتہائی مصیبت کے دوران لگایا تھا، بخش دیا ہے۔"

یہ سن کر سائل نے حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ سے فرزدق شاعر کے متعلق پوچھا کہ "ان کے ساتھ وہاں کیا معاملہ ہوا؟"

تو حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ "وہ چونکہ اپنے اشعار میں عفیفہ اور پرہیزگار عورتوں پر مختلف قسم کی تہمتیں لگایا کرتا تھا اس لیے خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔" (ابن عساکر)

نیک عورت پر تہمت لگانے کا نقد عذاب:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مدینے کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مردہ عورت کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ "یہ فرج کس قدر بدکار تھی۔"

فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چپک ہوا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر کسی سے اس کا ہاتھ جدا نہ ہوا۔ بالآخر اس مشکل کو علماء و فقہاء کی خدمت میں پیش کرتے

اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی ۔ سب کے سب اس سے عاجز ہوئے ۔ لیکن امام مالک نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن میں رکھا اور کامل فہم سے دریافت کر کے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حد قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لیے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے۔

آپ کے ارشاد کے مطابق جب ۸۰ درے لگائے گئے تو ہاتھ فرج سے فوراً جدا ہو گیا۔
(بستان المحدثین ۱۵)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگانی چاہیے۔ اس سے اللہ کا غضب بھڑکتا ہے۔

غیبت کرنے والے کے منہ کی بدبو:

ربیع بن رقاشی کا بیان ہے کہ میرے پاس دو شخص آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے کسی کی غیبت کی ۔ میں نے دونوں کو روک دیا۔ پھر کچھ دن کے بعد ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے آ کر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حبشی میرے پاس ایک پلیٹ لے کر آیا، جس میں خنزیر کا بڑا فربہ گوشت تھا اور مجھ سے کہنے لگا ''کھا۔''

میں نے کہا ''خنزیر کا گوشت کیسے کھالوں۔''

اس نے مجھے ڈانٹا۔ آخر مجھے کھانا پڑا۔ فرماتے ہیں صبح کو جو اٹھا تو میرے منہ میں بدبو تھی ۔ جو دو ماہ تک برابر رہی۔ (کتاب الرؤیا)

چغل خوری کا نتیجہ:

کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور بیچنے والے نے اس کو بتا دیا تھا کہ اس غلام میں چغل خوری کی عادت ہے۔ مگر خریدار نے اس کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور بے فکر ہو کر اس غلام کو خرید کر گھر لے آیا۔ اس غلام کو آئے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ اپنی عادت کے مطابق اس نے آقا کی بیوی سے کہا کہ ''تمہارے خاوند تمہیں دوست نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ کوئی خوبصورت لونڈی خرید لیں اور اسے اپنے پاس رکھیں ۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اپنے شوہر کو اپنے اوپر مہربان بنالو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک تیز استرا لے کر جب وہ سوئے ہوئے ہوں تو ان کی

داڑھی کے اندر کے چند بال مونڈ کر اپنے پاس رکھو۔''

ادھر تو اس غلام نے عورت کو یہ پٹی پڑھائی اور ادھر آقا کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ''جناب آپ کی بیوی نے ایک اجنبی شخص سے تعلق پیدا کر لیا ہے اور اس سے اس قدر محبت کرتی ہے کہ اس کی محبت کے نشے میں آپ کو قتل کرنے کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ تو اس طرح آزمائش کیجیے کہ آپ گھر جائیں تو آنکھیں بند کر کے لیٹ جائیں، جس سے آپ کے سونے کا یقین ہو جائے۔ پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے؟''

چنانچہ جب یہ شخص گھر جا کر لیٹ گیا اور عورت نے جان لیا کہ اب یہ سو گیا ہے تو وہ اس کی داڑھی کے بال مونڈنے کے لیے دھار دار استرا لے کر آئی جس سے اس کے شوہر کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ عورت میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اس نے فوراً عورت کے ہاتھ سے استرا چھین کر اس عورت ہی کو قتل کر ڈالا۔ بس اب کیا تھا، جب ورثاء نے یہ واقعہ سنا تو پھر جوش انتقام میں آگ بگولہ ہو گئے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ، آتے ہی اس شخص کو قتل کر ڈالا۔ (خیر المونس)

بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلانے کا انجام:

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار مرد کا قصہ ہے کہ وہ کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس کی بیوی بنی اسرائیل کی حسین ترین خواتین میں سے تھی۔ بنی اسرائیل کے ایک سرکش آدمی کو اس کے حسن و جمال کا پتہ چلا تو اس نے ایک بوڑھی کٹنی کو اس کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ اس عورت کو ورغلانا اور کہنا ''کیا تو اس جیسے کسان کے ساتھ رہ سکتی ہے؟ اس کے بجائے اگر میرے پاس ہوتی تو میں سونے کے گہنے تجھے لا دیتا۔ ریشم کی پوشاک پہناتا اور خدمت کے لیے لونڈی اور غلام مقرر کر دیتا۔''

جب یہ باتیں کٹنی کی زبانی اس عورت کے کانوں میں پہنچیں اور رات کو شوہر گھر میں آیا تو اس نے نقشہ بدلا ہوا پایا۔ اب تک بیوی اس کے سامنے کھانا چن دیتی تھی، آج اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کا بستر لگا دیتی تھی، آج بستر بھی نہیں لگایا۔ شوہر نے جو یہ دیکھا تو کہا ''اری پگلی! یہ کیا طریقہ ہے؟ اب تک تو میں نے ایسا نہیں دیکھا؟''

اس نے کہا ''صورت تو وہی ہے۔''

شوہر نے کہا۔ ''اچھا تو کیا میں طلاق دے دوں؟''

اس نے کہا ”ہاں!“

شوہر نے اسی وقت طلاق دے دی۔

تب اس عورت نے اس سرکش سے نکاح کرلیا۔ رات کو جب تخلیے میں اس نے ملنا چاہا اور پردے گرالیے تو مرد وعورت دونوں اندھے ہوگئے۔ مرد نے ہاتھ بڑھا کر اس کو چھونا چاہا تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا۔ عورت نے بھی چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ بھی سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ دونوں گونگے بہرے ہوگئے اور ان کی شہوت سلب ہوگئی۔

صبح جب پردے اٹھائے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ میاں بیوی گونگے، اندھے اور بہرے بنے بیٹھے ہیں۔ تب ان کا قصہ بنی اسرائیل کے اس وقت کے پیغمبر کو معلوم ہوا۔ آپ نے اللہ رب العزت سے حقیقت حال معلوم کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میں ان دونوں کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ کیا دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ کسان کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا مجھے اس کا علم نہیں ہے؟“

موضوع نمبر ۲۷

تکبر کرنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

تکبر کا ایک عبرتناک واقعہ:

نجران میں ایک نوجوان تھا، بڑا خوبصورت، لمبا چوڑا قد، مسجد میں آیا، کوئی بزرگ بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا اور دیکھتے رہے، کہنے لگا ”کیا دیکھتے ہو؟“

کہنے لگے ”تمہاری جوانی کو دیکھتا ہوں کیسی جوانی ہے!!“

کہنے لگا۔ ”میری جوانی پہ تو اللہ بھی حیران ہوتا ہوگا۔“

یہ بول بولنا تھا کہ وہ چھوٹا ہونا شروع ہوگیا۔ گھٹتے گھٹتے ایک بالشت رہ گیا۔ چھ فٹ کا جوان چھ انچ کا ہوگیا۔ گھر والے آئے اور اسے ہاتھوں پہ ایسے اٹھا کے لے آئے جیسے مٹی کو اٹھا کر لاتے ہیں۔ اللہ کی غیرت کو جوش آیا کہ بدبخت میری دی ہوئی جوانی پہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوتا ہوں گا۔

غرور کا سر نیچا:

۱۴ اپریل ۱۹۱۲ء کی بات ہے، جب ٹائی ٹینک نامی ایک دیوقامت بحری جہاز سمندر میں رواں دواں تھا۔ اس جہاز کو دنیا کا سب سے پرتعیش اور محفوظ جہاز کہا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اسے نا ڈوبنے والا جہاز (un sinkable ship) کا خطاب دے دیا گیا۔ چنانچہ اسے تیار کرنے والوں کو اس پر بڑا ناز تھا۔

اپریل کی ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کی درمیانی شب تھی کہ جب یہ جہاز سمندر میں موجود ایک آئس برگ سے ٹکرایا اور حادثے کا شکار ہوگیا۔ اس وقت جہاز کی رفتار ۲۱ ناٹ فی گھنٹہ تھی۔ اس جہاز پر سے کنٹرول ٹاور اور اردگرد بہت سے سگنل بھیجے گئے، لیکن ان کا کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۲:۲۰ منٹ (رات) کو یہ جہاز مکمل طور پر ڈوب گیا۔ جہاز میں سوار ۱۴۲۲ افراد ہلاک ہوگئے اور صرف ۷۰۵ افراد اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوسکے۔ اس

حادثے کو بحری جہاز کا بدترین حادثہ قرار دیا جاتا ہے۔

''نا ڈوبنے والا جہاز'' (un sinkable ship) کیسے ڈوب گیا؟ اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ قانون خداوندی کے تحت ٹائی ٹینک محض ایک عظیم الشان جہاز نہ تھا بلکہ انسانی غرور اور برتری کی بدترین مثال بھی تھا۔

تکبر سے چلنا عذاب قبر کا سبب ہے:

مرثد بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں یوسف بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ہی ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا، جس کا چہرہ ایک طرف سے کالا سیاہ تختی کی طرح تھا۔ یوسف نے اس شخص سے کہا تو ''اپنی سرگزشت بیان کر، تا کہ مرثد کو بھی اس کا علم ہو جائے۔''

چنانچہ وہ بیان کرنے لگا۔ میں نے ایک مردہ کے لیے رات کے وقت قبر کھودی، اس کا جب دفن کیا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو میں نے دیکھا کہ اونٹ کے برابر دو سفید پرندے آئے، ایک اس کے سرہانے اور دوسرا اس کے پاؤں کے قریب اترا۔ پھر انہوں نے قبر کھودی اور ایک اس کے اندر اتر گیا۔

میں قبر کے قریب ہی تھا۔ میں نے سنا کہ قبر کا وہ پرندہ اس سے پوچھنے لگا ''کیا تو وہی شخص نہیں ہے جو دو پیلے کپڑوں میں فخر وتکبر کے ساتھ اپنی سسرال جایا کرتا تھا؟''

مردہ نے جواب دیا ''میں تو اس سے کمزور تر ہوں۔''

پھر اس پرندہ نے ایک ضرب لگائی، جس سے قبر اتھل پتھل ہو گئی اور قبر سے پانی اور تیل بہہ نکلا۔ پھر وہ مردہ اور قبر اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئے۔ پھر حسب سابق سوال وجواب کے بعد اس نے ضرب لگائی اور قبر سے پانی اور تیل ابل پڑا۔

اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر اس پرندہ نے میری طرف توجہ کر کے کہا ''تو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟''

یہ کہتے ہی اس نے میرے رخسار پر ایسی ضرب لگائی کہ میں رات بھر وہیں بے ہوش پڑا رہا۔ صبح کے وقت میرا چہرہ ایک طرف سے ایسا ہی ہو گیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

موضوع نمبر ۲۸

پیشاب میں بے احتیاطی کرنے والوں پر عذابات خداوندی کے واقعات

پیشاب میں بے احتیاطی عذاب قبر کا سبب ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پیشاب سے پاکی حاصل کرنے میں احتیاط برتو، کیونکہ اس میں بے احتیاطی سے عذاب قبر عام طور پر ہوتا ہے۔'' (سنن)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا فیشن ہے:

احادیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''بیٹھ کر پیشاب کیا کرو۔''

گویا بیٹھ کر پیشاب کرنا سنت ہے۔ لیکن ان مغرب زدہ فیشن پرستوں کو یہ بات کہاں بھلی لگ سکتی ہے۔ لہٰذا وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں اور بیٹھ کر پیشاب کرنے والوں کو (over dated) کہتے ہیں۔ گویا پرانے قسم کے لوگ بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں۔

ایک اور نقصان کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا یہ ہے کہ اس سے پیشاب کے چھینٹے اڑ کر کپڑوں پر لگ جاتے ہیں اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اور احادیث میں آتا ہے کہ پیشاب کی بے احتیاطی کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں لکھا ہے کہ:

''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر سے گزر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی

وجہ سے۔" (فضائل رمضان، صفحہ ۲۸)

افسوس! اس منحوس فیشن پرستی نے لوگوں کو عذاب قبر میں مبتلا کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات فیشن پرستوں کو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ چن چن کر ایک ایک **فیشن** کو گلے سے لگا لیا ہے۔

قبر میں بلی سے مشابہ ایک جانور کا عذاب:

عبداللہ الجبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کے ایک ہمسائے کا انتقال ہو گیا۔ ایک شخص اس کی قبر کھودنے لگے تو قبر کے اندر بلی جیسا جانور نظر آیا۔ قبر کھودنے والے نے ہر چند اسے قبر سے ہٹانا چاہا، مگر وہ نہ ہٹا سکے۔ دوسری جگہ قبر کھودی گئی، وہاں بھی وہی جانور پایا گیا۔ تیسری جگہ قبر کھودی گئی تو وہ وہاں بھی موجود تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر اسی حالت میں اس میت کو دفن کر دیا گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اکثر ناپاکی کی حالت میں رہا کرتا تھا۔

قبر سے آواز:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں ایک بڑھیا کے مکان پر ٹھہر گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو گھر کے باہر سے نہایت خوفناک لہجے میں یہ آوازیں سنائی دینے لگیں۔ "پیشاب، ارے پیشاب، پیشاب کیا چیز ہے؟ پانی، ارے پانی، پانی کیا بلا ہے؟"

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خوفزدہ ہو کر اس پیہم اور ہیبت ناک آواز کے متعلق بڑھیا سے دریافت کیا تو وہ بولی۔

"یہ میرا شوہر ہے، اس کی قبر یہیں گھر کے پاس ہے۔ اس کی یہ عادت تھی کہ جب پیشاب کرتا تو اس سے ذرا بھی احتیاط نہ کرتا اور کبھی بھی اس کو پاک نہ کرتا۔ میں کہتی بھی کہ ارے ظالم، جانور بھی جب پیشاب کرتے ہیں تو اس سے کسی حد تک بچنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر تو انسان ہو کر ایسا نہیں کرتا؟ ان باتوں پر وہ میرا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اب جس روز سے اس کا انتقال ہوا ہے اور یہاں دفن کیا گیا ہے اسی رات

سے اب روزانہ اس کی قبر سے یہی آواز آیا کرتی ہے کہ "پیشاب، ارے پیشاب کیا چیز ہے؟"

پانی کا یہ واقعہ ہے کہ ایک بزرگ راہ گیر پیاس کی شدت سے تڑپتا ہوا میرے شوہر کے قریب آیا اور پانی طلب کیا۔ اس ظالم نے اس عالم میں بھی اس سے مذاق کیا۔ ایک خالی صراحی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جاؤ اس میں نہایت ٹھنڈا پانی بھرا ہوا ہے۔ جا کر پی لو۔ وہ گیا تو پانی نہ پا کر تڑپ کر گر گیا اور مر گیا۔ اب جس دن سے یہ مرا ہے اس کی قبر سے برابر یہی صدائیں آیا کرتی ہیں کہ "پانی، ارے پانی کیا بلا ہے؟"

موضوع نمبر ۲۹

برے اعمالوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

اعمال سانپ کی صورت میں:

سرگودھا شہر کا واقعہ ہے۔ ایک محلے میں جماعت ٹھہری ہوئی تھی۔ جماعت کے کچھ ساتھی محلے میں گشت کے لیے نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مکان سے بہت ساری مرد اور عورتیں خوفزدہ ہو کر جلدی سے نکل رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک آدمی فوت ہو گیا تھا اور اس کے تمام رشتہ دار اکٹھے تھے، ابھی مردہ کو نہلانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ایک بہت بڑا سانپ کہیں سے آیا اور اس نے میت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کی وجہ سے میت کے رشتہ دار گھر سے باہر گئے۔

جماعت کے ساتھی مکان کے اندر گئے تو واقعی ایسا ہی پایا۔ جماعت والوں نے میت کے لواحقین کو بتایا کہ "یہ سانپ نہیں بلکہ اعمال کا وبال ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور میت کے لیے استغفار کیا جائے۔"

میت کے رشتہ دار اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے قریب جانے سے انکار کر دیا۔ جماعت والوں نے دعا، استغفار اور ذکر و اذکار کا اہتمام کیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سانپ غائب ہو گیا۔ چنانچہ میت کو نہلایا اور کفن پہنایا گیا۔ جب میت کو دفن کرنے کے لیے قبر کے پاس جا کر رکھا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ قبر میں بھی موجود ہے جو کہ قبر کھودتے وقت وہاں نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے میت کو قبر میں اتارا گیا۔ جونہی میت کو قبر کے حوالے کیا، سانپ پھر میت کے گرد لپٹ گیا۔ چنانچہ وہ لوگ جلدی سے قبر کو بند کر کے واپس آ گئے۔

۳۰ قبروں میں سانپ:

ایک بداعمال، بدکردار آدمی کی حکایت ہے کہ جس وقت وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کے

لیے قبر کھدوائی تو قبر میں ایک بہت بڑا سانپ دکھائی دیا۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ کھدوائی تو اس میں بھی وہ سانپ تھا۔ غرضیکہ اس طرح کرتے کرتے تیس کے قریب قبریں کھودی گئیں اور سب میں ویسا ہی سانپ نکلتا رہا۔ آخر جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھاگ نہیں سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے تو مجبور ہو کر اس سانپ ہی کے پاس اس کو دفن کر دیا۔

صاحب روض کہتے ہیں کہ یہ سانپ اس کا عمل ہی تھا۔ جیسا کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے قصے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان سے کسی نے ان کی توبہ کا حال پوچھا تو فرمایا۔ میں شرابی تھا۔ ہر وقت شراب خوری میں ڈوبا رہتا تھا۔ میں نے ایک بہت خوبصورت لونڈی خریدی اور مجھے اس سے بہت تعلق تھا۔ پھر اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس سے بھی مجھے بے حد محبت ہو گئی۔

جس وقت وہ پاؤں سے چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی الفت و محبت اور زیادہ ہوتی چلی گئی اور اکثر یوں ہوتا کہ جب میں شراب لے کر بیٹھتا تو وہ میرے پاس آتی اور مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی۔ جب وہ پوری دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اس کے رنج اور صدمے نے بالکل تباہ کر دیا۔

جب ماہ شعبان نصف گزر چکا، اتفاق سے جمعے کی شب بھی تھی، میں شراب میں مست ہو کر سو رہا تھا۔ عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی۔ (میں نے خواب میں) دیکھا کہ حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل نکل کر آ رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ مجھے اپنے پیچھے کچھ سرسراہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آ رہا ہے۔

میں خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جا رہا ہوں۔ رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے۔ میں ایک راستے سے جو گزرا تو ایک بوڑھا آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملا۔ میں نے ان سے گریہ وزاری کی کہ "مجھے سانپ سے بچا دیجئے۔"

انہوں نے فرمایا۔ "میں ضعیف آدمی ہوں اور یہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے اس لیے میں نہیں بچا سکتا۔ لیکن تم بھاگے چلے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کر دے۔"

پھر میں اور بھی زیادہ بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دوزخ کی لپٹیں اور اس کے طبقے نظر آنے لگے۔ میں اسی سانپ کے اندیشے سے جو میرے پیچھے آ رہا تھا، قریب تھا کہ اس کے اندر جا پڑوں، اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ "پیچھے ہٹ، تو دوزخی نہیں ہے۔"

اس کے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا اور میں پیچھے ہٹا تو سانپ بھی میرے پیچھے ہی آیا۔ پھر مجھے آواز آئی۔ اس وقت میں ان بوڑھے صاحب کے پاس پھر آیا اور میں نے کہا کہ "آپ سے میں یہ چاہتا تھا کہ مجھے اس سانپ سے بچائیں، آپ نے قبول نہ کیا۔"

یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا۔ "میں خود کمزور اور ناتواں ہوں، لیکن اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ، وہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں۔ اگر تمہاری کوئی شے امانت رکھی ہوگی تو اس سے امداد مل جائے گی۔"

میں نے دیکھا تو وہ گول پہاڑ تھا۔ بہت سے دروازے اس میں بنے ہوئے تھے۔ ہر دروازے کی دونوں چوکھٹیں سونے کی تھیں اور یاقوت اور موتی جڑے ہوئے ریشمی پردے دروازوں پر پڑے ہوئے تھے۔ جس وقت میں نے اس پہاڑ کو دیکھا اس کی طرف دوڑا اور وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا۔

جب میں اس کے قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پردے اٹھا کر دروازے کھول دیئے اور انہوں نے خود ہی دیکھنا شروع کر دیا کہ شاید وہاں اس ناامید کی بھی کوئی امانت مل جائے اور وہ اسے (مجھے) اس کے (میرے) دشمن سے بچالے۔ جس وقت پردے اٹھ گئے اور دروازے کھل گئے تو بہت سے بچے چاند سے چہرے چمکاتے ہوئے نکلے اور وہ سانپ میرے پاس ہی آگیا۔

میں اپنی فکر میں نہایت ہی پریشان اور متردد تھا۔ اتنے میں ایک بچے نے چیخ کر کہا کہ "افسوس تم سب تو موجود ہو اور وہ (سانپ) اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔" یہ سنتے ہی جماعت بچوں کی نکلی اور میری بیٹی جو مرگئی تھی، یکا یک وہ بھی آنکلی اور مجھے دیکھ کر رونے لگی اور کہا "ہائے واللہ میرے ابا۔" یہ کہتے ہی تیر کی طرح ایک نورانی مکان میں چلی گئی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ میری داہنی طرف بڑھایا۔ میں بھی اوپر چڑھ گیا اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس سانپ کی طرف کیا۔ تو وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگ گیا۔

پھر اس نے مجھے بٹھا لیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"اے ابا!

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق (سورہ حدید، آیت ۲)

"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور حق (احکام) نازل شدہ سے

مسلمانوں کے دل ڈر جائیں۔"

اس پر میں رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ "اے بیٹی کیا یہاں تم قرآن شریف میں سیکھتی ہو۔"

کہا کہ "ہم تم ہی سے سیکھتے ہیں۔"

میں نے کہا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا۔ یہ کیا بلا تھی؟"

کہا "یہ تمہاری بدافعالیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا۔ تم ہی نے اسے بڑھا بڑھا کر ایسا قوی کر دیا تھا کہ اب تمہیں دوزخ میں جھونکنا چاہتا ہے۔"

میں نے پوچھا "یہ بوڑھے صاحب کون تھے، جن کے کہنے پر میں یہاں آیا تھا۔"

"اے ابا! یہ تمہارے صالح اور نیک اعمال تھے۔ تم نے ان کو ایسا ضعیف و ناتواں کر رکھا ہے کہ تمہارے بدافعال کے مقابلے میں ان میں طاقت نہیں ہے۔"

میں نے کہا کہ "اس پہاڑ پر تم کیا کرتی ہو؟"

کہا "ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں۔ قیامت آنے تک ہم یہاں رہیں گے۔ تمہارے آنے کا ہمیں انتظار رہتا ہے۔ تاکہ ہم تمہارے لیے سفارش کریں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا اور رعب مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا سب دے دیا اور اللہ کے سامنے توبہ کی۔ بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا۔ (روض)

موضوع نمبر ۳۰

ماں کے نافرمانوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ماں کی نافرمانی:

اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ترغیب'' میں ایک نہایت دلدوز واقعہ نقل کیا ہے کہ ''حوشب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سفر میں ایک قبیلے کے یہاں مہمان ہوئے جن کے قریب میں قبرستان تھا۔ جب عصر کا وقت تھا تو اچانک ایک قبر شق ہوئی اور ایک آدمی جس کا سر گدھے کی شکل کا تھا نکلا اور گدھے جیسی آوازیں تین بار نکال کر پھر قبر میں چلا گیا۔ اس حیرت انگیز واقعے کے متعلق حوشب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے میزبانوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ:

''ہمارے یہاں یہ ایک نوجوان تھا اور بے تحاشا شراب پیتا تھا، اس کی ماں نہایت نیک اور پارسا بی بی تھیں۔ جب اس کا نشہ اترتا تو وہ اس سے کہتیں کہ ارے نادان! تو مسلمان ہو کر کیا غضب کرتا ہے؟ شراب جو اسلام میں بالکل حرام ہے، اس کو پیتا ہے۔ تو یہ نوجوان اپنی ماں سے کہتا کہ ''ارے جا! ہر وقت گدھے کی طرح چلاتی رہتی ہے۔''

بس اب جس دن سے یہ مرا ہے روزانہ شام کو عصر کے وقت گدھے کی شکل میں قبر سے نکلتا ہے اور دو تین مرتبہ یہی آوازیں لگا کر پھر اپنی قبر میں چلا جاتا ہے۔''

(عیون الحکایات ابن جوزی، از مولانا عبدالمومن فاروقی)

والدین کی بددعا کا برا نتیجہ:

جریج ولی ایک روز عبادت میں مصروف تھے، ان کی والدہ ملاقات کے لیے آئیں۔ حضرت جریج ولی نے کوئی خیال نہ کیا اور اپنی عبادت میں مصروف رہے اس طرح وہ تین یوم تک آتی رہیں اور وہ پہلے کی طرح سلوک کرتے رہے۔ یعنی متوجہ نہ ہوئے۔ آخر والدہ نے خفا ہو کر بددعا کی کہ ''اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ کسی زانیہ کا چہرہ نہ دیکھ لے۔''

بنی اسرائیل میں ان کی عبادت کا بہت شہرہ تھا۔ اسرائیلی حاسد تھے۔ ان سے ایک زانیہ نے کہا ''اگر کہو تو جریج کو کسی فتنے و آزمائش میں ڈال دوں؟''

انہوں نے کہا۔ ''ضرور۔''

وہ عورت سنگھار کر کے حضرت کے پاس گئی۔ لیکن جریج نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہ۔

پھر وہ ایک چرواہے کے ہاں گئی۔ اس سے زنا کا حمل ہو گیا، لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے جریج کا مشہور کر دیا۔ لوگوں نے طیش میں آ کر جریج کا معبد خانہ گرا دیا اور انہیں خوب پیٹا۔ بے عزت اور ذلیل کیا۔

جریج نے کہا۔ ''آخر وجہ کیا ہے؟''

انہوں نے کہا۔ ''تم نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور یہ لڑکا تیرا ہے۔''

جریج نے کہا۔ ''لڑکا کہاں ہے؟''

جب لڑکا حاضر کیا گیا تو جریج نے اس کے پیٹ پر انگلی لگا کر کہا۔ ''بتاؤ..... تم کس کے بیٹے ہو اور تمہارا باپ کون ہے؟''

لڑکے نے جواب دیا۔ ''میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔''

لوگ سن کر پاؤں میں پڑ گئے اور اپنے قصور کی معافی مانگی اور کہنے لگے۔ ''تیرا معبد سونے کا بنا دیتے ہیں۔''

ولی اللہ نے کہا۔ ''کوئی ضرورت نہیں۔ پہلے کی طرح مٹی کا ہی کافی ہے۔''

اس ولی نے نفلی عبادت کو والدین کی خدمت سے افضل جانا، اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہ آئی۔ چنانچہ جب ماں نے بددعا کی تو وہ قبول ہوئی۔ ولی اللہ کی بے عزتی ماں کی بددعا کا نتیجہ تھی۔

ماں کی اجازت کے بغیر حج کرنے کا انجام:

ایک نوجوان کو حج کا شوق ہوا۔ اس کی ماں اس کو سفر کی اجازت نہ دیتی تھی۔ چنانچہ وہ بغیر اجازت ہی حج کو چلا گیا۔ راستے میں چوروں نے اسے پکڑا، اس کا زادِ راہ سب چھین لیا اور اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر وہیں چھوڑ دیا۔ بیت اللہ کے مؤذن کو خواب میں اشارہ غیبی ہوا کہ اٹھو اور فلاں جنگل میں جا کر فلاں جوان کی خبر لو کہ مجھ کو اس پر رحم آتا ہے۔ (یعنی اس نے گو ایک بڑی غلطی کی ہے، مگر چونکہ میرے ہی دربار میں آ رہا تھا، اس لیے مجھے بھی اس

کی خاطر منظور ہے)۔

مؤذن نیند سے بیدار ہوا اور بتائے ہوئے جنگل کی جانب روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان پڑا ہے اور اس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ ''اے مخص! یہ تیرا کیا حال ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں نے والدین سے اجازت لیے بغیر راہ کعبہ میں قدم رکھا، اس لیے میرا حال یہ ہوا جو تیرے سامنے ہے تاکہ بندگان الٰہی کو عبرت ہو کہ والدین کا بڑا حق ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر حج کے لیے جانے میں بھی ایسا معاملہ پیش آتا ہے۔ چہ جائیکہ ان کو ناحق ایذا دینا اور برا بھلا کہنا۔ اس کا تو انجام کار ہی بہت برا ہے۔''

یہ سن کر اس مؤذن نے کہا کہ ''خیر جو ہوا سو ہوا، اب اس سے توبہ کرو۔'' اس نے صدق دل سے توبہ کی اور مؤذن سے درخواست کی کہ مجھے میری ماں کے پاس پہنچادے تاکہ اس کو راضی کروں، جس طرح ایک بار حماقت کر کے اپنے سفر حج کو کھوٹا کیا ہے اور ہاتھ پاؤں سے محروم ہوگیا ہوں، ایسا نہ ہو کہ دم آخر ایمان سے ہی محروم ہو جاؤں اور سفر آخرت کو کھوٹا کرلوں۔''

مؤذن نے یہ سن کر اس کو اٹھایا اور اس کے وطن پہنچا کر اس کی ماں کے دروازے کے پاس بٹھا دیا اور خود واپس ہوگیا۔ اس کی ماں اندر بیٹھی تھی۔ نوجوان نے سنا کہ وہ یوں دعا کررہی تھی کہ ''الٰہی! میں نہیں جانتی کہ اس سفر میں میرے بچے کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ کیونکہ وہ میری اجازت کے بغیر چلا گیا ہے۔ اب تو اس کو مجھ تک پہنچادے کہ میرا دل اس کے لیے بے قرار ہے۔''

نوجوان بھی ماں کے ان کلمات کو سن کر بلبلا گیا اور اپنے کٹے ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں اندر سے بولی۔ ''ارے! یہ کون ہے جو بیوہ اور غمزدہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟'' پھر خیال کیا کہ شاید کوئی میرے مسافر بچے کی ہی خبر لایا ہو۔ یہ خیال کر کے اٹھ کر باہر آئی، دیکھا کہ ایک غریب فقیر سا آدمی بیٹھا ہے۔ کہا ''اے غریب مسافر! آگے آ، اگر تجھ کو روٹی کی ضرورت ہے تو روٹی دوں؟''

اس نے کہا۔ ''میں روٹی کیسے لوں؟ میرے تو ہاتھ ہی نہیں۔''

اس نے کہا۔ ''اچھا ذرا آگے آ۔''

اس نے کہا۔ ''آؤں کس طرح؟ میرے تو پاؤں بھی نہیں۔''

اس غریب کی یہ بات سن کر بیوہ کو اس پر بہت ہی ترس آیا۔ کہا ''اے جوان غریب! تیری آواز تو میرے بیٹے سے بہت ملتی جلتی ہے۔'' چنانچہ وہ دوڑ کر چراغ لائی اور آگے پیچھے سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔ اس کو دیکھ کر اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔ وہ کہتی جاتی تھی۔ ''تیری ہی طرح میرا ابھی ایک بچہ تھا، میری اجازت کے بغیر وہ حج کے لیے چلا گیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ سفر میں اس کا کیا حال ہوا؟''

ماں کے منہ سے یہ کلمات سن کر وہ جوان صبر نہ کرسکا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ''اے ماں! تیرا وہ بیٹا میں ہی ہوں۔ تیری حق تلفی میں نے کی، اس کا یہ انجام ہوا۔''

ماں نے جب یہ سنا تو ایک ہائے کی اور بے ہوش ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو آسمان کی جانب منہ کیا اور دعا کی۔ ''اے الٰہی! تو نے اس کو کیے کی سزا دی اور ادب دیا، لیکن پروردگار! اس کو ہلاک نہ کر اور ایمان کی سعادت سے اسے محروم نہ رکھیو۔''

اس واقعے کے بیان سے غرض یہ ہے کہ تم سمجھو کہ ماں باپ کی خوشی عجیب چیز ہے اور ان کی نافرمانی بہت ہی وبال کی چیز ہے۔ (بحوالہ عظیم مائیں)

ٹی وی کی خاطر ماں کی نافرمانی کرنے والی ٹی وی کے سامنے اوندھے منہ پڑی تھی:

رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ افطاری سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا کہ ''بیٹی آج اپنے گھر مہمان آنے والے ہیں۔ افطاری کے لیے سامان تیار کرنا ہے۔ اس لیے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو اور کام میں میرے ساتھ لگ کر افطاری تیار کراؤ۔''

بیٹی نے صاف جواب دیتے ہوئے ماں سے کہا کہ ''اماں اس وقت تو ٹی وی پر ایک بڑا ہی دلچسپ اور خاص ڈرامہ آرہا ہے۔ میں تو پہلے وہ دیکھوں گی اس سے فارغ ہو کر ہی کچھ کروں گی۔''

یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی۔ چونکہ وقت کم تھا اس لیے ماں نے کہا کہ ''اس کو چھوڑو اور کام کراؤ۔''

بیٹی نے ماں کی بات سنی ان سنی کردی اور اوپر والے کمرے میں جا کر مزے سے ٹی وی دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ کہیں مجھے زبردستی کام کے لیے اٹھا کر نہ لے جائے، دروازہ بھی اندر سے کنڈی لگا کر بند کرلیا۔ نیچے سے بے چاری ماں

آوازیں دیتی رہی، لیکن اس نے کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ ماں نے افطاری کے لیے جو کچھ تیاری ہوسکی ماں نے وہ کرلی۔

کافی وقت گزر گیا۔ مہمان بھی آگئے اور حتیٰ کہ سب افطاری کے لیے بھی بیٹھ گئے۔ ماں نے پھر لڑکی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے۔ لیکن بچی نے کوئی جواب نہ دیا تو ماں کو شک سا ہوا اور وہ اوپر گئی اور دروازے پر جاکر دستک دی۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اب ماں بھی گھبرا گئی کہ اندر سے جواب کیوں نہیں آرہا۔ چنانچہ اس نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا۔

انہوں نے بھی آوازیں دیں اور دستک دی۔ مگر جب اندر سے کوئی بھی جواب نہ آیا تو پھر مجبوراً دروازہ توڑا گیا۔ دروازہ توڑ کر جب اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کی خاطر ماں کی نافرمانی کرنے والی وہ لڑکی ٹی وی ہی کے سامنے زمین پر اوندھے منہ مری پڑی ہے۔

ماں کی نافرمانی اور موت کے وقت کلمہ شہادت جاری نہ ہونا:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علقمہ نامی ایک شخص جو نماز اور روزے کا بہت پابند تھا، جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمہ شہادت جاری نہ ہوتا تھا۔ علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس کی اطلاع کرائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟''
معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہیں اور وہ علقمہ سے ناراض ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ ''میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آتی ہو یا میں تمہارے پاس آؤں؟''

علقمہ کی والدہ نے عرض کی۔ ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتی، بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں'' چنانچہ وہ بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا، تو اس نے کہا کہ ''علقمہ نہایت نیک آدمی ہے، لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلے میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے، اس

لیے میں اس سے ناراض ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر تو اس کی خطا معاف کردے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔'' لیکن اس نے انکار کردیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ''لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلادو۔''

بڑھیا یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے پوچھا کہ ''کیا میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہاں۔ اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارا عذاب ہلکا ہے۔ خدا کی قسم جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔''

بڑھیا نے کہا۔ ''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کردیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''دیکھو، علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا ہے کہ نہیں؟''

لوگوں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوگیا اور کلمہ شہادت کے ساتھ انہوں نے انتقال فرمایا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے اور علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا:

> ''مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح بھی ممکن ہو اس کو راضی کرے۔ اللہ کی رضا ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ اس کے غصے میں پوشیدہ ہے۔'' (طبرانی)

لہٰذا جو حضرات خدانخواستہ اگر والدین کی نافرمانی اور ایذا رسانی میں مبتلا ہوں تو انہیں چاہیے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور ہر ممکن طریقے سے والدین کو راضی رکھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اسی میں انسان کی فلاح ہے۔ حدیث میں ...

”جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔“

والدین کی بددعا سے بری موت کے مشاہدات:

میرے والد صاحب کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا کہ جب اس کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی اور وہ بے چاری اکیلی پڑی رہی اور اسی حالت میں مرگئی۔

میں اس جستجو میں تھا کہ جو والدین کے ساتھ برا سلوک دیکھیں اس کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے؟ زندگی کے ایام گذرتے گئے۔ تقریباً اس واقعے سے تیس سال بعد یہ صاحب جو اپنی والدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے، بیمار ہوئے اور بہت کمزور ہو گئے۔ میرے والد صاحب مجھے ان کے علاج کے لیے گئے۔ میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے ان کو غذا ابتائی تو رونے لگ گئے اور بتایا کہ ان کے تین لڑکے ہیں، مگر ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ کئی دنوں سے بیمار پڑا ہوں، مگر ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آئے۔

چنانچہ اسی حالت میں ان کی موت واقع ہوگئی۔ وہ شخص رات کو تنہائی میں انتقال کر گیا۔ صبح کے وقت جب محلے والوں نے دیکھا تو چیونٹیاں اس کو کاٹ رہی تھیں اور وہ خدا کو پیارا ہو چکا تھا۔ واقعی والدہ سے زیادتی کرنے والے کو اسی دنیا میں سزا مل کر رہتی ہے۔

ایک نوجوان کی بری موت ماں کو مارنے کی وجہ سے:

میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہو جانے کی وجہ سے مرا۔ تین دن تک حالت نزع میں رہا۔ اتنی بری موت مرا کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے ۴۰ سال کے عرصے میں نہیں دیکھی۔ اس کا منہ بڑا ہو جاتا تھا۔ آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں۔ جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔

مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہوگئی۔ آواز اور زیادہ ہوگئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ اس کو وارڈ سے دور ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا تاکہ آواز کم ہو جائے۔ مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی۔ اس کا والد مجھے یہ کہنے کے لیے آیا کہ ”اس کو زہر کا ٹیکہ لگادیں تاکہ مرجائے، ہم سے ایسی حالت دیکھی

نہیں جاتی۔“

میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ ”اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟“

اس کا والد فوراً بول اٹھا۔ ”یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا۔ یہ بری موت اسی کا نتیجہ ہے۔“

ماں پر قاتلانہ حملہ کرنے کی وجہ سے زمین میں دھنس گیا:

میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتے داروں سے ملنے گیا۔ وہاں ایک واقعہ ہوا تھا جو درج کر رہا ہوں۔

اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اس کی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی۔ بہت منت سماجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا۔ اس کی بیوی نے یہ شرط آخری بار رکھی کہ ”تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو پھر میں تیرے گھر آؤں گی۔“

اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر آخر کار اپنی ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ وہ کسان روزانہ کماد (گنا) کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے سے لے گیا کہ وہ کماد کا گٹھا اس کے سر پر رکھوا دے گی۔ چنانچہ ماں کو کھڑا کیا اور کماد کاٹنا شروع کر دیا اور ایک دم سے اپنی کلہاڑی سے ماں کو ختم کرنے کے ارادے سے حملہ کیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے۔ کلہاڑی دور جا گری اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بچانے کے لیے گاؤں کی طرف بھاگ گئی۔

اسی دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا تو کسان نے چلانا شروع کیا۔ اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا اور معافی مانگتا رہا۔ مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک اس کی آواز بہت دیر کے بعد پہنچی۔ جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہو گیا۔ لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی، مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہ وہیں مر گیا۔ یہ چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور تحقیق شدہ ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی:

غلام محمد گاؤں بھٹہ سرداراں میں ایک کریانہ فروش کے ہاں ملازم تھا۔ ناخواندگی کی بناء پر قلیل مشاہرہ ملتا، جس پر اپنا گزر اوقات کرتا۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ فجر سے قبل بیدار ہو کر بعد از ادائیگی نماز وہ مالک کے آنے سے قبل دکان کی صفائی کر لیتا تھا۔ جفاکش طبع ہونے کی وجہ سے مالک اس سے خوش تھا۔ وقتاً فوقتاً اس کی ضروریات کا بھی خیال رکھتا۔

اس کے ہاں بچے پیدا ہوئے، لیکن بعض امراض کی وجہ سے صرف شبیر زندہ رہ گیا۔ روکھی سوکھی کھا کر اس نے بچے کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی، کیونکہ اسے اپنے ناخواندہ ہونے کا شدت سے احساس تھا۔

شبیر نے گاؤں سے مڈل کا امتحان دیا اور پھر قریبی قصبے میں میٹرک میں داخلہ لیا۔ میٹرک میں اس نے امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ لیکن غلام محمد کی اتنی حیثیت نہیں تھی کہ شہر میں کالج کے اخراجات برداشت کر سکے۔ کیونکہ غلام محمد نہایت تنگدستی سے وقت گزار رہا تھا۔ لیکن شبیر کے اصرار اور روشن مستقبل کے علاوہ اپنا بڑھاپا بھی پرسکون گزارنا چاہتا تھا، لہٰذا اس نے اپنا مختصر سا مکان فروخت کر کے شبیر کی تعلیم اور شہر میں شبیر کی رہائش کا بندوبست کر لیا۔ شبیر کو بھی ایک ٹیوشن مل گئی۔ ایم اے اور ایل ایل بی میں کامیابی کے بعد اس نے مقابلے کے امتحان کی تیاری کی اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

ابتداء میں اسے محکمہ تعلیم میں ملازمت ملی۔ وہ گاہے بگاہے گاؤں جا کر والدین سے مل آتا۔ کچھ عرصے بعد والدہ کا انتقال ہو گیا تو اس کا گاؤں جانا کم ہو گیا۔ شبیر احمد نے شادی بھی شہر میں ایک تعلیم یافتہ خاتون سے کر لی۔ اس کی ایک بیٹی سونیا اور دو بیٹے عامر اور اکبر پیدا ہوئے۔ کچھ عرصے بعد وہ سول جج کے عہدے پر مامور ہوا اور قلیل عرصے بعد ہی اسے ایڈیشنل سیشن جج کی پوسٹ مل گئی تو اس نے گاؤں جانا بند کر دیا۔ کچھ مصروفیات، کچھ گنوار لوگوں سے پرہیز۔

بعض اوقات بیگم کو شبیر کہتا کہ ”والد صاحب کو اپنے ہاں بلا لیں؟“

تو وہ جواب دیتی کہ ”کیا بچوں کے ماحول کو پراگندہ کرنا چاہتے ہو۔ ہمسائے کیا کہیں گے۔ اپنا بھید پوشیدہ رکھو۔“

یہ سن کر شبیر احمد لاجواب ہو جاتا۔ البتہ کبھی کبھار اخراجات کے لیے قلیل رقم بھجوا دیتا۔

غلام محمد کافی بوڑھا ہو گیا تھا۔ کوئی سہارا نہیں تھا۔ دوائی لانے والا بھی نہیں تھا۔ شام کو مسجد سے عموماً کھانا آ جاتا تھا جو صبح کے بھی کام آتا۔ تین سال گزر گئے اور غلام محمد کی آنکھیں اکلوتے بیٹے کے لیے پتھرا گئیں۔ عجیب کرب و بے قراری کی کیفیت تھی۔ جب بیٹے کے لیے اداس ہوتا تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ اسے احساس تھا کہ شبیر کے ہاں جانے سے بیٹا ناخوش ہو گا۔ وہ بیٹے کا دل شکستہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی سوچ و بچار میں تین سال گزر گئے تھے۔

آخر ایک دن اس سے رہا نہ گیا اور اس نے روانگی کا ارادہ کر ہی لیا۔ صبح سویرے ہی اس نے باسی روٹی اور لسی نوش جان کر لی تھی اور شہر روانہ ہو گیا۔ یہ اس کا پہلا اور آخری سفر تھا۔ وہ پوچھتا ہوا عدالت پہنچا۔ اور ایک دربان سے شبیر کا پتہ دریافت کیا۔ استفسار کے جواب میں دربان نے ہاتھ سے ہال کی طرف اشارہ کیا۔ غلام محمد میلا کچیلا تہبند اور پیوند والی لمبی قمیص زیب تن کیے اور سر پر بوسیدہ پگڑی رکھے کمرے کے اندر داخل ہوا تو شبیر کو دیکھتے ہی وفور محبت سے بے قابو ہو گیا اور بلند آواز سے منہ سے نکل گیا۔ ”پتر! شبیر۔“

شبیر جج جو آن بان سے سنہری کرسی پر متمکن تھا، اہلمد اور کئی ملازمین کے علاوہ وکلاء اور ان کے موکل دست بستہ کھڑے تھے، کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا کہ جاہل نے اسے رسوا اور بے آبرو کر دیا ہے۔ اس نے گرجدار آواز سے دربان کو متنبہ کیا کہ اس ذہنی مریض کو دھکے دے کر باہر نکالو تاکہ پھر آنے کی جسارت نہ کر سکے۔ اس دھینگا مشتی میں نحیف و نزار ضعیف غلام محمد گرا اور اس کی پیشانی پر گہرا زخم آ گیا، اس کے کپڑے خون آلود ہو گئے۔ شہر میں شبیر کے علاوہ اس کا کوئی واقف کار نہیں تھا۔ وہ اسی شدید زخم کا تحفہ لے کر واپس گاؤں پہنچا۔ گاؤں کی ڈسپنسری سے ڈریسنگ کرائی اور اپنی قسمت کو کوستا ایک گوشے میں جا گرا۔

دن بھر کی فاقہ کشی اور زخموں کی وجہ سے کئی دفعہ بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوئی، وہ سوچتا کہ جسے جگر خون دے کر پروان چڑھایا، فاقوں میں اوقات بسر کر کے اور مکان نیلام کر کے شبیر کی تعلیم مکمل کی، زندگی بھر در بدر کی ٹھوکریں کھائیں، مانگ تانگ کر پیٹ کی آگ بجھائی، آج شبیر نے ان تمام قربانیوں کا یہ صلہ دیا ہے۔ اس غم و اندوہ سے اس کے آنسو نہیں رکتے تھے۔ وہ زار و قطار روتا رہا، کوئی دلاسا دینے والا بھی نہیں تھا۔

شبیر کی بیٹی سونیا اور دونوں بیٹے اکبر اور عامر امریکن اسکولوں میں زیر تعلیم رہے۔ اکبر اور عامر اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ چلے گئے اور سونیا کے شب و روز مخلوط تعلیم اور آزادی میں گزرے تھے، لہٰذا

اس نے حسب پسند شادی کر لی اور والدین کو چھوڑ کر خاوند کے ساتھ دوسرے شہر کو سدھاری۔

شبیر کو تنخواہ کے علاوہ بھی ماصی آمدن تھی۔ لہٰذا اس نے بچوں کے نام سے امریکہ میں سودی اکاؤنٹ کھول دیا تھا۔ تا کہ تعلیم مکمل ہو سکے۔ ابتداء میں اکبر اور عامر ہر سال والدین سے ملتے رہتے تھے، لیکن آخری سالوں میں جب وہ اپنی دیرینہ گرل فرینڈز سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے تو انہوں نے ترقی یافتہ ملک کو چھوڑ کر ترقی پذیر ملک کا رخ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ بینک بیلنس میں سود کی وجہ سے خاصا اضافہ ہو رہا تھا۔ بیگمات کی وجہ سے گرین کارڈ اور پاسپورٹ بھی آسان ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ بنیاد پرست اور فرسودہ ملک واپس جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

شبیر کو غلام محمد کا کوئی علم نہیں تھا کہ وہ کس حال میں ہے۔ بس اتنا کہتا کہ اگر ترقی یافتہ ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اولڈ پرسن ہومز ہوتے تو میں باپ کو وہاں داخل کرا دیتا تا کہ وہ باقی زندگی وہاں گزار لیتا جہاں علاج، لائبریری، ٹی وی اور دیگر تفریحات فراہم ہوتی ہیں۔

بدنصیب، ضعیف اور لاچار غلام محمد کسمپرسی اور اذیت کے اوقات گزار کر اس جہان سے کوچ کر گیا۔ لیکن شبیر بھی اولاد کے ہوتے ہوئے اولاد سے محروم رہا اور وہ بڑھاپے سے قبل ہی ایسے امراض میں مبتلا ہوا جو جان لیوا ثابت ہوئے۔

میں سوچتا ہوں یہ جدید تعلیم، مادر پدر آزاد اور مخلوط زندگی، ٹی وی کے پروگرام، شرمناک ویڈیو کیسٹ، گرلز اور بوائے فرینڈز شپ، دین سے نفرت، مے نوشی، رنگ رلیاں، اداکاروں اور فنکاروں کی محفلوں میں لاکھوں روپے نچھاور کرنے والے پھر معمر والدین کو ضعیفی میں اف کہنے سے منع کرنے کے باوجود بے یار و مددگار چھوڑنے والی اولاد کو کیا سکون نصیب ہوگا۔ کاش ہم قرآن اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھ لیں۔

ماں باپ کی بددعا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلاث دعوات مستجابات لهن لاشک فيهن دعوة المظلوم ودعوة المسافر ودعوة الوالدين علی ولده

''تین دعائیں مقبول ہیں، جن کی مقبولیت میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور ماں باپ کی بددعا اپنی اولاد کے لیے۔''

ہمارے گھروں میں دعا اور بددعا کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ حالانکہ قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں نے اپنی اپنی اولاد کے لیے نیک دعائیں کی ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ والدین اپنی اولاد کے لیے بہتر سے بہتر دعا کرتے، ان کی دنیا و آخرت کو سنوارنے کے لیے ان کے حق میں اچھی دعائیں کرتے، مگر ہمارے ملک میں کچھ الٹا سا رواج ہے کہ جاہل ماں باپ اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ذرا ذرا سی بات پر اپنی اولاد کو ایسی خطرناک بددعائیں دے جاتے ہیں کہ اگر وہ اسی وقت قبول بارگاہ الٰہی ہو جائیں اور ان پر پڑ جائیں تو یہ جاہل والدین بھی لرزہ براندام ہو جائیں اور عموماً ہوتا بھی ایسا ہی ہے کہ دیر سویر ان بچوں کو والدین کی بددعائیں برباد کر ڈالتی ہیں۔ مگر اس کا احساس نہ والدین کو ہوتا ہے اور نہ ہی بچوں کو۔

صاحب کشاف (مشہور عربی تفسیر کے مصنف) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کا پاؤں کٹا ہوا تھا اور جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ''ماں کی بددعا کا نتیجہ ہے۔''

واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بچپن میں ایک چھوٹی سی چڑیا کو پکڑ کر اس کے پاؤں میں دھاگا باندھ دیا تھا۔ اس سے اس کا نازک پاؤں کٹ گیا۔ یہ دیکھ کر میری والدہ بہت متاثر ہوئیں اور ان کی زبان سے بددعا کا یہ کلمہ نکل گیا کہ ''جس طرح تو نے اس غریب چڑیا کا پاؤں کاٹا ہے تیرا پاؤں بھی کاٹا جائے۔''

والدہ کی بددعا کا انجام:

یہ واقعہ مولانا قاری امیر الدین انور گھوکھی والے نے مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرمایا کہ میں ایک دفعہ گوجرانوالہ کے بازار سے تیز گزر رہا تھا تو اچانک فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے بھکاری پر نظر پڑ گئی، مجھے دیکھتے ہی زور سے پکارنے لگا۔ میں بھی جلدی میں تھا۔ میں نے سنی ان سنی کر دی۔ لیکن اس نے چلا کر کہا کہ ''مولانا! خدا کے واسطے میری بات تو سنیے۔ میں بھیک نہیں مانگتا۔ میرے لیے صرف دعا کیجیے۔''

میں یہ سن کر اس کے قریب گیا تو فقیر یوں گویا ہوا کہ میں اپنے وقت کا بہت بڑا مالدار تھا۔

اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ کار، کوٹھی، بنگلہ، غرض عیش کرنے کی ہر چیز تھی۔ شراب کباب کا بھی عادی تھا۔ نشے سے دماغ خراب رہتا تھا۔ غلط سوسائٹی میں بری طرح پھنس چکا تھا۔ اکثر گھر میں دیر سے جاتا تھا۔ باقی گھر والے تو سوئے ہوتے صرف ایک والدہ بے چاری بیٹھی انتظار کر رہی ہوتی، مجھے دیکھ کر روزانہ کہتی کہ ''بیٹا! دیر سے آتے ہو، تیرا انتظار مجھے بے آرام کرتا ہے۔''

یہ میرا روز کا معمول تھا۔ ایک روز میں نے رات کو دوستوں کے ساتھ زیادہ شراب پی اور بری حالت میں لڑکھڑاتا گھر پہنچا۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ پھر والدہ کو نیند نہ آئی اور انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی غصے میں آ گئی اور اس نے مجھے تھپڑ مارا۔ میں بھی نشے کی حالت میں تھا۔ میں نے ماں کے سر پر جوتی ماری۔ ماں کی زبان سے نکلا ''جا تجھے کیڑے پڑیں۔''

پھر میری اماں تھوڑا عرصہ زندہ رہی اور فوت ہو گئی۔ اس کے بعد میرے پاؤں میں پھوڑا نکلا اور کیڑے پڑ گئے۔ پورے پاکستان کے ڈاکٹر حکیم چھان مارے، علاج نہ ہو سکا جو مال و دولت تھی وہ بیچ کر لندن علاج کے لیے گیا۔ انہوں نے کافی عرصہ علاج کیا۔ آخر کار کہہ دیا کہ تیرا مرض لاعلاج ہے۔ پھر پاکستان آ گیا۔ اب نہ گھر رہا نہ دولت، بھیک مانگ کر پیٹ بھرتا ہوں اور زخم کے کیڑے زیادہ ہو رہے ہیں۔ میرے لیے دعا کریں۔ (ہفت روزہ ختم نبوت)

موضوع نمبر ۳۱

زلزلوں کے عذابات کے عبرتناک واقعات

ترکی میں اسلام کی توہین پر خوفناک زلزلوں کا عذاب:

چند سال قبل ترکی میں خوفناک زلزلوں نے کئی شہروں کو تباہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ ہلاک ہو گئے۔ صنعتیں، فیکٹریاں برباد ہو گئیں اور حکومت ترکی کو ایمرجنسی نافذ کر کے کئی ملکوں سے مدد کی درخواست کرنا پڑی۔

زلزلوں کے بعد محترم عبداللہ رفیق نے ترکی کے متاثرہ علاقوں کا بذات خود دورہ کیا تا کہ وہ وجوہات تلاش کی جا سکیں جن پر یہ اللہ کا عذاب مسلمانوں پر آیا۔ اگرچہ اس واقعے کو ۱۰ ماہ گزر چکے ہیں، لیکن چونکہ اس میں سمجھنے والوں کے لیے عبرت کا بہت سامان موجود ہے۔ لہٰذا قارئین کے استفادے کے لیے ہم اسے اردو میں ترجمہ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (از عبداللہ رفیق)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کہہ دیجئے کہ زمین پر گھومو پھرو پس دیکھو مجرمین کا انجام کیسے ہوا؟'' (النحل ۳۶)

۱۷ اگست ۱۹۹۹ء صبح تین بج کر پانچ منٹ پر ترکی کے کئی شہروں میں تباہ کن زلزلہ آیا۔ یہ علاقے ''مارمارہ'' (Marmara) سمندر کے ساحلی علاقوں کے قریب ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کو ترکی میں امدادی سامان لے جانے کی اجازت نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ اس سامان کو ''ریڈ کراس'' کے حوالے کر دیں، لہٰذا حالات کا جائزہ لینے کے لیے ہم نے اپنے طور پر جانے کا فیصلہ کیا۔

استنبول پہنچنے کے بعد ہمارے ترکی بھائی ہمیں متاثرہ علاقوں میں لے گئے۔ پہلا شہر یا قصبہ جس کا ہم نے دورہ کیا اس کا نام اڈاپیزاری (Adapazari) تھا۔ تباہ حال منظر کے صدمے سے ہمارا دم نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کے عظیم مظاہرے پر تعجب، دکھ اور مرعوبیت کے ملے جلے جذبات کو بیان کرنا ہمارے بس سے باہر تھا۔ کنکریٹ کی مضبوط

عمارتیں مڑے ہوئے لوہے اور ذرات کا ڈھیر بن گئی تھیں۔ اس طرح کے مناظر ہم نے عام دیکھے کہ پانچ منزلہ کنکریٹ کی مضبوط عمارت ایسے ڈھیر ہو گئی تھی کہ جیسے روٹیاں اوپر تلے رکھی ہوتی ہیں۔ عمارتیں ریت کے ذرات کا ڈھیر بن گئی تھیں۔

کچھ عمارتیں درمیان سے پھٹ کر ایک طرف گر گئی تھیں۔ کچھ گری ہوئی عمارتیں ایسا غالب تاثر چھوڑ رہی تھیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے کے اوپر آ گری ہوں۔ عمارتوں کو سہارا دینے والے ستون اس طرح گرے کہ انہوں نے تہہ خانوں میں کھڑی کاروں کو کچل دیا۔ ابھی تک کھڑی رہ جانے والی عمارتیں جھٹکوں کے خدشے سے ویران ہو چکی تھیں۔ ۹۰۰ کے قریب جھٹکے ریکارڈ کیے گئے۔

عوام کا ردعمل اور تاثرات:

ترکی میں ۹۵ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔ متاثرہ علاقوں کے لوگ دوسرے ممالک سے آنے والے مسلمانوں سے مل کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہماری اخلاقی مدد اور نصیحت کو سراہا۔ پہلے مسجدوں میں نمازی آدھی سے ایک صف تک ہوتے تھے لیکن زلزلوں کے بعد ہم نے دیکھا کہ کم از کم چار سے پانچ صفیں بھری ہوتی تھیں۔ جبکہ کچھ علاقوں میں تو مسجدیں نمازیوں سے تقریباً پر ہو جاتی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر بزرگ ترکی جذباتی ہو گئے تھے، کیونکہ فطرتاً یہ لوگ بہت نرم دل اور گرم جوش ہیں۔

کچھ لوگوں نے ہمیں پیار سے گلے لگایا اور رونے لگے۔ کچھ بھائیوں نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا بھلا دیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارتوں کو سجدے میں گرا دیا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ کس طرح صبح سے پہلے ہی سختی سے نیند سے بیدار کیے گئے۔

''کیا بستیوں کے لوگ ہمارے عذاب سے بے خوف ہو گئے تھے، جبکہ وہ آیا اور وہ سو رہے تھے۔'' (سورۃ الاعراف ۹۷)

انہیں اندھیرے میں ایک طرف سے دوسری طرف اٹھا اٹھا کر پھینکا گیا، یہاں تک کہ بجلی فیل ہو گئی۔ وہ حقیقتاً بری طرح الٹ دیئے گئے، گھسیٹے گئے اور تباہ ہوئی عمارتوں سے ٹکرائے گئے، جبکہ بھاری گرد و غبار جو کہ بربادی سے پیدا ہوا تھا، نے دیکھنے اور سانس لینے میں مزید مشکلات پیدا کر دیں۔ بہت سے لوگ انڈر ویئر پہنے باہر نکلے، جبکہ کچھ تو ننگے ہی بھاگ

کھڑے ہوئے۔ (اللہ محفوظ رکھے)۔

ایک بھائی نے بتایا کہ وہ اس طرح ہراساں ہو کر بھاگا کہ گھر میں اپنی دو سالہ بچی کو بھول آیا۔ ایک دوسرے بھائی نے بتایا کہ اسے دو گھنٹے بعد اپنی فالج زدہ ماں کا خیال آیا۔ اس سے ہمیں قرآن کریم کی وہ آیات یاد آ گئیں:

یوم یفر المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبتہ و بنیہ

''اس (قیامت کے) دن وہ اپنے بھائی سے اور اپنی ماں، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہو گی جو اس کے لیے کافی ہو گی۔'' (عبس ۳۷-۳۴)

عمارتوں کے ایک ٹھیکیدار نے ہمیں خود بتایا کہ وہ الماس ہوٹل کی بنیادیں تعمیر کرنے میں شریک تھا۔ اس فائیو اسٹار ہوٹل کی بنیاد میں ۳۵۰ ٹن کنکریٹ اور لوہا استعمال ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس بلڈنگ کو تباہ کر سکتا ہے تو پھر وہ کوئی بھی چیز تباہ کر سکتا ہے۔ یہ ہوٹل مکمل طور پر تباہ ہو کر ذرات کے ڈھیر میں بدل گیا اور تقریباً ۳۰۰ مردہ آدمی یہاں سے کھینچ کر نکالے گئے، جن میں سے تقریباً ۸۰ فیصد لوگ زنا کی حالت میں تھے۔ (معاذ اللہ)

اسی طرح بینک میں کام کرنے والا ایک آفیسر اپنے تجارتی سفر سے واپس لوٹا تاکہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کی باقیات (زخمی یا مردہ) کو تلاش کر سکے۔ اس نے اپنی بیوی کی تباہ شدہ لاش کو اس حالت میں پایا کہ وہ اس کے بہترین دوست کے ساتھ زنا کی شرمناک عملی حالت میں تھی۔ ان واقعات میں امت کے لیے عبرتناک سبق ہیں۔ کیونکہ المیہ یہ ہے کہ ہمارے معاشروں میں بہت سے یہی عوامل رائج ہیں۔

اسمت (Ismit):

اس کے بعد ہم اسمت گئے جو کہ ایک صنعتی شہر ہے۔ تقریباً ۳۵ فیصد صنعتیں زلزلے سے تباہ ہو گئی تھیں۔ یہاں ہم نے دو دن گزارے اور محسوس کیا کہ یہاں بھی حالات بہت زیادہ اسی طرح ہیں۔ ہم نے کچھ بڑے کیمپوں کا دورہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ خیموں کی دستیابی میں بہت مشکلات پیش آ رہی ہیں اور قیمتیں بھی بہت زیادہ چڑھ گئی ہیں۔

بہت سے لوگوں کو درختوں کی شاخوں اور پلاسٹک کی شیٹوں کو پناہ گاہ کے لیے استعمال

کرنا پڑا۔ جب ہم نے یہ دیکھا تو ہمیں زبردستی قبضہ کیے گئے گھر یاد آ گئے۔ لوگوں سے پوچھنے
بتایا کہ ان کے کچھ گھر اگرچہ کھڑے ہیں، لیکن وہ اتنے زیادہ خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ اپنے گھروں
کو واپس جانا نہیں چاہتے۔

اگرچہ بہت سے لوگوں کے دو دو، تین تین گھر تھے، لیکن یہاں وہ ان خیموں میں گھٹنے اٹھا
کر بیٹھنے والوں کی طرح رہ رہے تھے۔ بمشکل ۴۵ سیکنڈز نے انہیں اس حالت میں پہنچا دیا۔
ذرا سوچیے! ہم کیسے محفوظ ہیں؟ پھر بھی ہم آخرت کو چھوڑ کر نام نہاد حویلیوں، کوٹھیوں کو سود پر
خرید لیتے ہیں، جبکہ وہ لمحوں میں ذرات بن سکتی ہیں۔ اللہ اکبر۔

ہمیں ایک بڑے کیمپ تک پہنچنے اور دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔ جسے امریکی مبلغین
چلا رہے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے آسانی سے رسائی حاصل ہو جاتی
ہے۔ جبکہ مسلمانوں پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ اس کیمپ میں بہت سی آسائشیں، عمدہ
شامیانے، ٹوائلٹ اور امدادی خیمے تھے۔ پھر بھی جب ہم نے چند جوانوں سے بات چیت کی،
نصیحت کرتے ہوئے اور بھائی چارے کے اخلاقی تعاون کے ساتھ تو انہوں نے ہماری
ملاقات کو کسی بھی طرف سے آنے والے تعاون سے بہترین قرار دیا۔ ان کی دین کے لیے
پیاس اور جوش وخروش قابل ذکر تھا۔

استنبول:

ہم جلد ہی استنبول واپس آ گئے۔ یہاں قیام کے دوران ہم نے زلزلے کے مختصر جھٹکے
محسوس کیے جس کا دورانیہ ۱۰ سیکنڈ سے کم تھا۔ ہم ایک تنگ گلی میں موجود تھے کہ جس کے دونوں
طرف چار منزلہ عمارتیں تھیں۔ گلیاں پیدل چلنے والوں اور گاڑیوں کے رش سے بھری ہوئی
تھیں۔ حقیقت میں گرتی ہوئی عمارتوں کے نقصان سے بچنا ناممکن تھا۔ لوگوں کو خطرے کی جگہ
سے نکالنے کے لیے ہم جلدی سے بلڈنگ سے نکلے۔ خوف وہراس لوگوں کے چہروں سے
واضح تھا۔ دکانیں بند ہو گئیں اور لوگ ٹیلی فون کے ذریعے اپنے خاندانوں کے حالات سے
واقفیت حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس منظر نے ہمیں سورہ حج یاد دلا دی، جس میں اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے، وہیں لوٹا دیئے

جائیں گے اور (کہا جائے گا) جلنے کا عذاب چکھو۔" (سورہ الحج ۲۲:۲۲)

ہمیں پتہ چلا کہ یہ جھٹکا ریکٹر اسکیل پر ۵ء۵ نوٹ کیا گیا ہے اور ۶۰ آدمی ازمت میں ہلاک
ہو گئے ہیں۔ ۱۰ آدمی اس وقت مر گئے جب انہوں نے بلند عمارتوں سے چھلانگ لگا دی۔ یہ لوگ
عمارتوں میں دفن ہونے سے بچنے کے لیے مکمل ناامید ہو چکے تھے۔

گولک (Guluck)

پچھلے شہروں میں ہم نے گولک کے نیوی بیس کے متعلق سنا تھا جو کہ تباہ ہو چکا تھا۔ ہم اس
خبر کو شہر کے مقامی باشندوں کے ذریعے مستحکم کرنا چاہتے تھے، جو کچھ پتہ چلا وہ کسی بڑے
صدمے سے کم نہیں۔ مندرجہ ذیل رپورٹ کئی بار مقامی لوگوں سے ثابت ہوئی، جبکہ اس
رپورٹ یا خبر کو "آزاد میڈیا" کے ذریعے مکمل طور پر چھپا دیا گیا تھا۔

۱۷ اگست ۱۹۹۹ء کی بدقسمت رات کو (مقامی ہوٹل کے مالک کی رپورٹ کے مطابق جو
کہ وہاں رات گئے موجود تھا) ترکی بحریہ کے بیس میں ایک بہت بڑی شرمناک تقریب ہو رہی
تھی۔ اس میں غیر ملکی ملٹری مشیر (اسرائیل، برطانیہ، امریکہ اور فرانس) شامل تھے۔ جونیئر
افسران کو ترقی اور سینئر افسران کو ریٹائرڈ کیا جا رہا تھا۔ ایک جونیئر افسر کو قرآن کریم پڑھنے پر
ڈانٹ پلائی جا رہی تھی، جبکہ ایک سینئر افسر نے قرآن کریم کو فرش پر دے مارا۔ (معاذ اللہ)

اس سے دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مزید برآں، اس تقریب میں اسلام کے
خلاف بکواس کی گئی۔ (یاد رہے کہ ۲۸ فروری کو غیر اسلامی احکامات ایک باضابطہ اعلان کے
ذریعے ترغیب دلائے گئے، جس میں عمامہ، حجاب، لمبا جبہ پہننے اور ۱۴ سال سے کم عمر بچوں پر
اسلامی تعلیم کی پابندی لگا دی گئی۔ ہمیں چند مدرسوں کی عمارتیں دکھائی گئیں جسے فوجی حکومت
نے بند کروا دیا تھا)۔

مزید برآں، اس تقریب میں مندرجہ ذیل جملے افسران کی طرف سے کہے گئے جو کئی
لوگوں نے ہمیں بتائے کہ ایک فوجی افسر نے کہا "ہم (ترکی فوج نیٹو کے روپ میں) اس
پوزیشن میں آ گئے ہیں کہ ترکی سے اسلام کو مکمل طور پر باہر نکال پھینکیں۔"

ایک اور فوجی افسر نے کہا "ہم اس محفوظ اور مضبوط پوزیشن میں آ گئے ہیں ہم (یہاں
ترکی بحریہ میں) بقایا مشرقی یورپ کے لیے اپنے منصوبوں کو چلا سکیں۔ (جیسا کہ نیٹو کے زیر

انتظام مغربی یورپ میں کیا گیا) اور کوئی ہمیں روک نہیں سکتا۔" پھر اس نے متکبرانہ انداز میں کہا۔ "حتیٰ کہ اب ہمیں اللہ بھی نہیں روک سکتا۔"

ہمیں تمام ترکی میں یہ بتایا گیا کہ ترکی بحریہ بیس سے زیادہ کوئی مضبوط اور محفوظ قلعہ نہیں ہے۔ یہ زلزلہ اور بموں سے محفوظ ہے۔ تمام اہم سپلائی، آلات، ہتھیار اور ایمونیشن یہاں ذخیرہ کیے جاتے ہیں۔ اسی رات جو واقعات رونما ہوئے، وہ ہمیں مقامی لوگوں نے اس طرح بیان کیے۔

زمین سے چیختی ہوئی آواز نکلی۔ (چونکہ زمین ان کے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے چلا رہی تھی)۔ اس کے بعد زمین کی گہرائیوں سے ایک خوفناک گرج سنائی دی۔ ایک بھائی نے کہا کہ "آواز اتنی دہشت ناک تھی کہ اس نے ہمارے دلوں کو پکڑ لیا۔ ہم سمجھے کہ قیامت آ گئی اور ہم ختم ہوگئے ہیں۔"

ایک موسیقار نے بھی ہمیں بتایا کہ "اگر آواز ایک منٹ تک برقرار رہتی تو لوگوں نے صرف آواز ہی سے مرجانا تھا۔"

قرآن کریم واضح کرتا ہے:

"اور جب عذاب کا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑنے کے عذاب نے دھر دبوچا، جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔" (سورہ ھود ۹۴)

اور سورہ الحاقہ ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"(جس کے نتیجے میں) ثمود تو بے حد خوفناک (اور اونچی آواز) سے ہلاک کردیئے گئے۔"

اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ زمین گرم ہو رہی ہے اور کچھ جگہوں سے بھاپ نکل رہی تھی۔ مزید برآں، انہوں نے گولک کے ساحل پر موج دیکھی، پھر اتنی کم گہرائی یہاں تک کہ سمندر کی زمین نظر آنے لگی۔ اچانک آگ کا ایک بھاری گولا (لاوا) سمندر سے نکل کر آسمان کی طرف لپکا۔ کچھ لوگوں نے اس وقت آسمان کو سرخی مائل دیکھا۔ آگ کا گولہ بحریہ بیس کے اوپر جا گرا۔ اسی وقت زمین زدہ ہوگئی۔ جس کی سطح پر پانی کی طرح لہریں بہہ رہی تھیں اور عمارتیں شدت سے ۴۵ سیکنڈ تک ہلادی گئیں، حتیٰ کہ وہ ٹوٹتی پھوٹتی اور کپکپاتی ہوئی زمین بوس

ہوگئیں۔ اس کے پیچھے ۳۰ سے ۴۰ میٹر بلند لہر چلی۔ جس نے گولک کے ساحلی علاقوں کو تہس نہس کردیا اور زمین میں تقریباً آدھ کلومیٹر تک چلی گئی۔

مقامی ترکی اخباروں نے سیٹلائٹ تصاویر دکھائی تھیں کہ کس طرح ساحلی علاقے اس لہر سے کھائے گئے۔

حقیقت میں اس لہر نے بحریہ بیس، ایک جوا خانہ اور ہوٹل کو نگل لیا۔ یہ تمام حادثہ نام نہاد "آزاد میڈیا" نے رپورٹ نہیں کیا۔ اس کا ذمے دار کون ہے؟ کیا یہ اس وجہ سے ہے کہ نیٹو (NATO) اور ترکی فوج اپنے متکبرانہ اور فاخرانہ بیانات کے سبب آپس میں اتنے گھل مل گئے تھے کہ انہوں نے مکمل رازداری کا حکم دے دیا؟ یہ ان لوگوں کا نتیجہ ہے کہ جو متکبر ہیں، جیسے عاد کے لوگ تھے، جنہوں نے سخت پہاڑوں کو کھود کر گھر بنائے اور کہا "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟" اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید اور تیز ہوا سے برباد کردیا۔

ترکی بھائیوں نے ہمیں مزید بتایا کہ وہ ایک امریکی غوطہ خور سے ملے ہیں کہ جسے ترکی بحریہ کے نشانات کو تلاش کرنے کے لیے اتارا گیا تھا۔

ناقابل چیلنج قرآن کہتا ہے کہ:

"کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے۔" (سورۃ الحاقہ ۸)

بدترین داؤ پیچ کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آ جائے جہاں سے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے۔ یہ کسی صورت میں اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ (سورۃ النحل ۴۵۔۴۶)

مسخ:

جب غوطہ خور سطح کی طرف پلٹا تو اس نے دیکھا کہ جوا خانہ کی باقیات ۶۲ میٹر گہرائی پر پڑی ہیں، جو کچھ اس نے دیکھا اس نے اسے صدمہ ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی [illegible] ہوئی حالت میں ہے۔ اس کے بازو ایک درخت کے تنے سے لپٹے ہوئے ہیں جبکہ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے۔ دہشت سے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور اس کا چہرہ خنزیر کے چہرہ میں بدل گیا ہے۔

ایک دوسرے آدمی نے ہاتھ میں تاش پکڑے ہوئے ہیں اور دہشت سے اس کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن اس کا چہرہ بندر کے چہرے میں بدل گیا تھا۔ غوطہ غور نے کہا کہ وہ دوبارہ اندر نہیں جائے گا۔

یہ واقعات تصورات میں لیے گئے کسی افسانے کی طرح محسوس ہو سکتے ہیں، لیکن ذرا سوچئے، اللہ نے بندروں اور خنزیروں میں بدل دیا، وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا۔ (سورہ مائدہ ۶۰)

زلزلوں کے عذاب پر دور جدید کے واقعات:

زلزلے سے مختلف علاقے وقتاً فوقتاً تباہ ہوتے رہے ہیں کراکٹو میں زلزلے کے حادثے سے چھتیس ہزار انسان ہلاک ہوئے اور اس آتش فشاں کے پھٹنے کی آواز (ہولناک کڑک) تین ہزار میل دور رہنے والوں نے بھی سنی۔

۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کی صبح کو جب سینا کے ڈیڑھ لاکھ نفوس محو خواب تھے، ایک ہلکا سا شور ہوا، چند لمحوں میں اس کی جگہ ایک رعد نے لے لی اور پھر شہر کو مخفی قوتوں نے اس طرح جھنجھوڑا جس طرح بلی چوہے کو جھنجھوڑتی ہے۔ شہر کی عمارتیں اپنی جگہ سے اٹھ کر دور دور جا پڑیں، سڑکوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔

جو لوگ اس پہلے حملے سے بچ رہے وہ بے چارے سمندر کی طرف یہ سمجھ کر بھاگے کہ وہاں امن رہے گا۔ مگر چند لمحے بعد کیا دیکھا کہ سمندر کا پانی کناروں سے ہٹ گیا ہے اور پھر ایک دم چالیس فٹ اونچی پانی کی ایک لہر آئی اور کنارے کے بچے کھچے لوگوں کو سمیٹتی ہوئی شہر میں ایک میل تک گھس گئی۔

جہاز اور کشتیاں اس ملبے میں تباہ ہو گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ آسمان سے عجیب و غریب شعلے لپکے تو عمارتوں میں آگ لگ گئی اور پھر متواتر سات روز تک سخت ترین طوفان باد و باراں کا زور بندھا رہا۔ جب مطلع صاف ہوا تو ایک لاکھ انسان ختم ہو چکے تھے۔ پچھتر ہزار مربع میل کے علاقے میں کوئی چیز بھی نہ بچ سکی۔ ابھی بالائی آسام میں ایک خطرناک زلزلہ آیا تھا جس سے ہزاروں انسان مارے گئے اور لاکھوں مویشی ہلاک ہوئے۔ غرض قوم ثمود پر جو زلزلہ آیا تھا وہ عجوبہ نہ تھا۔

بھارت میں قیامت خیز زلزلے میں سوا لاکھ افراد ہلاک:

بھارت میں ۵۰ سال کے دوران گزشتہ جمعے خوفناک اور قیامت خیز زلزلے نے تباہی مچا دی۔ جس سے کم از کم سوا لاکھ افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی ہو گئے۔ جبکہ ہزاروں افراد ابھی تک ملبے تلے دبے ہوئے ہیں۔

تفصیلات کے مطابق بھارت میں پچھلے پچاس سالوں کی تاریخ کا سب سے خوفناک زلزلہ آیا جس نے بھارت کے دوسرے بڑے صنعتی شہر احمد آباد سمیت دیگر کئی بڑے بڑے شہروں کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا اور خوبصورت فلک بوس عمارتیں پلک جھپکتے میں مٹی کے کھلونوں میں تبدیل ہو گئیں۔

امریکہ میں خوفناک زلزلے کا عذاب:

ریاست کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلس میں تاریخ کا عبرتناک زلزلہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو رات ۴ بجے آیا۔ یہ ۱۷ جنوری وہی رات ہے جب سپر پاور نے بغداد کے مقدس مقامات پر بمباری کی تھی۔ زلزلے کی تفصیلات بھی بہت عجیب ہیں۔

وقت سے پہلے زلزلے کی اطلاع دینے والے آلات خاموش رہے، کیونکہ زلزلے کا EPI-CENTER سطح زمین سے ۹ کلومیٹر نیچے تھا۔ انجینئرنگ کے نقطہ نظر سے اس زلزلے کی FAULT PROBABILITY ONE IN TEN THOUSAND تھی۔ انجینئر مطمئن تھے کہ یہ زلزلہ کبھی نہیں آئے گا اور جب آیا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور سپر پاور کی ساری ٹیکنالوجی دھری کی دھری رہ گئی۔ اللہ اکبر۔

زلزلے کا AMPLITUDE سات سے زیادہ تھا۔ ۴۵ سیکنڈ کا وقت یوں لگتا تھا کہ کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ سوئے ہوئے لوگ اپنے بستروں سے گیند کی طرح اچھل کر نیچے آ گرے۔

عجیب بات یہ ہے کہ پرائیویٹ پراپرٹی کا نقصان کم ہوا اور سرکاری املاک کا زیادہ نقصان ہوا اور خاص طور پر وہ عمارتیں جنہیں امریکی قانون کے تحت LIFE LONG ڈیزائن کے طور پر تیار کیا گیا تھا تاکہ برے سے برے حالات میں محفوظ رہیں۔ جیسے ہسپتال،

پولیس اسٹیشن، فائر بریگیڈ، ریلوے اسٹیشن، ہائی وے کے پل وغیرہ انہی عمارتوں کو زیادہ نقصان پہنچا۔

فقیر نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ دو دو گز چوڑے ستون تنکوں کی طرح ٹوٹے پڑے تھے۔ ہائی وے کے پل سو فٹ کی بلندی سے یوں نیچے جا گرے جیسے بچہ CANDY کو دور پھینک دیتا ہے۔ سرکاری نقصان کا اندازہ تیس بلین ڈالر ہوا۔ یہ اتنی ہی رقم ہے جو کویت کی جنگ میں امریکہ نے اس سے کمائی۔ ایک ہی جھٹکے میں حساب برابر ہوگیا۔ اللہ اکبر۔

ریاست کیلیفورنیا میں اب بھی ۸ سے ۱۰ LAEFAL موجود ہیں۔ ان میں سے ایک BIG ONE کے نام سے مشہور ہے۔ یہ زلزلہ کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ اس کا سینٹر سطح سے چند میٹر نیچے ہے۔ لہٰذا بے حد و بے حساب نقصان کا اندازہ ہے۔ ماہرین کا تخمینہ بتاتا ہے کہ اگر BIG ONE زلزلہ آگیا تو ہالی وڈ کے اداکاروں اور ہم جنس پرستوں کی آبادی کا یہ ٹکڑا زمین سے کٹ کر سمندر میں ڈوب جائے گا۔ قرآن شاہد ہے کہ پچھلی نافرمان قوموں پر بھی اسی طرح کے اچانک عذاب آئے ہیں:

عاد و ثمود و اصحاب الرس وقرونا بین ذلک کثیرا و کلا
ضربنا له الامثال و کلا تبرنا تتبیرا

فقیر نے لاس اینجلس شہر کے چوراہوں پر کئی کئی میٹر لمبے METALLIC BOARD دیکھے، جن پر (OH GOD) "اے خدا" لکھا ہوا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ امریکی انتظامیہ نے یہ بینر لگائے ہیں تاکہ لوگ دعا کریں کہ BIG ONE نہ آئے۔ اللہ اللہ۔

محترم قارئین، یہ ایک اللہ والے کی آنکھوں دیکھے واقعات تھے، جن میں ہمارے لیے کافی عبرت کے خزانے اور روحِ اہل اللہ کے محرکات چھپے ہوئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ کسی بڑی سے بڑی سلطنت اور قوت کو برباد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے لاتعداد لشکروں میں سے کوئی ایک بھی بہت کافی ہے۔ بظاہر مکھی اور مچھر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن ان کو بھی اگر حق تعالیٰ اپنے لشکر کی حیثیت سے کسی جگہ بھیج دیں تو یہی کم حیثیت بھی مکھی اور مچھر اس جگہ کو برباد اور تہس نہس کرنے کے لیے کافی ہیں۔ لایعلم جنود ربک الا ہو۔

ضلع مانسہرہ میں قیامت خیز تباہی سے متعلق سچا واقعہ:

زندگی... اے زندگی... یہ زندگی کیا ہے؟ روح کی تازگی، احساس کی دلکشی، دھیمی دھیمی مہکتی خوشبو یا پھر دھیرے دھیرے لرزتی شمع کی لو، یا پھر سلگتی چاہتوں کی نرم نرم روشنی یا پھر پیہم رواں جھرنوں کی جھنکار۔ کیا ہے زندگی؟ پل پل رنگ بدلتی، ہاتھوں سے ساحل کی ریت کی مانند پھسلتی، کتنی قیمتی اور کبھی کتنی ارزاں......

اس زندگی کے کئی روپ ہیں، لیکن ہر رنگ ہر روپ میں ہر کسی کو محبوب ہے۔ مگر اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا ادراک کسی کسی کو ہی ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ ہوتا ہے۔ بس ایک پل جو زندگی کے حسن و دلکشی اور اس کی قیمت کا صحیح ادراک منکشف کردیتا ہے۔ مجھ پر بھی یہ لمحہ وارد ہوا، مگر کچھ اس طور پر کہ روح جھلس گئی۔ اندر تک اس مہیب سناٹے نے گویا قدم جما دیئے اور ذہن و قلب پر بس ایک ہی خیال رہ گیا، کیا یہی زندگی ہے؟ بس یہی حقیقت ہے۔ اس محبوب زندگی کی...... جس کے لیے میں اور ساری دنیا اپنی ساری تگ و دو لگا دیتے ہیں، جس کا ہر رنگ کائنات سے حاصل کرنے کے لیے دیوانے ہوئے جاتے ہیں اور کس طرح یہ چھن جاتی ہے۔

چند لمحوں میں سارا کھیل ختم ہوجاتا ہے۔ سارے رنگ اڑ جاتے ہیں اور نظروں کے سامنے محض دھواں سا رہ جاتا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے سے بھی سارے منظر یونہی دھواں بن گئے تھے۔ ابھی کچھ منٹ پہلے ہی تو زندگی کے سارے رنگ، ساری دلکشی اپنے بھرپور حسن و رنگینی کے ساتھ رواں دواں تھی اور اب کچھ نہ تھا۔

لیکن دکھ کی اس شدید لہر میں، میں تنہا نہیں۔ میرے اردگرد ہونے والا شور گواہ ہے کہ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل لرزہ براندام ہے۔ اونچی آوازوں میں ہونے والے بین روح تک کو جھنجھوڑے دے رہے ہیں۔

ڈاڈر کا یہ عبرت انگیز مقام کسی ایسے قبرستان کی شکل اختیار کرچکا تھا جہاں دور دور تک جنازے ہی جنازے تھے اور دکھ و اذیت میں لپٹی آہیں تھیں۔ کرب انگیز بین تھے اور میں اپنی آنکھوں سے اس منظر کو جھٹلانے اور زندگی کے اس رنگ کو تراشنے کی سعی کررہا تھا جو کل تک میرے سامنے میری زندگی کا حصہ تھا۔

ہماری یہ حسین وادی جو بلند و بالا پہاڑوں میں گھری سبز قالینوں سے ڈھکی تھی جو قدرت نے ہریالی کی صورت میں اس خطے کو عطا کر رکھی تھی۔ جہاں چشموں کی سبک روی اور جھرنوں کا تبسم ہر لمحے زندگی کو فرحت بخشتا رہتا تھا۔ آج خون میں نہا چکی تھی اور یہ سب اس قدرتی آفت کا نتیجہ تھا جو چند منٹ میں پوری آبادی کو بہالے گئی تھی۔ صوبہ سرحد کے نواح میں قدرت کے شاہکار اور قدے ترقی یافتہ گاؤں جس میں اب کچے گھروں کی جگہ پکی اینٹوں کے خوبصورت مکان زیر تعمیر تھے۔ بیشتر گھروں میں ضروریات زندگی کی وہ تمام آسائشیں میسر آچکی تھیں جو آج شہروں میں عام ہیں۔ الیکٹرانک اشیاء سے لے کر عیش و عشرت کے وہ تمام آلات ان لوگوں کو حاصل تھے جو شہروں میں روزگار حاصل کر چکے تھے اور اپنے اپنے گھر والوں کو تمام آسائشیں بہم پہنچا رہے تھے۔

انہی لوگوں میں، میں خود بھی شامل تھا۔ پشاور کے معروف علاقے میں اپنی بڑی سی دکان میں روز و شب آمدن کا حساب لگاتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال جاگزین رہتا کہ ہر وہ چیز اپنے بیوی بچوں کو پہنچادوں جو مجھے شہر میں لوگوں کے پاس نظر آ جاتی۔ ابھی چند روز قبل ہی تو میں آیا تھا یہاں اور ڈش انٹینا اپنے گھر نصب کروا کر اپنے گھر والوں کے دمکتے چہروں کو دیکھتے ہوئے آسودہ حال واپس گیا تھا۔ مگر اب نہ گھر نہ گھر والے، نہ وہ آسائشیں، نہ قربتیں۔ ایک طویل فاصلہ تھا میرے اور میرے گھر والوں کے درمیان، بیچ میں ڈوبتی ابھرتی لاشیں ہی لاشیں تھیں۔

کہیں گھروں کے ٹوٹے ہوئے شہتیر تیر رہے تھے تو کہیں وہ چیزیں جو کبھی گھروں کی خوبصورتی کا حصہ تھیں۔ کہیں ٹوٹے ہوئے درخت تھے تو کہیں بہتے ہوئے برتن۔ ایک جگہ آدھا مسمار ویران کھنڈر نما گھر اپنے حال پہ نوحہ کناں تھا، جس کی چھت پر ڈش انٹینا ٹوٹا ہوا اس شان سے جھول رہا تھا جیسے کوئی بدمست ہاتھی تباہی پھیلانے کے بعد دیوانہ وار جھوم رہا ہو۔

یہ عبرت انگیز واقعہ ابھی سب کے ذہنوں میں تازہ ہوگا۔ گزشتہ مہینوں میں ہونے والی تباہ کن بارشوں نے پوری ایک صدی کا ریکارڈ توڑ ڈالا تھا اور پاکستان کے اس حسین خطے کو اپنی بے پناہ تباہ کاری کی لپیٹ میں لے لیا تھا، جہاں میں کبھی مقیم تھا۔ اب میرا پورا گھر برباد ہو چکا اور میں بہت سارے لوگوں کی طرح تنہا رہ گیا ہوں۔ کبھی کبھی ذہن یہ سب قبول نہیں کرتا۔ اگر

آنکھوں سے یہ سب دیکھا نہ ہوتا تو شاید میں یقین کرتا بھی نہیں۔ اس سے قبل یہ حالات پڑھے بھی تھے اور سنے بھی۔

کئی دفعہ اپنے گاؤں کے حافظ جی کی زبانی پچھلی قوموں کے حالات سنے تھے کہ وہ کس طرح قہر الٰہی کا شکار ہوئیں۔ کوئی قوم طوفان کی زد میں آئی تو کوئی آندھی کی۔ کسی کو پتھروں کی بارش نے آن گھیرا تو کسی کو غرق سمندر کر دیا گیا اور کوئی رات کو سوتے میں قہر الٰہی کا یوں شکار ہوا کہ گویا کبھی وہاں آبادی نہ تھی، زندگی نہ تھی۔ اب محض کھنڈرات تھے اور مسخ شدہ قوم۔

مگر یہ سب مجھے افسانہ محسوس ہوتا تھا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں برملا انکار کرتا تھا نہ اس کا اظہار۔ مگر دل یقین راسخ سے یکسر محروم رہتا۔ یونہی زندگی گزرتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایمانی کیفیت متزلزل ہوتے ہوئے معدوم سی ہونے لگی اور موت، اور قہر...... محض تصور یا خواب محسوس ہوتا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ دست قہر مجھے یوں آدبوچے گا۔ آج میں تنہا ہوں۔ اپنے آنسوؤں میں غرق اور لب پہ استغفار اور دل میں اضطراب لیے۔

مگر میرے اردگرد رہنے والے انسان اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ کر بھی اندھے ہیں آسمانی بجلی ایک پہاڑ پر گرنے سے یکا یک پہاڑ پھٹ گیا اور پہاڑ پھٹنے سے یکا یک کھولتا ہوا پانی اور چھوٹے بڑے پتھر ابل ابل کر باہر آنے لگے اور پانی بجائے نشیب کے اوپر پہاڑی پر چڑھ گیا۔

بصارت سے محروم کوئی شخص یقین کرے گا کہ ہماری وادی پہاڑی کی اتنی بلندی پر واقع تھی جہاں نیچے بہتے چشموں کا پانی اچھل کر کسی بھی صورت نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مگر جب تیز و تند بارشوں نے رات کے آخری پہر تباہی پھیلائی تو چشموں کے پانی میں بڑھتی ہوئی طغیانی اتنی شدت اختیار کر گئی کہ ایک تیز ریلا تھا جس نے ۲۰ منٹ کے اندر اندر پوری آبادی کو تہس نہس کر ڈالا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہر گھر میں تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور پھر سوتے ہی رہ گئے۔ موت کی نیند ان پر غالب آ گئی۔ حافظ جی نے مجھے بعد میں یہ سب کچھ بتایا، کیونکہ وہ بچ جانے والوں میں شامل تھے اور یہ وہ خوش نصیب لوگ تھے جو آبادی سے کافی دور نماز ادا کرنے کی غرض سے فجر سے قبل ہی گھروں سے روانہ ہو جاتے تھے۔

موضوع نمبر۳۲

مکافات عمل کے عبرتناک واقعات

مکافات عمل:

برہان پور میں بہادرت کے عہد کے آخر میں داؤد خاں پنی وہاں کا صوبے دار تھا۔ ایک درگاہ کے شیخ نے جو برہان پور کے اکابر میں سے تھا، ایک ہندو عورت کو اس کی خواہش پر مسلمان بنایا اور اس سے عقد کرنا چاہا یا کر چکا تھا۔ عورت کے عزیزوں نے داؤد خاں کے پاس استغاثہ کر دیا بقول خافی خاں اس نے درگاہ کے شیخ کو اس عورت کے سامنے کچہری (عدالت) میں بلوایا اور دونوں کو مادر زاد عریاں کر دیا اور دونوں کے ستر پر لنگوٹی بندھوا کر سر منڈوا دیے، پھر شہر میں ان کی تشہیر کروائی۔ چند ہی دن کے بعد ۱۱۲۷ھ میں لوگوں نے دیکھا کہ اس محلے اور بازار میں داؤد خاں پنی کی لاش کی بھی نہایت ذلت سے تشہیر ہو رہی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ منتقم حقیقی نے دراصل خان سے اس واقعے کا بدلہ لیا ہے۔ (پنی پٹھان ۵۸۲)

ہشام بن سالم نے بیان کیا کہ ایک سانپ نے سنگخوار کے انڈے کھا لیے۔ سنگخوار اس سانپ کے سر پر منڈلاتا رہا اور اس کے قریب ہوتا رہا۔ جیسے ہی سانپ نے منہ کھولا سنگخوار نے ایک کانٹے دار پودا جو منہ میں لے رکھا تھا سانپ کے منہ میں ڈال دیا اور سانپ کے حلق میں کانٹا پھنس گیا اور سانپ مر گیا۔ (حیات الحیوان دمیری ۶۹۰/۲)

ناجائز مال کا دنیا میں بدلہ:

نواب احمد خان بارزونی (پنی) کے متعلق ایک واقعہ درج کیا ہے کہ کسی وقت نواب موصوف نے اپنی قوم کا ایک لشکر تیار کر کے بہاولپور کے علاقے میں اوچ کے مقام پر گنج بخش قادری کے مال سے لدے ہوئے اونٹ لوٹ لیے، جن کی واپسی کے لیے قادری نے نواب کے پاس اپنا وکیل بھیجا تو نواب نے سب اونٹ واپس کرائے، لیکن ایک اپنے پاس رکھ لیا۔

اس پر قادری صاحب نے بددعا کی کہ اس اونٹ پر نواب کا جنازہ لادا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ جب نواب شہزادے سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا تو اس اونٹ پر جنازہ لادا گیا۔ (پنی پٹھان ۳۹۵)

روہیلہ اور شاہ عالم کا انجام:

ہندوستان میں بھی ظلم در ظلم کا ایسا ہی تاریخی واقعہ پیش آ چکا ہے۔ ہوا یوں کہ شاہ عالم ثانی نے اپنے محسن نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان کے غوث گڑھ پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا اور ضابطہ خان کے بیوی بچوں کو پکڑ کر قیدی بنا لیا۔ ضابطہ خان کے بیٹے غلام قادر روہیلہ کو زنانہ کپڑے پہنا کر اپنے سامنے نچوایا کرتا تھا، اس کی قوت مردمی بھی اس نے ختم کرا دی تھی۔ شاہ عالم بھول گیا کہ یہ اس شخص کا پوتا ہے جس نے مصیبت کے وقت اس کی مدد کی تھی۔

حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ غلام قادر نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور اپنی اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا بدلہ اس طرح لیا کہ سب شہزادوں اور شہزادیوں کو سر عام نچوایا اور شاہ عالم کو زبردستی یہ منظر دکھلایا، تاکہ اسے اپنی پچھلی حرکتیں یاد آئیں۔

کیا منظر ہوگا جب تیموری خاندان کی بیٹیاں، بوڑھے بادشاہ کے سامنے ناچ رہی ہوں گی!!!

کیا یہ واقعہ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور جو کچھ بویا جاتا ہے وہی کاٹنا بھی پڑتا ہے۔

کل شاہ عالم، غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچایا کرتا تھا، آج اس کے خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں اس کے سامنے ناچ رہی تھیں۔

غلام قادر نے صرف اس پر بس نہیں بلکہ وہ بوڑھے بادشاہ کو زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال ڈالیں۔

بوڑھا بادشاہ کہتا ہی رہا۔ ''ارے اللہ کے بندے، رحم کرو، یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ سال تک کلام اللہ پڑھتی رہی ہیں۔'' مگر اس پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔

وقت اپنے آپ کو دہراتا ہے اور دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ آج کے ظالم کل کے مظلوم اور آج کے قاتل کل کے مقتول بنتے ہیں۔ مگر انسان طاقت کے نشے میں اپنے کل کو فراموش کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت غلام قادر بوڑھے بادشاہ کی آنکھیں نکال چکا تو اسے معلوم ہوا کہ مرہٹوں کی فوج شاہ عالم کی مدد کے لیے دہلی کے قریب آ گئی ہے۔ غلام قادر کے تمام ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے کہ جب ظالم پر برا وقت آتا ہے تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ کسی نے

خوب کہا ہے:

مشکل سے ساتھ دے کوئی حال تباہ میں
سایہ بھی چھوڑ جاتا ہے روز سیاہ میں

غلام قادر اکیلا ہی گھوڑے پر بھاگ نکلا۔ لیکن بالآخر پکڑا گیا اور مرہٹوں کے سردار سندھیا نے اس پر وہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا۔ سندھیا نے حکم دیا کہ غلام قادر کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر جانوروں کے باڑے میں قید کر دیا جائے اور کھانے میں کھانے کے برابر نمک ملا دیا جائے۔ جب اس سے بھی اس کے انتقام کی آگ نہ بجھی تو ایک دن اس نے نامور سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حجاموں اور لوہاروں کو حکم دیا کہ قینچیوں، استروں اور سنڈاسوں کی مدد سے غلام قادر کے جسم سے گوشت کاٹو اور چھیلو اور گرم گرم داغ بھی لگاتے جاؤ۔

بعض مورخین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ سندھیا نے پہلے غلام قادر روہیلہ کو ایک گدھے پر الٹا سوار کر کے مختلف دکانوں سے بھیک منگوائی، پھر اس کی زبان کٹوائی، اس کے بعد اس کی آنکھیں نکلوائیں، پھر ناک، کان، ہاتھ اور پیر کاٹ کر اسے محض لوتھڑا بنا دیا اور اس کے کان، ناک، آنکھیں اور نیچے کا ہونٹ کاٹ کر شاہ عالم کے پاس بطور تحفہ بھیج دیے۔

شاہ عالم نے اپنے محسن سے بے وفائی کی تھی، اور اس کے بیٹے اور پوتے پر ظلم کیا تھا، اسے اس کے ظلم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا، دوسری طرف غلام قادر روہیلہ نے شاہ عالم اور اس کے خاندان پر مظالم ڈھائے تھے، اسے بھی اس کے مظالم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا۔

شاہ عالم نے غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچوایا تھا، مگر اسے اپنی آنکھوں سے شہزادوں اور شہزادیوں کا ناچ دیکھنا پڑا۔

غلام قادر نے بڑی بے دردی سے بادشاہ کی آنکھیں نکالی تھیں، سندھیا نے اس سے زیادہ بے دردی اور سنگدلی سے اس کی آنکھیں بھی نکلوا دیں اور ناک، کان، ہونٹ اور جسم کا گوشت بھی کٹوا دیا۔

میرے بزرگوں اور دوستو! یہ تاریخی حقائق و واقعات ہیں، یہ جھوٹی کہانیاں اور بے بنیاد گپیں نہیں ہیں۔ جب کسی نے کسی پر ظلم کیا اور پھر اس نے سچے دل سے توبہ نہ کی اور مظلوم سے معافی نہ مانگی تو وہ خود بھی ظلم کا شکار ہو کر رہ گیا۔

موضوع نمبر ۳۳

شراب پینے پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

بغیر ایمان کے روح نکل گئی:

شیخ عبدالعزیز دیربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد کو جا رہا تھا، کتنی عورتیں راہ میں روتی کھڑی تھیں۔ میں نے پوچھا ”تم کیوں روتی ہو؟“

بولیں ”ایک شخص جان کنی میں ہے، کلمہ شہادت بہت تلقین کیا، وہ زبان نہیں کھولتا۔ تم اگر تلقین کرو تو شاید کلمہ پڑھ لے اور تم کو ثواب ملے۔“

میں نے وہاں جا کر کتنی بار تلقین کیا، بعدہٗ اس نے آنکھ کھول کر لا الہ الا اللہ سنتے ہی مجھ سے کہا ”میں اسلام سے بیزار ہوں۔“ اور ایک چیخ ماری۔ پس اس چیخ میں اس کی روح نکل گئی۔

میں نے عورتوں کو اس کے احوال کی خبر کر دی اور ان لوگوں سے کہا کہ ”اس کے جنازے کی نماز مت پڑھو۔ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرو، کیونکہ یہ کافر ہو کر مرا ہے۔“ پھر میں نے اس کے رشتے داروں سے پوچھا۔ ”یہ شخص کیا عمل کرتا تھا؟“

سب نے کہا۔ ”اس کے تمام اعمال نیک تھے، لیکن شراب پیتا تھا۔“

میں نے کہا۔ ”اسی سبب سے اس کا ایمان گیا۔ تم لوگ ابھی توبہ کر لو، کیونکہ احوال و عذاب شراب خور کا سنا ہے۔ شرابی اگر تائب ہوئے بغیر دنیا سے چلا جائے تو اس کے لیے برزخ اور آخرت کی زندگی میں دردناک عذاب ہے۔“

شرابی کو قبر میں عذاب:

ایک توبہ کرنے والے سے دریافت کیا گیا کہ ”تم نے توبہ کیسے کی؟ کیا سبب تھا؟“

اس نے کہا۔ ”میں گورکن تھا۔ قبر کھودنے والا۔ میں نے بعض آدمیوں کو دیکھا کہ قبر میں ان کا چہرہ قبلے سے ہٹا ہوا تھا۔ پھر میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ

شراب پیتے تھے اور بغیر توبہ کے مر گئے۔"

ایک اور مرد صالح کا قصہ لکھا ہے کہ اس کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ سر اس کا سفید ہو چکا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "بیٹے، تو تو بچہ تھا، تیرا سر کیسے سفید ہو گیا؟"

کہنے لگا۔ "میرے پہلو میں ایک شرابی کو دفن کیا گیا ہے تو اس کے عذاب کے اثرات سے میرا سر بھی سفید ہو گیا۔"

اللہ اکبر، اس لیے چاہیے کہ بندہ موت سے قبل توبہ کر لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قبل از توبہ موت آ جائے اور خاتمہ خراب ہو جائے۔

شرابی نے کلمے سے انکار کر دیا:

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور بزرگ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک شاگرد کی موت کے وقت حاضر ہوا۔ میں نے اسے کلمے کی تلقین کی تو اس نے پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا۔ "میں کلمہ نہیں پڑھوں گا، اس سے میں بیزار ہوں۔" چنانچہ اسی حال میں مر گیا۔

حضرت فضیل روتے ہوئے واپس آئے۔ کچھ مدت بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ جہنم کی آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ "فقیر تجھ سے وہ معرفت کیسے چھن گئی؟"

اس نے کہا۔ "استاد جی، مجھے ایک بیماری لاحق ہو گئی تھی تو بعض اطباء کے مشورے پر میں ہر سال ایک پیالہ شراب کا پیتا تھا۔ کیونکہ حکیموں نے کہا کہ اگر نہیں پیئے گا تو یہ بیماری تجھے نہیں چھوڑے گی۔" یہ حال اس شخص کا ہے جو صرف دوا سمجھ کر پیتا تھا، جو ویسے پیئے گا اس کا کیا حال ہو گا۔

شراب پینے پر ہاروت و ماروت کا عبرتناک انجام:

تفسیر عزیزی وغیرہ نے بحوالہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم و دیگر تفاسیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن مجاہد رضی اللہ عنہم اجمعین سے بیان کیا

کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں انسان بہت بدعمل ہو گئے۔ فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ "مولیٰ انسان بہت بدکار ہے۔"

خیال رہے کہ فرشتوں نے پیدائش آدم علیہ السلام سے پہلے اپنا استحقاق خلافت بیان کیا۔ **ونحن نسبح بحمدک الخ۔**

اس موقع پر انسان کی نااہلیت کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی یہ خلافت کے لائق نہیں۔ انہیں معزول کر دیا جائے یا کم از کم خلیفہ یہ رہیں اور وزیر ہم تاکہ ہم ان کے بگڑے کام سنبھال لیں۔ کچھ بھی سہی۔

رب تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ "اس کو غصہ اور شہوت دیا گیا ہے جس سے گناہ زیادہ کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں تم کو ملیں تو تم بھی گناہ کرنے لگو۔"

فرشتے بولے کہ "مولیٰ کریم ہم تو گناہ کے پاس بھی نہ جائیں گے، خواہ کتنا ہی غصہ اور شہوت ہو۔"

حکم ہوا کہ "اچھا تم اپنی جماعت میں سے اعلیٰ درجے کے پرہیزگار فرشتے چھانٹ لو، ان کو غصہ اور شہوت دے دیتے ہیں پھر امتحان ہو جائے گا۔"

چنانچہ ہاروت و ماروت جو بڑے ہی عبادت گزار فرشتے تھے انتخاب میں آ گئے۔ حق تعالیٰ نے ان کو یہ چیزیں یعنی غصہ اور شہوت دے کر شہر بابل میں اتار دیا اور فرمایا کہ "تم قاضی بن کر لوگوں کا فیصلہ کیا کرو اور روزانہ اسم اعظم کے ذریعے شام کو آسمان پر آ جایا کرو۔"

یہ دونوں ایک مہینے تک ایسے ہی آتے جاتے رہے۔ اتنے عرصے میں ان کے عدل و انصاف کا عام چرچا ہو گیا اور بہت مقدمے ان کے پاس آنے لگے۔ ایک روز ایک نہایت حسین و جمیل عورت نے جس کا نام زہرہ تھا، یہ ملک فارس کی رہنے والی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کا نام بیدخت تھا زہرا لقب تھا۔ اپنے خاوند کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔

یہ دونوں اسے دیکھتے ہی عاشق زار ہو گئے اور اس سے برے کام کی خواہش کی۔ اس نے کہا "میرا دین کچھ اور تمہارا دین کچھ اور اختلاف ہوتے ہوئے یہ نہیں ہو سکتا۔ نیز میرا شوہر بہت غیرت مند ہے، اگر اسے خبر لگ گئی تو مجھے قتل کر دے گا۔

موضوع نمبر ۳۴

لالچی افراد پر اللہ کے عذابات کے عبرت ناک واقعات

قبر نے لالچی امام کو زندہ دفن کروادیا:

کافی مدت گزری، حیدرآباد، سندھ کی ایک مسجد میں ایک مسافر رات گزارنے کے لیے گیا۔ امام مسجد کو مسافر نے اپنی نقدی دی اور کہا کہ صبح اٹھ کر واپس لے لوں گا۔ رات کو امام مسجد کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے مسافر کو مار ڈالا تاکہ نقدی پر قبضہ کر سکے۔ فجر کی نماز میں نمازیوں کو بتایا کہ ایک مسافر آیا تھا اور مر گیا۔

چنانچہ مردے کو نہلانے کے لیے جب اٹھایا تو نعش زمین سے نہ اٹھتی تھی۔ جب امام مسجد نے ہاتھ لگایا تو نعش آسانی سے اٹھالی گئی۔ نہلا کر کفن دے دیا گیا۔ جب چارپائی پر ڈال کر اٹھانے لگے تو چارپائی اٹھانا مشکل ہوگیا۔ جب امام مسجد نے چارپائی کو ہاتھ لگایا تو آسانی سے میت کو اٹھالیا گیا۔

لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ امام صاحب کی یہ کرامت ہے۔ جب مردے کو قبر کے اندر لے جانے لگے تو پھر مشکل پیش آئی۔ مگر جب امام صاحب نے ہاتھ لگایا تو بہت ہی آسانی سے اٹھالیا گیا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ امام صاحب قبر میں اتر کر نعش کو لے کر اندر رکھ دیں۔ جب امام صاحب قبر میں اترے تو امام صاحب کو قبر نے پکڑلیا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس نے چلانا شروع کردیا اور آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہوتا گیا اور مسافر کو مارنے کا سارا ماجرا بیان کرتا رہا۔ معافیاں مانگتا رہا، مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہ وہیں دفن ہوگیا۔ مسافر کو دوسری قبر کھود کر دفن کردیا گیا۔

طلب دنیا کا انجام:

ایک مرتبہ تین دوست ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔ راہ چلتے چلتے انہیں ایک جگہ خزانہ نظر آیا۔ تینوں نے جلدی سے اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

ان دوستوں نے آپس میں کہا، ہم سب بھوکے ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص بازار چلا جائے۔

راستے میں اس نے سوچا، کھانے میں اگر زہر ملادوں تو یہ دونوں ساتھی ہلاک ہوجائیں گے اور سارا خزانہ میری ملکیت بن جائے گا۔ آخر اس نے ایسا ہی کیا۔ کھانے کے ساتھ زہر بھی خرید لیا اور اس میں ملادیا اور اس کی عدم موجودگی میں باقی دونوں ساتھیوں نے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ جب وہ کھانا لے کر آئے تو اسے قتل کردیا جائے اور سارے کا سارا خزانہ ہم دونوں آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس رائے پر اتفاق ہوگیا۔

وہ کھانا لے کر آیا، یہ دونوں دوست اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کردیا۔ پھر اطمینان سے دونوں نے زہر ملا ہوا کھانا کھایا اور کھاتے ہی زہر کے اثر سے ہلاک ہوگئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گذر ہوا تو انہوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا تم نے دیکھا، یہ تینوں کس طرح دنیا کی طلب میں ہلاک ہوگئے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا کے پیچھے پڑے ہیں۔

لالچی شخص کا جسم زہریلا ہوگیا:

ایک عارف کی بیان کردہ یہ حکایت ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا دایاں ہاتھ کندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو پکار رہا تھا۔ ''لوگوں ظلم نہ کرنا، مجھے دیکھو، میں تمہارے لیے عبرت ہوں۔''

میں اس کے قریب گیا۔ اس سے پوچھا ''کیا واقعہ ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں نے ایک دن ایک شکاری کے پاس مچھلی دیکھی تو میں نے کہا، مجھے دے دو۔''

اس نے کہا نہیں، میں بیچوں گا، غریب آدمی ہوں، تجھے کیوں دے دوں؟''

میں نے اس کو مار کر زبردستی مچھلی چھین لی۔ ابھی میں لے کر جارہا تھا کہ راستے میں ہی مجھے اس کا کانٹا انگوٹھے میں لگ گیا۔ گھر آکر میں نے مچھلی پھینک دی اور اس کا مجھے اتنا درد اٹھا کہ رات بھر میں سو نہیں سکا۔ شدت کی وجہ سے ہاتھ سوج گیا۔ صبح کو میں حکیم صاحب کے پاس گیا۔ اس نے کہا۔ ''اس انگوٹھے کو کاٹنا پڑے گا۔''

چنانچہ انگوٹھا کٹ گیا۔ پھر بھی درد ختم نہ ہوا۔ رات کو نیند اڑ جاتی۔ پھر طبیب سے مشورہ کیا تو

اس نے کلائی تک کاٹ دیا۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ پھر بھی درد ختم نہیں ہوا تو تیسری مرتبہ کہنی تک ہاتھ کاٹ دیا گیا تو درد کندھے تک پہنچ گیا پھر اس حکیم نے کہا ''اگر یہ ہاتھ سالم نہ کاٹا گیا تو زہر سارے جسم میں پھیل جائے گا۔ چنانچہ ہاتھ کندھے تک کاٹ دیا گیا۔''

کچھ لوگوں نے پوچھا کہ ''یہ درد کیوں ہے؟''

تو میں نے مچھلی والا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا۔ ''جب پہلی مرتبہ تجھے درد ہوا تھا تو اس سے جا کر معافی کیوں نہ مانگ لی، اب بھی وقت ہے، جا کر معافی مانگ لے ورنہ پورا جسم گل کر ختم ہو جائے گا۔''

چنانچہ میں نے پورے شہر میں اس مچھلی والے کو تلاش کیا۔ جا کر اس کے قدموں میں گر گیا۔ رو کر کہا۔ ''خدا کے لیے مجھے معاف کر دے۔''

اس نے کہا ''تو کون ہے؟''

میں نے کہا۔ ''میں نے تجھ سے مچھلی چھینی تھی، آج تیری بددعا کا اثر ہے، میرا یہ حال ہو گیا ہے۔''

میں ہاتھ دکھایا تو اس نے کہا۔ ''میں نے تجھے معاف کر دیا۔'' تب کہیں جا کر میرا حال ٹھیک ہوا۔ میں نے کہا۔ ''کیا تو نے بددعا دی تھی میرے حق میں۔''

مچھلی والے نے کہا۔ ''ہاں، میں نے صرف اتنا کہا تھا یا اللہ میں کمزور ہوں یہ طاقتور ہے تو اپنی قدرت دکھلا۔'' تو عرش والے نے اپنی قدرت دکھلا دی۔ یہ ہے ظلم کرنے کا انجام۔

لالچی داروغہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا:

ایک داروغہ جی درد میں بری طرح تڑپتے تھے اور جب یہ درد اٹھتا، کہتے ''حسینہ مجھے معاف کر دے۔''

لوگوں نے پوچھا کہ ''کیا قصہ ہے؟''

کہنے لگے۔ ''دنیا بھر کے علاج کر چکا ہوں، اس درد سے نجات نہیں ملتی۔ میں ایک جگہ تھانیدار تھا۔ وہاں ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا قتل ہو گیا۔ میں نے اصل قاتل کو بچانے کے لیے یہ ثابت کیا کہ اس کی ماں نے ہی لڑکے کو بنا بر اپنی آوارگی کے قتل کیا ہے۔ کیونکہ یہ مانع ہوتا تھا۔ اس دن سے میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اپنا دل و دماغ کھو بیٹھا ہوں اور اس بیماری کی

بناء پر استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گیا ہوں اور یہ درد مجھے لاحق ہو گیا ہے۔ میں اکثر اس مظلومہ کو خواب میں دیکھتا ہوں۔''

مردہ مچھلی کا لالچی شخص پر عذاب:

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مچھلی کے شکار سے اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ مہیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اس کے جال میں ایک بڑی مچھلی آ گئی۔ جس سے وہ بہت مسرور ہوا کہ بازار میں اس کے اچھے دام مل جائیں گے اور چند روز کے لیے بچوں کا نان ونفقہ دستیاب ہو جائے گا۔

مگر راستے میں ایک ظالم افسر سے ملاقات ہوئی۔ جس نے دریافت کیا کہ ''تم مچھلی فروخت کرو گے؟''

اب وہ شکاری شش و پنج میں پڑ گیا کہ اس کو کیا جواب دوں۔ اگر میں کہتا ہوں کہ فروخت نہیں کرتا تو یہ میری بے عزتی کرے گا اور اگر میں فروخت کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہوں تو پھر یہ مجھے آدھے دام دے کر مچھلی لے لے گا۔

آخر کار اس نے سوچ بچار کے بعد مچھلی فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ جس سے افسر نے اس شکاری کو بری طرح بے دردی سے پیٹنا شروع کیا اور مچھلی چھین لی۔ اس شکاری نے بارگاہ الٰہی میں فریاد پیش کی کہ ''الٰہی! آپ نے مجھے ناتواں اور نادار پیدا کیا ہے اور اس کو تونگر اور طاقتور۔ الٰہی میں قیامت تک انتظار نہیں کر سکتا۔ میرا انتقام اس سے اسی دنیا میں لے لیا جائے۔''

خدا کی شان جب وہ غاصب مچھلی لے کر گھر پہنچا تو گھر والوں نے اس کو بھون کر تیار کیا۔ جب اس غاصب نے کھانے کے لیے مچھلی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس مچھلی نے منہ کھول کر اس کی انگلی کو ایسا سخت کاٹا کہ وہ درد کی وجہ سے بے قرار ہو گیا۔ آخر کار وہ طبیب کے پاس حاضر ہوا اور اپنی تکلیف بیان کی۔

طبیب نے معائنہ کرنے کے بعد مشورہ دیا کہ اس انگلی کو کٹوا دیا جائے ورنہ یہ درد ہاتھ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ چنانچہ انگلی کے کٹوانے کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ درد بڑھتا گیا۔ بالآخر اس کو ہاتھ بھی کٹوانا پڑا۔ مگر درد بڑھتا گیا۔ اس پریشانی اور بے قراری کے عالم میں وہ شہر سے باہر نکل گیا اور خداوند تعالیٰ کی جناب میں رو رو کر ازالہ مرض کی

دعائیں مانگنے لگا۔

ہاتف غیبی نے کہا ''تو کس کس اندام کو کٹواتا رہے گا۔ اس مظلوم شکاری کو راضی کر، جس سے تو نے مار پیٹ کے بعد مچھلی زبردستی چھینی تھی۔'' اب اس کی آنکھیں کھلیں اور شکاری کی تلاش میں نکل پڑا۔ چنانچہ ملاقات کے وقت اس کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا اور ساتھ ہی کچھ مالی نذرانہ بھی پیش کیا۔ بڑی منت وسماجت کے بعد جب وہ شکاری راضی ہوا تو فوراً درد غائب ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ ''اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت وجلال و کبریائی کی قسم! اگر یہ شخص اس مظلوم کو راضی نہ کرتا تو تازیست مبتلائے درد والم رہتا۔''

(نزہۃ الناظرین، صفحہ ۱۶۴)

زکوٰۃ نہ دینے پر عذاب قبر:

بھائی مسعود صاحب نے بتایا کہ ان کے علاقے میں ایک امیر گھرانے کی عورت تھی اور اس کو زیورات پہننے کا بہت شوق تھا۔ کانوں میں، گردن، ہاتھ، پاؤں میں ہر وقت سونے کے زیورات رہتے تھے اور وہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تھی۔ کئی دفعہ لوگوں نے اس کو تاکید کی مگر اس بی بی نے انکار کر دیا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ زیورات اس کے جسم کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔

مرنے کے بعد رشتے داروں نے زیورات اتارنے چاہے تو ناممکن پایا۔ کیونکہ زیورات کافی تھے اور ان کو کاٹنے سے جسم کٹتا تھا۔

ایک عالم دین کو بلا کر یہ حالت دکھائی تو اس نے بتایا کہ ''یہ آپ علیحدہ نہیں کر سکتے۔ بی بی کو زیورات کے ساتھ دفن کرنا ہوگا۔''

چنانچہ مجبوراً ایسے ہی کیا گیا۔ بی بی کا لڑکا روزانہ اپنی ماں کی قبر پر جا کر کچھ ایصال ثواب کے لیے پڑھ آتا تھا۔ ایک دن اس نے اندر سے چیخنے کی آواز سنی اور آواز بھی اس کی ماں کی تھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کی والدہ تکلیف میں ہے۔ قبر کو کھولا تو ہیبت ناک منظر دیکھا۔ کیا دیکھا کہ زیورات سرخ رنگ کے تھے اور آگ کی طرح اس کی ماں کو عذاب پہنچا رہے تھے۔

قبر کو بند کر کے روتا رہا اور اپنی ماں کے لیے استغفار کرتا رہا۔

موضوع نمبر ۳۵

صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر اللہ کے عذابات

گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص میرے کسی صحابی کو برا بھلا کہتا ہے، اللہ تعالیٰ قبر میں اس پر ایک جانور مسلط کر دیتا ہے جو قیامت تک اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتا رہے گا۔''

اب مسلمانوں کی عبرت کے لیے مستند کتابوں سے چند ایسے واقعات لکھتے ہیں جن میں بعض لوگوں کا توہین صحابہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے دنیا اور قبر میں مسخ ہونے کا ذکر ہے، تاکہ ان کو پڑھ کر مسلمان ان کے اختلاط سے بچیں اور جو لوگ ایسے عقائد کے حامل ہیں، عبرت حاصل کر کے توبہ کر سکیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی عجیب حالت:

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کو جنت کی بشارت سنائیں، جن کو اپنے رضوان وخوشنودی کا پروانہ دیں، انہیں برا بھلا سوائے اس کے اور کون کہہ سکتا ہے جو خدا سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ امت کے اکابر میں ہیں۔ شواہد النبوۃ میں جوان کی بہت مشہور کتاب ہے، ارقام فرماتے ہیں:

ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ ایک شخص کوفہ کا رہنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہتا تھا، ہمارے ساتھ ہمسفر ہوا۔ ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی، لیکن وہ نہ مانا۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم سے تو علیحدہ ہو جا۔

چنانچہ جب ہم اس سفر سے واپس ہونے لگے تو ایک روز اسی ہمسفر کا ملازم نظر آیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ "اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ہمارے ساتھ گھر واپس چلے۔"

ملازم نے کہا "آقا کی تو عجیب حالت ہوگئی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ مثل خوک کے ہوگئے ہیں۔"

پھر جب ہم اس کے پاس گئے اور اس کو گھر واپس چلنے کے لیے کہا۔ تو اس نے جواب دیا کہ "مجھے عجیب مصیبت پہنچی ہے۔" اور اپنے دونوں ہاتھ آستین سے نکال کر دکھائے تو واقعتا مثل خوک کے تھے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہولیا۔ لیکن راستے میں اس سے زیادہ عجیب تر واقعہ پیش آیا۔ ایک جگہ بہت سے خوک جمع تھے۔ جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو وہ مرکب سے گر کر خوک کی شکل میں ہوکر انہی کے ساتھ جاملا۔

ایک سبی رافضی کا بندر بن جانا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جارہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند اسے منع کرتے تھے، لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔

جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ اتر کر سورہے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگادیا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا۔ "افسوس کہ میں تم سے جدا ہوکر اسی منزل پر رہ جاؤں گا۔ کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اے فاسق! تو اس منزل پر مسخ ہوجائے گا۔"

اسی اثناء میں اس نے پاؤں اکٹھے کرلیے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہوگئے۔ پھر گھٹنوں تک، پھر کمر تک، پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتی کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

غروب آفتاب کے وقت ہمارا گذر ایک جنگل سے ہوا، وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع

ہیں۔ اس نے جب ان بندروں کو دیکھا تو اپنی رسیاں توڑ کر ان میں جاملا۔ اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس واقعے میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر ہے۔ (سعادۃ الدارین للنبھانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۳)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی قبر پر پاخانہ کرنے والے شخص کا انجام:

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر آکر پاخانہ کرجایا کرتا تھا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد یہ شخص بالکل مجنون ہوگیا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا اور بھونکتے بھونکتے مرگیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی قبر سے اب بھی چیخنے اور غرانے کی آواز آیا کرتی ہے۔ (ابن عساکر)

دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم پر کتے کا مسلط ہونا:

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک کتا دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ چلنا بند کردیا تھا۔ میں جب اس راستے سے گذرا تو دل میں خوف معلوم ہوا۔ کتا مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ تم ہرگز نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والوں پر مسلط کیا ہے۔

(سیرۃ فاروق لابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، نزہۃ المجالس، صفحہ ۲۹۸، ج ۲)

اس کتے کو اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت مقرر کردیا ہوگا۔ شاید اس وقت بصرہ میں دشمن شیخین رضی اللہ عنہ بہت ہوں گے۔ دوسرے کتے کا بولنا یہ بھی بطور عبرت کے تھا۔ اولیائے کرام سے جانوروں کا بات کرنا خرق عادات سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک کتے کا کلام کرنا بہت علمائے کرام نے نقل کیا ہے۔

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے گلے میں سانپ کا چمٹ جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک میت کے نہلانے کے لیے بلایا گیا۔ پس جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو ناگہاں اس

کے گلے میں ایک کالا سانپ چمٹا ہوا تھا۔ حاضرین نے ذکر کیا کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ (کتاب الروح لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۸۶، شرح الصدور للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۲۸)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنا عذاب قبر کا سبب ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ وہ میرے اصحاب میں سے کسی صحابی کو برا بھلا کہا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کردے گا کہ وہ اس کا گوشت کترا کرے گا اور اس عذاب کا صدمہ اس کو قیامت کے دن تک رہے گا۔ (ابن ابی الدنیا)

ایک رافضی کا خنزیر بن جانا:

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب المنن الکبریٰ میں حضرت علامہ عبدالغفار قوصی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس کی عورت اور اس کا بیٹا اس کو منع کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ اپنی اس شرارت سے باز نہ آتا تھا، بلکہ انہیں بھی اس پر مجبور کرتا تھا۔ خدا کے غضب سے اس کی صورت خنزیر کی صورت میں بدل گئی۔

اس کے لڑکے نے اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اس کو اپنی دکان سے باندھ رکھا تھا۔ وہ خنزیر کی طرح چنگھاڑتا تھا۔ ہمسایہ لوگ اس کی آواز کو سنا کرتے تھے۔ کئی دنوں کے بعد وہ مرگیا۔ اس کے بیٹے نے اس کو ایک گندے گڑھے میں پھینک دیا۔ علامہ شیخ محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا تو میں اس کے بیٹے سے ملا۔ اس نے اپنے والد کا یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ میرا والد مجھے بھی اس چیز پر مجبور کرتا تھا اور مارتا تھا۔ لیکن میں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ (لطائف المنن ۔ والاخلاق للشعرانی ، صفحہ نمبر ۲۰ ج ۲)

ایک رافضی کا خواب میں قتل ہو جانا:

علامہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ قیروانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے

ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ میرا ایک ہمسایہ تھا، وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ایک دن میری اس سے سخت چھیڑ چھاڑ ہوگئی۔ آخر میں اس بات سے بہت مغموم ہوا۔ اسی غم کی حالت میں رات کو سو گیا۔

رات کو میں نے خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا کہ ”حضرت! فلاں آدمی آپ کے اصحاب کو سخت برا بھلا کہتا ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”کون سے اصحاب کو؟“

میں نے عرض کیا۔ ”حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”یہ چھری لے لے اور اس کو جا کر ذبح کردے۔“

میں نے جا کر اس کو پکڑا اور لٹا کر اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ میں نے چھری پھینک دی اور ارادہ کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مٹی سے پونچھ کر صاف کردوں۔ پس میں جاگ پڑا۔ کیا سنتا ہوں کہ اس کے گھر سے رونے کی آواز آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ”یہ کیسا رونا ہے؟“

انہوں نے کہا کہ فلاں آدمی اچانک موت سے مرگیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے جاکر دیکھا تو اس کی گردن کے اوپر ایک دھاری پڑی ہوئی ہے۔ جس سے ذبح کا نشان ظاہر تھا۔

(کتاب الروح لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۳۰)

اس واقعے پر ایک شبہ پڑتا ہے کہ خواب میں قتل کرنے سے وہ گھر میں کیسے قتل ہوگیا؟ جواب یہ ہے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے۔ دوسرا جواب امام ابن قیم فرماتے ہیں:

ان روح النائم یحصل فی المنام اثار فتصبح تراها علی البدن عیانا وهی من تاثر الروح فی الروح (کتاب الروح، صفحہ ۲۳۰)

سونے والے کی روح خواب میں ایسی ایسی چیزیں دیکھتی ہے کہ بیدار ہونے پر بعض دفعہ اس کے آثار بدن پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہ اس روح کی قوت کا دوسری روح میں تاثر کہلاتا ہے۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ اسی قسم کا

ایک دوسرا واقعہ بھی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علامہ محمد بن عباد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ (کتاب الروح)

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت امام علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب مصباح الظلام میں نقل کیا ہے۔

گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ملائکہ کا لعنت بھیجنا:

حلف بن حوشب سے روایت ہے کہ:

''مدائن میں ایک آدمی نے وصال کیا اور اسے کفن پہنا دیا گیا۔ کچھ دیر بعد اس میں حرکت ہوئی اور اس نے کہا کہ کچھ لوگ رنگی ہوئی داڑھیوں والے ہیں۔ اس مسجد میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور جو میری روح نکالنے آئے ہیں وہ ان سے بیزار ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اتنا کہہ کر پھر وہ خاموش ہو گیا۔'' یہی روایت دوسرے الفاظ میں بھی بیان ہوئی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے گستاخوں کا ٹھکانہ:

روایت ہے بشیر رضی اللہ عنہ سے کہ میں شہر مدائن میں ایک میت کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اس کے شکم پر ایک اینٹ رکھی ہے اور بہت سے آدمی اس کے قریب بیٹھے ہیں۔ میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ گھبرا کر چارپائی سے کود پڑا۔ سب لوگ وہاں سے بھاگے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا ''تیرا کیا حال ہے اور تو نے کیا دیکھا؟''

اس نے بیان کیا کہ ''میں کوفہ میں چند بڈھوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو اپنے مذہب میں کھینچ لیا تھا اور مجھ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پر تبرا میں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔''

بشیر کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا۔ ''استغفار پڑھ اور اب ایسا کلام نہ کر۔''

اس نے جواب دیا کہ ''اب مجھ کو نفع نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو فرشتے دوزخ میں ڈالنے کے واسطے لے جا چکے اور میں نے دوزخ کو دیکھ لیا۔ فرشتوں نے کہا کہ کچھ دیر کے لیے تجھ کو

فرصت دی جاتی ہے کہ اپنے ساتھیوں سے اس کا حال بیان کر اور تیرا وہی ٹھکانہ ہے۔'' یہ کہہ کر گرا اور مر گیا۔

نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب:

جو شخص کسی صحابی کی اولاد ہو اور اس صحابی کو محض نسب اور ہوائے نفس کی وجہ سے دوسرے اکابر صحابہ پر ترجیح دیتا ہو، اگرچہ اپنے آپ کو اہل سنت کہلاتا ہو، وہ بھی غلط طریقے پر ہے۔ ایسے ایک بڑے عالم کا واقعہ درج کرتا ہوں کہ اسے قبر میں اس عقیدے کی وجہ سے کیا عذاب ملا۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قوصی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم جو اکابر علماء سے تھا، فوت ہو گیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا اور اس سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اس کا چہرہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو ایک بڑا عالم تھا، اب یہ تیرا کیا حال ہے؟

کہنے لگا کہ ''میں ایسے عذاب میں اس لیے گرفتار ہوا ہوں کہ میں بعض کو بعض پر محض عصبیت اور ہوائے نفس کی وجہ سے ترجیح دیا کرتا تھا۔'' (لطائف المنن الکبریٰ صفحہ ۱۸ ج ۲)

یہ مرض سادات اور قریش اور پیروں وغیرہ میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ ان کے لیے میں ایک شیخ کا قول نقل کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

''ہر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ را از سائر صحابہ رضی اللہ عنہ ازیں وجہ زیادہ تر دوست مے دارد کہ آں پیر پیران اوست یا جدِ اوست و پیدا است کہ ہر کس آباء واجداد خود را دوست ترمے دارد، یا آں کہ آں شخص بہادری پیشہ مے کند و حضرت علی رضی اللہ عنہ نیز شجاع می بودند ازیں باعث اوشاں را دوست ترمے دارد ایں تمام اقسام موہم اوہیند۔ ازیں ہا اجتناب باید کرد۔'' (منقول از مقابیس المجالس، مقدمہ دیوان فرید، صفحہ ۴۳)

(ترجمہ) جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہ سے اس وجہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے کہ وہ تمام پیروں کے پیر ہیں یا اس کے جد میں

ہیں، ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے آباء واجداد کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ یا وہ شخص بہادری وغیرہ مثلاً کشتی گیری کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے، اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام محبت کی قسمیں بغض صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرف لے جانے والی ہیں۔ ان تمام سے بچنا چاہیے۔

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی معنوی صورت:

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۲ میں لکھتے ہیں۔ شافعی مذہب کے دو ثقہ آدمی تھے۔ جن پر عداوت صحابہ رضی اللہ عنہ کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ وہ اس کو بہت مخفی رکھتے تھے۔ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ وہ بزرگ میرے دوست تھے۔ ایک دن میں ان بزرگ کے پاس بیٹھا تھا اور اس مجلس میں وہ دو آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ''مجھے تمہاری باطنی شکل خنزیر کی نظر آتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام حاصل ہے کہ جس سے میں دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ کی باطنی شکل خنزیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔''

انہوں نے فوراً توبہ کرلی۔ اس کے بعد مجھے ان کی شکل اصلی صورت میں نظر آنے لگی۔

(فتوحات مکیہ، باب ۷۲ مطبوعہ مصر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل پر اللہ کا عذاب:

روایت ہے عصمت عبادانی سے کہ میں ایک میدان میں جاتا تھا۔ ایک گرجا دیکھا، اس کے حجرے میں ایک پادری بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا ''تم وہ عجوبہ چیز، جس کو یہاں دیکھا ہے، بیان کرو۔''

اس نے کہا کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک سفید چڑیا شترمرغ کے برابر اس پتھر کی چٹان پر بیٹھی، اس نے قے کی تو ایک سر پھر پاؤں پھر پنڈلی نکلی اور جب قے کرتی تھی کسی عضو پر تو وہ عضو فوراً دوسرے عضو سے مل جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان اعضاء سے ایک مرد بیٹھا ہوا تیار ہوگیا۔ جب اٹھنے کا قصد کیا تو چڑیا نے چونچ ماری اور ایک ایک عضو کر کے اس کے تمام اعضاء

کو کھا گئی۔

یہ واقعہ کئی دن تک برابر ہوتا رہا۔ مجھ کو بہت تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا پورا پورا یقین ہوا اور یقین ہوا کہ اس بدن کو اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ایک دن میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''اے طائر میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو ذرا ٹھہر جا۔ میں اس آدمی سے اس کا حال پوچھوں اور وہ اپنا قصہ مجھ سے بیان کرے۔''

چڑیا نے نہایت فصیح زبان سے عربی میں کہا۔ ''سارا عالم میرے رب کا ملک ہے۔ اسی کی ہمیشگی ہے۔ وہ کل چیزوں کو فنا کرتا ہے اور اس کو فنا نہیں ہے۔ میں ایک فرشتہ ہوں۔ اللہ کے فرشتوں میں سے اور میں اس کے اوپر مقرر کیا گیا ہوں کیونکہ اس نے گناہ کیا ہے۔''

پھر میں نے کہا۔ ''اے مرد گناہگار، تو کون ہے اور تیرا قصہ کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں عبداللہ بن ملجم علی کرم اللہ وجہہ کا قتل کرنے والا ہوں۔ پھر جب میں قتل کیا گیا اور اللہ کے سامنے میری روح گئی تو مجھ کو میرا نامہ اعمال دیا گیا۔ اس میں سب کچھ نیکی وبدی لکھی تھی جو میں نے کیا تھا، جب سے میری والدہ نے مجھ کو پیدا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل تک اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ فرشتہ مقرر کیا مجھ پر میرے عذاب کے واسطے، قیامت تک۔ جیسا تو نے دیکھا۔'' اس کے بعد چڑیا نے چونچ ماری اور اس کے ہر عضو کو کاٹ کاٹ کر کھالیا اور اڑ گئی۔ اس روایت کو تمام بن محمد اور ابن عساکر اور ابن نجار اور محمد بن احمد نے بیان کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی محبت کا عذاب:

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''مجھے قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو آدمی اس حالت میں مرے گا، جس کے دل میں رتی برابر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی محبت ہو، وہ ضرور دجال کی پیروی کرے گا۔ اگر اس کا زمانہ نہ پایا تو قبر میں دجال پر ایمان لائے گا۔'' یعنی ایسی حالت میں مرے گا جیسے کوئی دجال پر ایمان رکھتا ہو۔ (شرح الصدور للسیوطی، صفحہ ۲۲۸)

اس صحابی رضی اللہ عنہ کی روایت سے سخت عبرت حاصل ہوتی ہے۔ بعض واعظ واقعات شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خام تاریخوں کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں۔

جن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان پر دھبہ آتا ہے۔ ہمارے ملک کے ایک عالم نے لکھا ہے کہ خلافت عثمانیہ میں ایسے واقعات کا صدور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تساہل کی وجہ سے ہوا۔ ہمارے نزدیک اتنا لکھنا بھی گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آداب صحابہ رضی اللہ عنہ کی توفیق دے۔

قاتلان عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انجام:

آیئے میں آپ کو اسلامی تاریخ کے چند ظالموں کا انجام سناؤں۔ آپ نے امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان پر ہونے والے ظلم کی داستان ضرور سنی ہوگی۔

- ..... وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے سخت تکلیف کے زمانے میں بیر رومہ (رومہ کا کنواں) خرید کر مسلمانوں کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی۔
- ..... وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہیں جامع القرآن ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- ..... وہ عثمان رضی اللہ جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔
- ..... وہ عثمان رضی اللہ عنہ جن کی دولت اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لیے وقف تھی۔
- ..... وہ عثمان رضی اللہ عنہ، جن کے ہاتھوں کو کتابت وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔
- ..... وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے اقتدار پر فائز ہونے کے باوجود مظلومیت کو پسند کیا اور ظلم تو کیا، دفاع کے لیے بھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔

اسی امام مظلوم پر سبائی سازش کا شکار ہو کر جب کچھ لوگوں نے ظلم ڈھایا تو رب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک ایک کو زمانے کے لیے عبرت کا مرقع بنا دیا۔

ان میں سودان بن حمران کو جناب ذوالنورین کے غلام قتیرہ نے قتل کر دیا۔

اشتر کو زہر دے کر تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دیا گیا۔

محمد بن ابی بکر کے بارے میں آتا ہے کہ اسے پہلے قتل کیا گیا، پھر اس کی لاش کو گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔

عمرو بن الحمق نے خلیفہ ثالث کے سینے پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے تھے۔ اسے مرض استسقاء ہو گیا تھا۔ اس کے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی جو کسی طرح بجھتی ہی نہ تھی۔ تیروں سے

نشانہ بنایا گیا۔ لیکن وہ بزدل شخص پہلے یا دوسرے تیر میں مر گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل پر کالے سانپ کا عذاب:

یزید بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اور عمارہ بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ”جب عبید اللہ بن زیاد مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کے لایا گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا بھاری کالا سانپ کسی طرف سے آیا اور کئی مرتبہ ناک کے راستے سے گھس کر سر کے راستے باہر آتا جاتا رہا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کہ کدھر رینگ گیا۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے وہ اس واقعے کو بڑی حیرت و تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد سب نے سانپ کو تلاش کیا، مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔“ (ملخصاً از ترمذی)

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا انجام:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام بہت عبرتناک ہوا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام اور مرتبے سے کونسا مسلمان ہے جو ناواقف ہے۔

- .....وہ صحابیت کے شرف کے حامل تھے۔
- .....وہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔
- .....وہ ابن بتول رضی اللہ عنہ تھے۔
- .....وہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔
- .....ان کا زہد و تقویٰ مثالی تھا۔
- وہ صورت و سیرت میں اپنے نانا سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔

مگر ظالموں کو نہ جانے کیا ہو گیا کہ انہوں نے سب کچھ فراموش کر دیا۔ خونی اور مذہبی رشتوں کا بھی پاس نہ رکھا اور خاندان نبوت کے گل دلا ..و ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی ظلم کے انجام بد سے نہ بچ سکا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں کوئی بھی ایسا نہ بچا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا۔ بعض اندھے ہو گئے، بعض خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ بعض پاگل اور دیوانے ہو گئے۔ بعض کو اذیتیں دے کر قتل کر دیا گیا۔

جب عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ پر قبضہ کرلیا تو اس نے اپنا مشن ہی یہ بنالیا تھا کہ وہ کربلا میں ستم ڈھانے والوں کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا اور انہیں چن چن کر اپنی خونی تلوار کا نشانہ بناتا تھا۔ اس کے سامنے جب ایسے لوگوں کو لایا جاتا تو وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ کٹوا دیتا، کسی کو تیروں سے مروا دیتا اور کسی کو زندہ جلا دیتا۔

الحاکم کی ناپاک جسارت پر آندھی کا عذاب:

عبیدی حکومت کے چھٹے حکمران الحاکم کے عہد میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ الحاکم نہایت جاہل اور سفاک حکمران تھا۔ بغض صحابہ رضی اللہ عنہ میں چور۔ بعض امراء نے اسے پٹی پڑھائی کہ دنیا بھر سے مسلمان مدینہ منورہ میں دیوانہ وار روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوتے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ مصر ہی میں ایک عالیشان عمارت بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے منتقل کرلیا جائے تاکہ مسلمانان عالم مصر میں زیارت کو آئیں اور تیرا نام روشن ہو کہ ایک عظیم الشان کام کر دکھایا۔

الحاکم اپنی ازلی جہالت وحماقت کے زیر اثر ان فتنہ پردازوں کی باتوں میں آ گیا۔ مصر میں ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی، جس کی آرائش اور زیبائش پر بے انتہاء دولت صرف کی۔ جب یہ عمارت مکمل ہوئی تو اپنے ایک معتمد اور مقرب شخص کو طلب کیا۔ اس کا نام ابوالفتوح تھا۔ اُسے سمجھایا کہ اپنے ساتھ مسلح آدمیوں کی ایک جماعت لے کر جائے اور مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وجود مقدس نکال کر مصر میں لے آئے۔

چنانچہ ابوالفتوح اس ناپاک مہم پر روانہ ہوگیا۔ ابھی وہ راہ میں تھا کہ مدینہ منورہ کے معززین کی ایک جماعت سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے ان لوگوں سے ذکر کیا کہ وہ کس مقصد کے لیے مدینہ جارہا ہے۔

یہ سن کر ان حضرات میں سخت اضطراب اور خوف پیدا ہوا۔ لیکن ابوالفتوح کو وہ روکنے پر قادر نہ تھے، کیونکہ اس کے ساتھ ہتھیار بند فوجیوں کی بڑی تعداد تھی۔ اتفاق سے معززین مدینہ

میں ایک صاحب قرآن مجید کے قاری تھے، انہوں نے ابوالفتوح اور اس کے ساتھیوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی:

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھم باخراج الرسول الخ (التوبہ ۱۲-۱۳)

اور اگر وہ لوگ عہد کرلینے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو۔ بے شک ان کی قسم باقی نہ رہی۔ شاید کہ (پھر تلوار ہی کے زور سے) باز آئیں گے۔ تم ان کے ساتھ لڑائی کیوں نہیں کرتے جنہوں نے قسم توڑ دی اور اللہ کے رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا؟......الخ

ان آیات قرآنیہ کا ایسا اثر اور ایسی ہیبت ابوالفتوح اور اس کے ساتھیوں پر بیٹھی کہ تھر تھر کانپنے لگے۔ یہاں تک کہ ابوالفتوح نے کہا: ''خدا کی قسم! اگر میرا سر بھی چلا جائے تو مجھے پرواہ نہیں، مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف کبھی اپنا ہاتھ دراز نہ کروں گا۔''

روایت ہے کہ اس رات زبردست آندھی آئی۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زینوں سمیت زمین پر لڑھکنے لگے۔ ابوالفتوح یہ ہولناک منظر دیکھ کر لرز گیا اور الحاکم کا خوف اس کے دل سے نکل گیا۔ اس نے صدق دل سے اپنی اس حرکت پر توبہ کی اور ساتھیوں کو لے کر جدھر سے آیا تھا، ادھر واپس چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والے کا چہرہ خنزیر کی شکل میں:

علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت منصور سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا۔ اس کا بدن آدمی جیسا تھا لیکن اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تھا۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا اور جمعے کے دن چالیس ہزار مرتبہ۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مردود کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کی طرف تھوک دیا۔ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ (صواعق المحرقہ، صفحہ ۱۹۶)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والے کا اندھا ہو جانا:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فاسق ابن فاسق کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو چھوٹے ستارے چنگاریوں کی مانند اتار کر اسے اندھا کر دیا۔ (صواعق المحرقہ، صفحہ ۱۹۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والے کی حیرت انگیز موت:

حضرت علامہ مفسر و مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا۔ جس کا نام راشد الکندی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ ''یا رسول اللہ! یہ آدمی ہمیں برا بھلا کہتا رہتا ہے۔''

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت سختی سے ڈانٹا۔

وہ کہنے لگا۔ ''یا حضرت! میں انہیں تو کچھ نہیں کہتا، بلکہ میں تو معاویہ کو کم و بیش کہا کرتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''بربادی ہو تیرے لیے، کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟''

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا ''اسے پیچھے کی طرف سے مار۔''

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مارا تو میری نیند کھل گئی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ رات کو وہ کسی اچانک موت سے مر گیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۱۳۹، ج ۸)

مندرجہ بالا واقعات کو پڑھ کر آپ عبرت حاصل کریں اور جن مجالس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی جاتی ہے ان میں ہرگز شرکت نہ کریں۔ اگر آپ غلطی سے ایسی مجالس میں شریک ہو چکے ہیں تو اس گزشتہ لغزش پر توبہ کریں۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ:

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے۔ جس کو بڑے بڑے علمائے امت نے نقل کیا ہے۔ علامہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ و علامہ مرجانی نے تاریخ مدینہ میں اور علامہ امام محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرۃ میں اور علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ مدینہ عرف خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین المطی شیخ خدام روضہ نبوی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا، بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی کہ ہمیں روضہ نبوی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے۔

وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا تو انہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کے ساتھ بھیج دیئے۔ شیخ شمس الدین جو اس وقت روضہ نبوی کے خادم تھے، ان کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا کہ ''رات کو چالیس آدمی روضہ نبوی میں داخل ہوں گے۔ وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا۔''

شیخ نے اس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا ''جیسے آپ حکم دیں، حاضر ہوں۔''

پھر آ کر مسجد نبوی میں روتا رہے اور دعائیں مانگتے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو یکایک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاروں سمیت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئی۔ پس جب وہ روضے کے قریب گئے تو اچانک زمین پھٹ گئی اور وہ سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہو گئے۔ صبح کو اس بے دین حاکم نے خادم روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا کہ ''رات کو جو اتنے آدمی مسجد نبوی میں آئے تھے، وہ کہاں گئے؟''

خادم نے کہا۔ ''حضور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔''

اس حاکم نے آ کر اس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا، لیکن ان کا نشان تک نہ ملا۔ پھر علامہ محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آ گھیرا۔ جس سے اس کا گوشت بدن سے گرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا۔ یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔ (المنن الکبریٰ للشعرانی، صفحہ ۸۱/ و کتاب سعادۃ الدارین ۸۲ صفحہ ۱۵۵)

دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ کا انجام:

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ''تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو، ورنہ میں تمہارے لیے بددعا کروں گا۔''

اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ ''مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔''

یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابیوں رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔'' اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہ کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۳، صفحہ ۲۰۷ و حجۃ اللہ علی العالمین، ج ۲ صفحہ ۸۶۶)

گستاخ کی زبان کٹ گئی:

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے، لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے، اس لیے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے، بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔

بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کو فتح مبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے، جو یہ ہیں:

نقاتل حتی ینزل اللہ نصرہ
وسعد بباب القادسیہ معصم

''ہم لوگ جنگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔''

فابنا وقد امت نساء کثیرۃ
ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم

''ہم جب جنگ سے واپس لوٹے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں، لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔''

اس دلخراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا کی ''یا اللہ! اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔''

آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکایک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اور اس کا دم نکل گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ صفحہ ۲۰۷ والبدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۴۵)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے آنکھیں باہر نکل آنا:

• علامہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب، کتاب الروح میں حضرت ابوالحسن مطلبی خطیب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا۔ جس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں۔ ہم نے اس سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ''یہ تیری کیا حالت ہے؟''

وہ کہنے لگا۔ ''آج رات کو خواب میں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی وہ شخص ہے جو ہمیں ایذا اور گالیاں دیا کرتا ہے۔ مجھے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ بس یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف لپکے اور اپنی دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ بس یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کو میری آنکھوں میں چبھو دیا، جس سے میں بیدار ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔"

خطیب فرماتے ہیں، بس وہ شخص رو رو کر اس واقعے کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔ (کتاب الروح مطبوعہ دکن، صفحہ ۲۳۲)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہو جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا، اس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ کہنے لگا کہ "اے لوگو! میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا او اللہ کے دشمن، او فاسق! کیا تو ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو میری یہ حالت ہو گئی جو آپ لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

(کتاب الروح لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۳۴)

بغض صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب الزواجر میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ الصالح عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا۔ عاشورا کے موقعے پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہ جمع ہو جایا کرتے تھے، میں ان کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ "مجھے محبت صدیق رضی اللہ عنہ کے بدلے کچھ چیز عطا کرو۔"

تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا۔ "تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا۔ چیز مل جائے گی۔" جب وہ فارغ ہو گئے تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا۔ جب میں اس کے گھر میں گیا تو اس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور پھر مجھ پر دو نوکر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازے سے باہر نکال دیا اور کہا "جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا، اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔"

وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے روتا ہوا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور روضہ مبارک کے سامنے روتا رہا۔ حتیٰ کہ روتے روتے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو گئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی۔

اس واقعے سے میری محبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑھ گئی۔ جب دوسرا عاشورا آیا تو میں پھر ان کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ ان میں سے ایک جوان نکلا، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا۔ پھر ایک مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہے۔

میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا۔ پھر اس نے کہا کہ "پچھلے عاشورا کو ایک سائل آیا تھا، اس نے محبت صدیق رضی اللہ عنہ کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اس نے کہا جب ہم نے اس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی، ہم سو گئے، یکایک ہم نے رات کو ایک ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے۔ اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کر دیا۔"

وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا "میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔" پس اس جوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔ (زواجر ابن حجر مکی، صفحہ نمبر ۱۹۳ ج ۲)

بے ادبی کرنے والے کافر ہو گئے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں طواف زیارت کو اس لیے کچھ موخر کر دیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کسی حاجت کی وجہ سے کہیں چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور لوگوں نے دیکھا کہ چپٹی ناک اور کالے رنگ کا ایک لڑکا ہے تو یمن کے کچھ لوگوں نے حقارت کے انداز میں کہا کہ ''یہ اسی چپٹی ناک والے کالے لڑکے کی وجہ سے آج ہم لوگوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے طواف زیارت سے روک رکھا تھا؟''

اس طرح ان یمن والوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس بے ادبی کرنے ہی کا وبال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن کے یہ بے ادبی کرنے والے لوگ کافر و مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے ان لوگوں سے جہاد کیا تو کچھ ان میں سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے اور کچھ قتل ہو گئے۔ (کنز العمال، ج ۱۵، صفحہ ۲۲۳)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہ رکھنے والوں کا قبر میں حال

قبر میں خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب زواجر میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا، مر گیا۔ حلب کے چند نوجوان سیر و سیاحت کے لیے نکلے۔ کسی نے کہا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے، قبر میں اس کی صورت خنزیر کی ہو جاتی ہے۔ آؤ آج ابن منیر کی قبر کھول کر تماشہ دیکھیں۔

پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر اس قبرستان میں گئے اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا، دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رخ قبلے سے پھرا ہوا ہے۔ پس انہوں نے اس خنزیر کو نکال کر باہر پھینک دیا تا کہ دوسرے لوگ بھی مشاہدہ کریں۔ پھر انہوں نے اس کو مار کر

قبر میں دفن کر دیا اور گھر چلے گئے۔ (کتاب الزواجر لابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۹۳ ج ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہ کو قبروں میں دیکھا گیا، لیکن ان کی صورت خنزیر کی نہ تھی۔ جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ قبر میں خنزیر کی صورت میں ہو، لیکن ہم اس کی صورت کا جو برزخی عذاب کی صورت ہے، ادراک نہیں کر سکتے اور کبھی کبھی کسی برزخی کا اس دنیا میں نظر آ جانا بطور عبرت کے ہوتا ہے۔

بغض صحابہ رضی اللہ عنہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ مر گیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ ''اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی؟''

اس نے جواب دیا کہ ''میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی، اسی وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔'' (شرح الصدور للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۲۵)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صیرفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور مذہب جہمیہ کو اچھا سمجھتا تھا۔ اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے اور اس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اور اس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے۔ دیکھنے والے نے کہا ''تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''مجھے بکر قیس اور عون بن اعسر کے ساتھ کر دیا ہے۔'' اور یہ دونوں نصرانی تھے۔
(شرح الصدور للسیوطی، صفحہ ۲۲۴)

بغض شیخین رضی اللہ عنہ سے گلے میں طوق بن جانا:

حضرت علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مصباح الظلام میں علامہ ابو محمد عبداللہ فقیہ حنبلی

رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف کو حج کے لیے روانہ ہوئی۔ ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا۔ وہ راستے میں فوت ہوگیا۔ اس کے دفن کے لیے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا۔ جس سے اس کی قبر کھود کر دفن کریں۔

انہوں نے اس جنگل میں گھومنا شروع کیا۔ ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی، اس کے پاس گئے۔ دیکھا کہ اس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے۔ انہوں نے اس سے طلب کیا۔ اس نے کہا کہ "تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کردیں گے۔"

انہوں نے واپس کرنے کا حلف اٹھایا اور اس سے کدال لے کر آگئے۔ پس اس کدال سے قبر کھودی اور اس کو دفن کردیا۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا۔ کدال نکالنے کے لیے اس کی قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردے کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے اور ہاتھ بھی اس میں بندھے ہیں۔

وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے اسے ویسے ہی بند کردیا اور اس واقعے کو بڑھیا کے پاس جاکر بیان کردیا۔ بڑھیا نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ "یہ کدال میرے پاس تھی۔ مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کدال کو محفوظ رکھنا۔ یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے۔"

(سعادۃ الدارین للنبہانی، صفحہ ۱۵۲)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہ سے قبر میں سانپ:

علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا کہ میں جامع حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں موجود تھا کہ ایک شور سنا۔ پتہ چلا کہ کسی نے ایک دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا ہے۔ اس کے قاتل کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قاتل کو سزا دی گئی اور دشمن صحابہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے متعلق بادشاہ نے حکم دیا کہ جاؤ اسے دفن کردو۔ پس جب انہوں نے اس کے لیے قبر کھودی تو اس میں ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ قبر کھودی، وہاں بھی وہی سانپ ظاہر ہوا۔ غرضیکہ جہاں قبر کھودے وہاں وہی سانپ نکل آتا۔ آخر انہوں نے تنگ آکر اسی سانپ کے ساتھ اسے دفن کردیا۔

(سعادۃ الدارین للنبہانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۳)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے قبر سے غائب ہوجانا:

علامہ حقی نازلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ابن ہیلان نامی ایک شخص رہا کرتا تھا جو صحابہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ کسی وجہ سے دوسرے دن اس کی قبر کھودی تو دیکھا کہ اس کی لاش غائب تھی۔ اس واقعے میں حضرت قاضی جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ اس واقعے کو اس زمانے کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سمجھا۔ (تفسیر روح البیان، صفحہ ۳۲۷، ج ۱۰۔ از علامہ ابوالخیر)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہوگیا:

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو و تلاش کیا کرتی تھی۔ آپ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا، مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آکر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ "تیرا چہرہ بگڑ جائے۔" ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہوگیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ صفحہ ۸۶۶، بحوالہ ابن عساکر)

ایک خارجی کی ہلاکت:

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ سن کر رنج و غم میں ڈوب گئے اور جوش میں آکر یہ دعا کردی کہ "یا اللہ! اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر و عذاب دکھا دے۔"

آپ کی زبان سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہوگیا۔ جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، ج ۲ صفحہ ۸۶۶، بحوالہ حاکم)

جاسوس اندھا ہو گیا:

ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔ آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برأت ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ ''اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے۔'' ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے۔ (شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۶۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا:

علی بن زاذان کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بے باکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ ''اے امیر المومنین! آپ جھوٹے ہیں۔''

آپ نے فرمایا کہ ''اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔''

اس گستاخ نے کہہ دیا کہ ''آپ میرے لیے بددعا کر دیجئے، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔''

اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲ صفحہ ۲۷۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کا وبال:

ایک قریشی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص دیکھا، جس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا۔ وہ اسے چھپائے رہتا تھا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولا ''میں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ مجھ سے اس کے بارے میں جو بھی پوچھے گا ضرور بتا دوں گا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت برا کہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کسی نے آ کر کہا تو ہی مجھے برا کہتا رہتا ہے۔ پھر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ صبح کو جو میں اٹھا تو جہاں طمانچہ لگا تھا وہ جگہ سیاہ پڑ گئی تھی اور اب تک سیاہ ہے۔'' (کتاب المنامات)

صحابہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کے منہ سے غلاظت کی الٹی:

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب تجرید العقائد کے آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر تبرا کیا تھا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا:

ایں چیست

''یہ کیا ہے؟''

کوئی خوش عقیدہ عالم وہاں موجود تھے بولے۔

''ایں ہمار یداست کہ درآخر تجرید خوردی

''یہ وہی گندگی ہے جو تو نے تجرید کے آخر میں کھائی تھی۔''

حق تعالیٰ شانہ ہمیں تمام اکابر کے سوء ادب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم، صفحہ ۱۴۴)

موضوع نمبر ۳۶

ٹی وی دیکھنے والوں پر اللہ کے عذابات کے عبرتناک واقعات

T.V. چھوڑ کر مرنے پر عذاب قبر:

ایک شخص نے برطانیہ سے اس قسم کا واقعہ لکھ کر بھیجا کہ اندرون سندھ میں رہنے والے ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ ایک رات میں قبرستان میں ایک تازہ قبر کے پاس بیٹھ گیا، تاکہ عبرت حاصل ہو۔ بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی اور قبر کا حال مجھ پر منکشف ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبر والا آگ کی لپیٹ میں ہے اور چلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے ''مجھے بچالو! مجھے بچالو!''

میں نے کہا: ''میں کیسے بچاؤں؟''

اس نے کہا:

''تھوڑے ہی دن پہلے میرا انتقال ہوا ہے، میرا جوان بیٹا اس وقت ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہا ہے۔ جب جب وہ ایسا کرتا ہے مجھ پر شدید عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کے واسطے میرے جوان بیٹے کو سمجھاؤ کہ عیش کوشیوں میں نہ پڑے، وہ یہ ٹی وی نہ دیکھا کرے کیونکہ اسے میں نے خریدا تھا اور اس کی وجہ سے میں پھنس گیا ہوں۔ افسوس کہ میں نے اس کی دنیوی تربیت تو کی لیکن اسلامی تربیت نہ کی۔ اسے گناہوں سے منع نہ کیا اور قبر و آخرت کے معاملات سے خبردار نہ کیا۔''

قبر والے نے اپنا نام و پتہ بھی بتا دیا۔ چنانچہ میں صبح قریبی بستی میں واقع اس شخص کے مکان پر پہنچا۔ نوجوان نے رات فلم دیکھنے کا اعتراف کیا۔ میں نے جب اس کو اپنا خواب سنایا تو وہ اپنے والد مرحوم کی لاچاری اور عذاب میں گرفتاری کے صدمے سے رونے لگا اور اس نے اپنے گھر سے T.V کو نکال باہر کیا۔

ٹی وی پر بین کی آواز سن کر سانپ اندر آ گیا اور ایک عورت کو ڈس لیا!!

راولپنڈی میں ایک کمرے کے اندر ٹی وی چل رہا تھا۔ ٹی وی میں بین بج رہی تھی۔ بین کی آواز سن کر ایک بہت بڑا سانپ کمرے میں داخل ہوا اور بین کی آواز پر مست ہو کر جھومنے لگا۔ اتنے میں ایک عورت بھی ٹی وی دیکھنے کے لیے اس کمرے میں داخل ہوئی تو سانپ نے اس عورت پر حملہ کر دیا اور ٹی وی دیکھنے والی یہ عورت موقعے پر ہی ہلاک ہو گئی۔

(نوائے وقت، یکم اگست ۱۹۹۴ء)

ٹی وی کے ذریعے ڈش انٹینا دیکھنے والوں کی شکلیں بدل گئیں:

ایک رپورٹ کے مطابق برازیل اور کولمبیا ناچ گانوں کے شہروں میں ہاگ ہارس نام کے جراثیم نے انسانوں کی شکلوں کو خنزیر کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ جب یہ جرثومہ جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو جسم کالا سیاہ ہو جاتا ہے اور جسم کے اوپر ہر جگہ کالے اور موٹے سخت بال اگ آتے ہیں۔ ناک چوڑی اور بڑھ جاتی ہے۔ ہر اعضاء پر ہڈی نما پھوڑے بن جاتے ہیں اور بجائے اس زبان کے کہ انسانی آواز نکلے، ان کی زبانوں سے خنزیر کی سی آواز نکلتی ہے۔

ڈاکٹر اور سائنسدان بے بس ہو چکے ہیں اور اب حال یہ ہو چکا ہے کہ خوف کے مارے ڈاکٹر اور سائنسدان بھی ان کے نزدیک تک نہیں جاتے، کیونکہ یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ ان کے دیکھنے سے بھی یہ مرض اور بیماری لگ جاتی ہے۔ ایک سو چھیانوے افراد جو اشرف المخلوقات تھے، ایک ذلیل تر مخلوق میں تبدیل ہو گئے ہیں اور مزید ہو رہے ہیں۔ یہ مرض و بیماری ٹی وی کے ذریعے ڈش انٹینا کے دیکھنے سے لاحق ہوئی ہے۔

(ماہنامہ التزکیہ، نومبر ۹۵)

اب آپ ہی ان واقعات و مشاہدات سے اندازہ لگائیں کہ جانور، پرندے اور انسان تک کی صحت اس ٹی وی سے کس قدر متاثر ہوتی ہے۔ ماہرین فن تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ایک کمرے میں ٹی وی چل رہا ہو تو ساتھ والے کمرے میں بیٹھنے والے لوگوں کی صحت بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

ٹی وی لانے پر عذاب قبر:

سعودی عرب میں دو دوست رہتے تھے۔ ایک ریاض میں، ایک جدہ میں۔ دونوں نیک صالح آدمی تھے۔ دونوں کے درمیان آپس میں گہری دوستی اور محبت تھی۔ ریاض والے دوست نے اپنے بچوں کے بے حد اصرار پر ان کو ٹی وی خرید کر دیا اب گھر والے ٹی وی دیکھنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال کے بعد جدہ والے دوست نے خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت کی تو دیکھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔ اس نے پوچھا کہ "بھائی تمہارا کیا حال ہے؟"

اس دوست نے جواب دیا کہ "کیا بتاؤں، جب سے میرا انتقال ہوا ہے، اپنے گھر والوں کو ٹی وی لا کر دینے کی وجہ سے اس وقت سے عذاب میں مبتلا ہوں۔ اب وہ تو ٹی وی دیکھ کر مزے اڑا رہے ہیں اور میں عذاب کے اندر مبتلا ہوں اور میں ہی جانتا ہوں کہ میرا وقت کس طرح مصیبت کے ساتھ گزرتا ہے۔ میں سخت تکلیف میں ہوں۔ تم میرے گھر جا کر ان کو سمجھاؤ کہ کسی طرح گھر سے ٹی وی نکال دیں تاکہ میرا عذاب دور ہو جائے۔"

اس دوست نے کہا کہ "اچھا، میں تمہارے گھر جا کر ان کو سمجھاؤں گا۔" جب صبح ہوئی تو اس کو رات والا خواب یاد نہیں رہا اور سارا دن اپنے کام کاج میں مشغول رہا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر ریاض والے دوست کی زیارت کی۔ اس نے شکایت کی کہ "میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے گھر جلدی جاؤ، میں بہت تکلیف میں ہوں، تم ابھی تک میرے گھر نہیں گئے۔"

اس دوست نے پھر وعدہ کر لیا کہ "میں کل صبح ضرور جاؤں گا۔"

یہ جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ دوسرے دن میرا ریاض جانے کا پختہ ارادہ تھا۔ لیکن پھر کوئی ایسا کام پیش آ گیا جس کی وجہ سے میں ریاض نہ جا سکا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر اس دوست کی زیارت ہوئی۔ پھر اس نے شکایت کی کہ "تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں جاؤں گا، لیکن تم جاتے نہیں ہو اور میں یہاں بہت سخت تکلیف اور عذاب میں ہوں۔"

اس دوست نے وعدہ کر لیا کہ کل صبح ضرور ہی جاؤں گا۔ چنانچہ جدہ والا دوست صبح ہوتے ہی جہاز کے ذریعے ریاض اپنے دوست کے گھر پہنچ گیا اور سب گھر والوں کو جمع کیا اور پھر ان کو اپنا خواب بتایا کہ "تمہارے والد صاحب اس طرح سخت عذاب میں مبتلا ہیں اور انہوں

نے عذاب کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ میں نے ٹی وی لا کر دیا ہے اس لیے مرنے کے بعد سے عذاب ہو رہا ہے۔ میرے گھر والے تو عیش کر رہے ہیں اور میں عذاب میں مبتلا ہوں۔"

جب انہوں نے اپنے باپ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں سنا تو وہ لوگ زار وقطار رونے لگے کہ "ہائے ہماری وجہ سے ہمارے والد صاحب کو عذاب ہو رہا ہے۔" اس کے بعد بڑا بیٹا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ٹی وی کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا جس سے ٹی وی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ ٹکڑے اٹھا کر اس نے کوڑے کے ڈبے میں ڈال دیے اور اس نے کہا "آج کے بعد ہمارے گھر میں یہ لعنت نہیں ہوگی، جس کی وجہ سے ہمارے باپ کو عذاب ہوتا ہے۔"

جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوا کہ اولاد ماشاء اللہ سعادت مند ہے کہ انہوں نے بہت جلد اپنے باپ کی تکلیف کا خیال کیا اور اپنا بھی خیال کیا۔ اپنے باپ کو بھی قبر کے عذاب سے بچا لیا اور اپنے آپ کو بھی جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ پھر میں واپس جدہ اپنے گھر میں آ گیا۔ رات کو سویا تو پھر خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی۔ اب جو دیکھا تو ماشاء اللہ وہ مسکرا رہا ہے اور ہشاش بشاش ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ "کہو، کیا حال ہے؟"

اس نے کہا کہ "بھائی، اللہ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جس طرح تم نے میری مصیبت دور کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبتیں بھی دور فرمائے۔ جس وقت میرے بڑے بیٹے نے ٹی وی کو زمین پر پٹخا تھا، اسی وقت سے میرا عذاب بھی ختم ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما دی ہے۔"

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرتناک واقعہ:

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھا ہے، ٹی وی دیکھنے والوں پر مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے واقعات بھی سامنے آ رہے ہیں، جس سے ہمیں فوراً سبق لینا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لیے دکھاتے ہیں تاکہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔

چنانچہ ایک رسالے "ٹی وی کی تباہ کاریاں" میں ایک عورت کا بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں اور بیٹی تھیں۔ ماں نے بیٹی

سے کہا کہ ”آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں۔ افطاری کی تیاری کرنی ہے اس لیے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کراؤ۔“

بیٹی نے صاف جواب دیا کہ ”اماں اس وقت ٹی وی پر ایک خاص پروگرام آ رہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس سے فارغ ہو کر کچھ کروں گی۔“

چونکہ وقت کم تھا، اس لیے ماں نے کہا کہ ”تم اس کو چھوڑو، پہلے کام کراؤ۔“

مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی ان سنی کر دی اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لیے بلوائے گی۔ چنانچہ اوپر کمرے میں جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہو گئی۔

نیچے ماں بے چاری آواز دیتی رہ گئی، لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر ماں سے افطاری کے لیے جو تیاری ہو سکی، اس نے کر لی۔ اتنے میں مہمان بھی آ گئے اور سب لوگ افطاری کے لیے بیٹھ گئے۔ ماں نے پھر لڑکی کو آواز دی تا کہ وہ بھی آ کر روزہ افطار کر لے، لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی۔ چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تو اب ماں اور گھبرا گئی کہ اندر سے جواب کیوں نہیں آ رہا؟

چنانچہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا۔ انہوں نے آواز دی اور دستک دی، مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا۔ جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہے اور اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

اب سب گھر والے پریشان ہو گئے۔ اس کے بعد جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اٹھی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہو گئی ہے۔ اب سب لوگ پریشان کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھ رہی۔

اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی اور ہلکی ہو گئی۔ اب صورتحال یہ ہو گئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی ہو جائے اور اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہو جائے۔ اس طرح ٹی وی اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے اور اس کو غسل دیا اور کفن دیا۔

جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چارپائی ایسی ہو گئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو۔ لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے مسہری بھی اٹھ گئی۔ تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے۔

بالآخر جب ٹی وی جنازے کے آگے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے۔ آگے ٹی وی اور پیچھے جنازہ چلا۔ پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے واپس جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو۔ لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

”اے عقل مندوں عبرت حاصل کرو۔“

لوگوں نے جلدی سے ٹی وی کو وہیں رکھا اور دوبارہ اس کی لاش قبر کے اندر کر کے قبر بند کر دی اور پھر ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی۔ اب لوگوں نے کہا کہ ”یہ تو ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہو گی، اس کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔“

آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی بھی اس کے سرہانے رکھ دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کرنا پڑا۔

العیاذ باللہ! اب آپ سوچیے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوا ہوگا اور کیا انجام ہوا ہوگا؟ ہماری عبرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا، اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو یہ ہماری ہی نالائقی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو اتمام حجت ہے۔

موضوع نمبر۳۷

اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرت ناک واقعات

بے دین پر سانپ کا عذاب:

عبداللہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک مردے کو غسل دینے گیا۔ جب میں نے غسل دینے کے لیے اس کے منہ سے کپڑا سرکایا تو اس کی گردن میں کالا سانپ لپٹا ہوا تھا۔ میں نے سانپ سے کہا ”تو بھی مامور ہے اور ہمارا بھی یہ طریقہ ہے کہ اپنے مردوں کو غسل دیں، اگر تجھے اجازت ہو تو کسی کونے میں چلا جا تاکہ ہم غسل دے دیں پھر تو اپنی جگہ آ جانا۔“

چنانچہ وہ سانپ گردن سے علیحدہ ہو کر گھر کے ایک کونے میں چلا گیا۔ جب غسل ہو چکا تو پھر آ کر گردن میں لپٹ گیا۔ یہ مردہ ایک زندیق بے دین تھا۔

اللہ کے نافرمانوں کا قبر میں قبلے سے منہ پھر گیا:

ابواسحٰق فرازی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:

میرے پاس ایک آدمی آ کر کہنے لگا کہ میں قبروں کو اکھیڑا کرتا تھا اور کچھ مردوں کے منہ قبلے کی مخالف سمت نظر آتے تھے۔ ابواسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے امام اوزاعی سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ وہ مردے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو غیر سنت پر ہیں۔

(ابن ابی الدنیا)

فضل بن یونس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ عبدالملک کو اور اس کے بیٹے ولید کو جس شخص نے قبر میں اتارا اس کا کہنا ہے کہ جب ان کو قبروں میں سلا کر کفن کا بند کھولا تو ان کے منہ قبلے کے خلاف دوسری سمت میں پھرے ہوئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات عبدالملک کے دوسرے بیٹے مسلمہ کے سامنے کہی تھی۔ (ابن ابی الدنیا)

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے والوں پر عذاب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عورتیں اور کچھ مرد دیکھے جو سرینوں کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ تھوڑا سا پانی اور کیچڑ چاٹ رہے تھے۔ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے تھے۔“ (شرح الصدور، صفحہ۱۷)

خودکشی کا عذاب:

ابو حریش رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خلیفہ ابوجعفر منصور نے کوفہ کی خندق کھودی تو وہاں جتنے مردے دفن تھے ان کے وارثوں نے اپنے مردوں کو وہاں سے منتقل کر دیا۔ اس دوران میں ایک جوان کی لاش ملی جو کہ اپنے ہاتھوں کو خود کاٹ رہا تھا۔

(ابن ابی الدنیا)

مطلب یہ ہے کہ اس جوان نے اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کر خودکشی کر لی تھی۔ اس لیے وہ مرنے کے بعد ہمیشہ اپنے ہاتھ کاٹتا رہے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جس نے جس طریقے سے خودکشی کی ہو گی اسی طریقے سے ہمیشہ عمل کرتا رہے گا۔

شوہر کی ناخوشی سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے:

روایت ہے کہ ایک بڑھیا حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور رو رو کر کہنے لگی کہ میری ایک بیٹی تھی، میں نے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ چند روز بعد وہ مر گئی۔ رات کو میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سولی پر چڑھی ہوئی ہے۔ فریاد و زاری کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ ”بیٹی یہ کیا حال ہے؟“

تو اس نے جواب دیا۔ ”چونکہ میں نماز میں سستی کرتی تھی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسے دار پر کھینچ دو۔“ یہ سن کر میں بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کے سر سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس سے کہا جا رہا ہے کہ ”تو نامحرموں سے اپنے سر کے بال کیوں نہیں چھپاتی تھی۔“

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ”دو شخص آگ کے نیزے ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور

اس کے کان میں اس طرح مارتے ہیں کہ نیزہ ادھر سے ادھر پار ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ تو ایسی باتیں کیوں کرتی تھی۔ جس سے گھر کے لوگوں میں عداوت پڑ جاتی تھی۔ پھر دیکھا کہ ببول کے کانٹوں کا لٹھا اس کی دونوں آنکھوں میں ڈال کر گھسیٹا گیا اور اس سے کہا گیا کہ ”تو اپنی آنکھوں کو نامحرموں سے کیوں نہیں چھپاتی تھی۔“

اس کے بعد اس کی زبان نکال کر کاٹی گئی اور کہا گیا۔ ”اپنے شوہر کو تلخ جواب کیوں دیا کرتی تھی۔“ اس کے بعد دو شخص سیاہ پوش آ موجود ہوئے۔ ان کے بدن پر بال سیخ کی مانند کھڑے تھے۔ ان دونوں نے بہت بھاری بیڑیاں اس کو پہنا دیں اور دونوں نے اسے آگ کے گرز سے مارنا شروع کر دیا اور کہا کہ ”شوہر سے اجازت لیے بغیر گھر سے باہر کیوں جاتی تھی۔“ اور کہا بعد میں اس بڑھیا نے۔ ”یا رسول اللہ! اس کی فریاد رسی کیجیے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر کو بلوا کر قبر کے عذاب کا مشاہدہ کرایا۔ شوہر نے اس کے قصور و خطا سب معاف کر دیئے تو عذاب قبر موقوف ہو گیا۔

مظلوم کی حمایت نہ کرنے سے بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے:

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس گاؤں کے آدمی بہت مغموم اور رنجیدہ نظر آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم میں ایک مرد صالح تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ دعا فرمائی اور عذاب کی علامات دیکھ کر آپ نے اس مردے سے پوچھا۔ ”تجھے کس گناہ کی پاداش میں عذاب ہو رہا ہے؟“

مردے نے عرض کیا کہ ”ایک مالدار میرے سامنے ایک غریب پر ظلم کر رہا تھا۔ میں اسے ظلم سے بچا سکتا تھا، مگر میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اب مرنے کے بعد میرے پیروں میں آگ کی جوتیاں پہنا دی گئی ہیں۔ اس کی گرمی سے میرا دماغ کھول رہا ہے۔“ (مقاصد الصالحین)

قبر میں داڑھی منڈے شخص کی ٹھوڑی پر بچھوؤں کا عذاب:

یہ بات ایک بہت ہی ذمے دار آدمی نے بتائی۔ دو افغانی پشاور سے افغانستان ٹرک پر جا رہے تھے۔ راستے میں ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ان کا ٹرک تباہ ہو گیا اور یہ دونوں ساتھی وہیں

مر گئے۔ ان میں سے ایک کی سنت کے مطابق داڑھی تھی اور دوسرا داڑھی منڈاتا تھا۔

ان دونوں کا کوئی وارث نہ ملا اور نہ ہی پتہ چل سکا کہ یہ دونوں کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کافی دیر انتظار کے بعد ان دونوں لاشوں کو دفن کر دیا گیا۔ کافی دنوں کے بعد جب ٹرک منزل مقصود تک نہ پہنچا تو متوفیوں کے رشتے داروں نے چھان بین شروع کی۔ تباہ شدہ ٹرک کے ڈھانچے سے ان کو پتہ چل گیا کہ ان کے دونوں عزیز یہاں ہیں۔

وہاں کے لوگوں نے حادثاتی موت کی خبر دی۔ ان کے رشتے داروں کو دونوں قبریں دکھائیں۔ متوفیوں کے رشتے داروں نے لاشوں کو لے جانے کے لیے تقاضا کیا۔ قبروں کو کھولا گیا، جس آدمی کی سنت کے مطابق داڑھی تھی، وہ تو ویسے ہی قبر میں تر و تازہ موجود تھا۔ کسی کیڑے مکوڑے نے خراب نہ کیا تھا۔ دوسرا ساتھی جو بغیر داڑھی کے تھا، اس کی ٹھوڑی کو بچھو کھا رہے تھے۔ نظارہ بہت عبرتناک تھا، چنانچہ اس دوسری میت کو وہیں پر چھوڑ دیا گیا اور نکالنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔

پاؤں اور گردن کو کھینچ کر باندھنے کا عذاب:

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلمہ بن عبداللہ سے بیان کیا کہ جس شخص نے ولید بن عبدالملک کو دفن کیا تھا، اس کا بیان ہے کہ جب میں نے ولید کو قبر میں لٹا کر سر کی طرف سے کفن کا بند کھولا تو اس کا منہ گدی کی طرف پھرا ہوا تھا اور دونوں گھٹنے گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ بعض مشائخ دمشق کا بیان ہے کہ اثنائے سفر حج میں ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ اتفاقاً لحد میں کلہاڑی رہ گئی۔ اب جو ہم نے قبر کھولی تو اس کے ہاتھ پاؤں گردن سے بندھے پائے گئے۔

فحش گوئی کا عذاب:

مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع پر گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا یا لبیک ”میں حاضر ہوں“ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گر پڑے اور روئے۔

اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے

پر خوشی کے آثار تھے۔ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قبر کے مردے کو عذاب دیا جارہا تھا، جب اس نے مجھ کو دیکھا تو پکار کر کہنے لگا "اے امت کے شفیع!" میں نے جواب میں کہا "لبیک" یعنی میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ "میرے اوپر نیچے آگ ہی آگ ہے۔ آپ میری سفارش فرمائیں۔"

میں نے اس کے لیے اللہ سے سفارش کی، اور وہ قبول ہوئی۔ اس پر مجھے وہ خوشی ہوئی جو تم نے محسوس کی۔ پوچھا گیا، قبر کا مردہ کیوں عذاب میں مبتلا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی زبان فحش گو تھی، یعنی وہ بدزبانی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا تھا۔

موت کے بعد کئی من وزنی لاش:

رمضان ۶۴۲ھ میں بنومنبہ اور بنومعین دو قبیلوں کے درمیان لڑائی ہوئی، قبیلہ بنومعین کے ایک شخص مسعود بن علی کو تیر لگا۔ اس کو زخمی حالت میں لے جارہے تھے کہ راستے میں مرگیا، پھر لے جاکر اس کو اس کے گھر ایک چار گز چوڑی چارپائی پر رکھ دیا۔ اقرباء تعزیت کو جمع ہوئے اور میت کو دیکھ کر اژدھام کی وجہ سے چھتوں پر چڑھ گئے۔ مردے کے پاس اس کا بھائی آگیا تھا۔

اچانک مردے کے بھائی نے شور کر کے کہا کہ "جلدی آؤ اور اس کا حال دیکھو۔"

سب لوگ دوڑ کر آگئے۔ دیکھا کہ اس مردہ کی چوڑائی اور لمبائی اس چارپائی سے بھی بڑھ گئی۔ شکم پھول کر ٹیلہ ہوگیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ستونوں کی طرح اور انگلیاں موٹی کلائی کی طرح ہوگئیں۔ سر پتھر کی طرح، کان گدھے کی طرح بڑے اور منہ سیاہ ہوگیا۔ لوگوں کو یہ منظر دیکھ کر حیرت ہوئی۔ سب لوگ دم بخود اس پر غور ہی کر رہے تھے کہ اچانک مردے نے چیخ ماری اور پھر بدن پر آبلے نکل آئے۔

میت کے بوجھ کی وجہ سے چارپائی ٹوٹ گئی۔ صبح کے وقت ایک بڑا گڑھا کھود کر ساٹھ آدمی مردے کو اٹھانے کے لیے آئے، مگر نہ اٹھا سکے۔ پھر گھر کے در و دیوار کو توڑ کر اس کو لمبی لکڑیوں اور بلیوں کے سہارے اس طرح لڑھکایا جس طرح کسی بڑے پتھر کو لڑھکاتے ہیں۔

اسی طرح لڑھکاتے ہوئے اس کو قبر میں لے جاکر دفن کر دیا۔

یہ واقعہ محمد بن سلیمان منبھی نے قاضی عبداللہ بن زید عیسیٰ سے بیان کیا اور محمد بن سلیما...

نے اس واقعے کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ (زواجر)

قبر کی آگ کا تعاقب:

یہ ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے۔ میں ایم بی بی ایس کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تشریح البدن (اناٹومی) کا مضمون پڑھنے کے لیے انسانی ہڈیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ کالج ابھی نیا نیا بنا تھا اور انسانی ہڈیوں کا ذخیرہ بہت محدود تھا۔ چنانچہ میرے چند دوستوں نے نشتر میڈیکل کالج کے ساتھ والے قبرستان (جو ان دنوں قلعہ والا قبرستان کہلاتا تھا) کی طرح رجوع کیا۔ قبرستان کے مجاور سے جاکر بات کی، کچھ پس و پیش کے بعد وہ بائیس روپے میں پورا انسانی ڈھانچہ فراہم کرنے پر رضامند ہوگیا۔ لڑکے رات کو ایک بوری اور بائیس روپے مجاور کو دے آتے اور اگلے روز ان کو پورا انسانی ڈھانچہ مل جاتا۔ مجاور کا یہ کاروبار چلتا رہا۔

کچھ عرصے کے بعد مجھے انسانی کھوپڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں قبرستان گیا اور مجاور سے ملا۔ وہ اس وقت مسجد میں بیٹھا تھا۔ میرے اصرار کے باوجود اس نے انسانی ہڈی فراہم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب میں نے اصرار کے ساتھ وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ چند روز قبل جب اس نے ایک قبر کھولی تو قبر میں سے آگ کا ایک شعلہ نکلا، جس نے اس کا پیچھا کیا۔ مجاور نے مزید بتایا کہ وہ پوری تیزی سے جان بچانے کے لیے بھاگا، مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، جب وہ بھاگتے بھاگتے مسجد میں داخل ہوگیا تو وہ آگ واپس چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ اب اس نے پکی توبہ کر لی ہے کہ کبھی قبروں کی توہین نہیں کرے گا۔ (از ڈاکٹر عبداللہ)

دہشت ناک آواز:

مارچ ۲۰۰۱ء کے "ماہنامہ البرہان" کے مضمون سے اقتباس:

جب ہوش سنبھالا، اپنے بڑوں کی طرح دنیا کی ہوس میں سرگرداں رہا۔ مجھے غرض دولت سے تھی، یہ نہیں کہ دولت حرام طریقوں سے آرہی ہے یا حلال۔ ہر قسم کا نیا فیشن ہمارے گھر میں آتا۔ ٹی وی، وی سی آر اور ڈھیر ساری فلمیں۔ غرض ایسی کوئی لعنت نہ تھی جو میرے گھر میں موجود نہ ہو۔ رات کو تفریح طبع کے لیے پوری فیملی کے ساتھ روزانہ فلم دیکھ کر سوتا۔

ایک دن مجھے محسوس ہوا کہ...

صرف ایک گلاس پانی مانگنے کے لیے مجھے پورے جسم کی قوت صرف کرنا پڑی۔ اگلے ہی لمحے اسپتال میں ڈاکٹروں کی پوری ٹیم میرے گرد موجود تھے۔ میرے کانوں میں آواز پڑی، دل کا شدید دورہ ہے، بہت مشکل ہے۔ دعا کیجیے۔ یکلخت مجھے محسوس ہوا جیسے میرے جسم کو چلتی ہوئی آرا مشین کے سامنے کر دیا گیا ہو، جیسے میرے جسم کو قینچی سے کترا جارہا ہو، جیسے مجھے ابلتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا ہو، جیسے میرے جسم کے تلوار سے ایک ہزار ٹکڑے کر دیئے گئے ہوں۔ جیسے زندہ بکری کی کھال اتاری جارہی ہو، جیسے بیلنے میں گنے کے ساتھ مجھے بھی ڈال دیا گیا ہو۔

میں بہت چلایا، مجھے چھوڑ دو، صرف ایک بار مہلت دے دو، میں بہت نیک ہو جاؤں گا، مر گیا، ہائے اللہ...... ہائے میری اماں...... کہاں مر گئی میری بیوی...... کہاں مر گئی میری اولاد...... کہاں مر گئے میرے کارندے...... کہاں گیا میرا مال...... کہاں گئے میرے تعلقات؟؟

ملک الموت کی دہشت ناک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''نکل اے خبیث روح اپنے خبیث بدن سے، نکل آج تو بہت قابل مذمت ہے۔ کھولتے ہوئے پانی، پیپ، قوم اور طرح طرح کے عذابوں کی تجھے خوشخبری ہو۔''

اس وقت میں اتنی تکلیف محسوس کر رہا تھا جیسے کسی نے باریک ململ کا کپڑا سخت خاردار ٹہنیوں پر ڈال کر زور سے اپنی طرف کھینچا ہو، اس طرح میرا سارا بدن تار تار ہو گیا۔ پہلے میرے پاؤں ٹھنڈے ہوئے، پھر پنڈلیاں اور آہستہ آہستہ پورا بدن ٹھنڈا ہو گیا اور میں مر گیا۔

ذرا سوچیے کہ یہ کیفیت تو صرف جان نکلنے کے وقت کی تھی، اس کے بعد قبر و حشر اور جنت و دوزخ کا معاملہ باقی ہے۔

یہ اونچے اونچے محل کچھ کام کے نہیں ہیں
یہ عالیشان بنگلے کچھ کام کے نہیں ہیں
آنکھوں سے تو نے دیکھے جنازے کتنے
ہاتھوں سے تو نے دفنائے مردے کتنے
دو گز زمیں کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے
مخمل پہ سونے والے مٹی میں سو رہے ہیں
خیر و شر کی ہو ہمیں پہچان بزم زیست میں
ہم سے لوگوں کو خدایا وہ بصیرت چاہیے

ایک شخص کا واقعہ، جس کا قہقہہ اس کو موت کے منہ میں لے گیا:

بعض دفعہ ہنستے ہوئے یا قہقہہ لگاتے ہوئے جبڑے زیادہ کھل جائیں تو مضر صحت ثابت ہوتے ہیں، جیسے جماہی میں ہوتا ہے۔ حال ہی میں اخباروں میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے اپنے گھر میں کسی بات پر قہقہہ لگایا اور کچھ دیر لگاتار قہقہہ لگاتا رہا۔ پھر کچھ ایسا تسلسل اس کی ہنسی کا شروع ہوا کہ رک نہ سکا۔ بے تحاشا کئی روز تک لگاتار ہنستا رہا اور قہقہے لگاتا رہا۔ بہت علاج کیے گئے، مگر کوئی کارگر ثابت نہ ہوگا اور آخر کار اسی طرح ہنستے اور قہقہے لگاتا ہوا وہ جاں بحق ہو گیا۔

شب معراج مجرموں کے عذاب کا معائنہ:

رجب المرجب کی ستائیسویں شب بسلسلہ معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک و عبد خاص صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار پاک اور عظیم قدرتوں کے مشاہدے کے علاوہ مجرموں کے عذاب کا معائنہ کرایا، تاکہ آپ کی امت ان جرائم سے محفوظ رہ کر ان کے ہولناک عذاب سے بچے۔ خوب غور سے پڑھیے اور اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔

بے نماز:

شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ جس کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے تھے اور سر پھوڑے جانے کے بعد پھر اپنی اصلی حالت میں ہو جاتے تھے اور یہ سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا ''یہ وہ لوگ ہیں جو نماز سے غفلت کرتے تھے۔''

تارک زکوٰۃ:

ایک قوم پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کی شرمگاہ پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ حیوانوں کی طرح کانٹے، زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال کی زکوۃ نہیں نکالتے تھے۔''

زانی:

ایک قوم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ جس کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا، سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور وہ سڑا ہوا خبیث گوشت کھاتے ہیں مگر پکا ہوا نفیس گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''یہ وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال بیوی ہو اور وہ بدکار عورت کے پاس رات گزاریں اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال شوہر چھوڑ کر بدکار مرد کے پاس رات گزاریں۔''

سودخور:

ایک قوم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جو خون کی نہر میں تیرتی اور پتھر کھاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔''یہ سود خور ہیں۔''

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوروں کو اس حال میں بھی دیکھا کہ ان کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے ہیں۔ جن میں سانپ دکھائی دیتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے۔

بے عمل لوگ:

ایک قوم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جس کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''یہ وہ فتنہ پرور لوگ ہیں جو لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے۔''

چغل خور:

ایک قوم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ جس کے تانبے کے ناخن تھے۔ ان سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو زخمی کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''یہ چغل خور ہیں، جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزت کے درپے ہوتے ہیں۔''

چغل خوروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں بھی دیکھا کہ ان کے پہلوؤں کا گوشت کاٹا جاتا ہے اور وہ اس کو کھاتے ہیں اور ان کو کہا جاتا ہے''کھاؤ، جیسے اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون لوگ ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔''یہ لوگوں کی غیبت کرنے والے چغلخور ہیں۔''

امانت:

ایک شخص پر آپ کا گزر ہوا۔ جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا جمع کر رکھا ہے وہ اٹھا نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اس میں اور لاد کر رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کون ہے؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے۔ جس کے پاس لوگوں کی اتنی امانتیں ہیں کہ جن کو ادا نہیں کر سکتا، لیکن اس کے باوجود اور اکٹھی کرتا جاتا ہے۔''

زبان دراز:

ایک پتھر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جس سے ایک بیل نکلتا ہے اور پھر اس پتھر میں داخل ہونا چاہتا ہے، لیکن داخل نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''یہ کیا ہے؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔''یہ اس شخص کا حال ہے جو منہ سے ایسی بات نکالتا ہے جس پر اسے ندامت ہوتی ہے، لیکن پھر اسے واپس نہیں لوٹا سکتا۔''

یتیم کا مال کھانے والے:

ایک قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، جن کے چہرے اونٹ کی طرح ہیں اور وہ لوگ آگ کے انگارے منہ میں ڈالتے ہیں جو ان کے پیچھے سے نکلتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکار کو کنویں سے خالی ڈول ڈولتے بھی دیکھا۔

حرام خور:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک دستر خوان پر پاکیزہ گوشت ہے اور ایک دستر خوان پر بدبودار گوشت اور کئی لوگ پاکیزہ گوشت چھوڑ کر بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔''

بدکار عورتیں:

عورتوں کے ایک گروہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ چھاتیوں سے لٹکی ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''یہ وہ عورتیں ہیں جو خاوندوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے بدکاری کرتی ہیں اور حرامی بچوں کو ان کی اولاد میں داخل کرتی ہیں۔''

بے پردہ عورتیں:

عورتوں کے ایک گروہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے آگ سلگ رہی ہے جو ان کا بدن کھائے جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''یہ وہ عورتیں ہیں جو پردہ نہیں کرتیں اور اپنے خاوند

کے سوا غیر مردوں کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں اور بے پردہ ہو کر ان کو اپنی زینت دآرائش دکھاتی ہیں۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ جو عورت سرمہ لگا کر غیر محرم کو دکھاتی ہے، خدا اس کا منہ کالا کرے گا اور اس کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنا دے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

بین کرنے والیاں:

عورتوں کے ایک گروہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا قطران کا لباس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں پر بین اور واویلہ کرتی ہیں۔''

جھوٹی قسم کھانے والوں کی زبانیں گدی سے کھینچی جاتی تھیں۔ استغفر اللہ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(تفسیر روح البیان، نزہۃ المجالس)

چغلخوری پر عذاب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان قبروں کے مردے عذاب میں مبتلا ہیں، یہ کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ہیں، ان میں سے ایک شخص پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرا چغلخوری کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لی اور چیر کر دو جگہ کی، ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں ہری بھری رہیں گی اس وقت تک عذاب قبر میں کمی ہو جائے گی۔

(بخاری و مسلم)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک قبرستان سے گذرا۔ میں نے ایک قبر پر کچھ دباؤ کی آواز سنی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''کیا تم نے آواز سنی ہے؟''

میں نے عرض کیا ''ہاں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"وہ تو ایک تھوڑی سی بات کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔"

میں نے پوچھا"وہ کیا ہے؟"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"وہ لوگوں کی چغلی کھایا کرتا تھا اور پیشاب سے پاک وصاف نہیں رہتا تھا۔" پھر اس قبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری شاخ نصب کر کے فرمایا"جب تک یہ ہری رہے گی عذاب میں کمی رہے گی۔" (دلائل النبوۃ للبیہقی)

اللہ کے نافرمان سور بن گئے:

محمد نصیر الدین قریشی الفاروقی اپنی کتاب حقوق والدین میں لکھتے ہیں کہ والد محترم مرحوم ومغفور ہمیں ایک حکایت سنایا کرتے تھے جسے میں یہاں تبرکاً بیان کر رہا ہوں۔

انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اپنے دوست دوکاندار کے ہاں ایک عرصے کے بعد ملنے گیا۔شام کو دکان بند کر کے مہمان کے ساتھ گھر گیا۔ وہاں پر ایک جوڑا سور کا باندھا ہوا تھا۔ میزبان نے ان کو کھولا، نہلایا دھلایا، کھانا تیار کیا تو پہلے اس سور کے جوڑے کو کھلایا، پھر مہمانوں کے ساتھ خود کھایا۔

مہمان یہ دیکھ کر حیرت میں گم رہا کہ اتنا متقی شخص اور یہ حرام جانور پالے ہوئے ہے۔ اس سے نہ رہا گیا۔ پوچھ ہی لیا۔ میزبان نے بتایا کہ"یہ اس کے والدین ہیں۔"

یہ سن کر مہمان کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جب میزبان نے وضاحت کی کہ"ان کی شکلیں اپنے کسی عمل کی سزا کے طور پر مسخ ہو گئی ہیں۔ مگر مجھ پر والدین کے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے اور میں اپنے عمل کی جزا کی توقع رکھتا ہوں۔" تب اس کو تسلی ہوئی۔

موضوع نمبر ۳۸

عذابات قبر کے عبرت ناک واقعات

عذاب قبر پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنونجار کے باغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر تشریف لے گئے۔ وہاں قبریں تھیں، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر بدکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"مردے عذاب دیئے جا رہے ہیں، انہی کی آواز سے یہ بدکا ہے۔ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں بھی وہ آواز سنوا دیتا۔"

(مسلم ابن ابی شیبہ)

سر میں لوہے کی میخیں ٹھونکنے کا عذاب:

عبدالمومن بن عبداللہ بن عیسیٰ ضبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک کفن چور تھا، مدت تک اس نے کفن چوری کی، لیکن توفیق الٰہی سے پھر اس نے توبہ کر لی، توبہ کے بعد اس سے دریافت کیا گیا کہ"قبروں میں سب سے زیادہ عجیب منظر تو نے کیا دیکھا؟"

اس نے بتایا کہ"میں نے جب ایک قبر اکھیڑی تو دیکھا کہ اس میں جو مردہ تھا، اس کے سارے جسم میں لوہے کی میخیں ٹھونکی ہوئی تھیں اور ایک بڑی میخ اس کے سر میں اور دوسری اس کے پیروں میں تھی۔" (ابن ابی الدنیا)

قبر میں عذاب دینے والی کیلیں لوہار سے مڑ نہ سکیں:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہاری منڈی بغداد میں آیا اور تھوڑی سی پرانی لوہے کی کیلیں بیچ گیا۔ ان کیلوں کے دو سرے بنے ہوئے تھے۔ اس لوہار نے جس نے ان کیلوں کو خریدا تھا، جب آگ میں تپا کر ... چاہا تو ... جو بڑی ... سے بڑی ہتھوڑی استعمال کر ڈالنے کے سیدھا نہیں کر سکا۔

عاجز آ کر اس نے بیچنے والے کو ڈھونڈنا شروع کیا کہ آخر اتنے سخت لوہے کی کیلیں اسے کہاں سے دستیاب ہوئیں؟ تھوڑی دیر کے بعد ایک دکان پر وہ آدمی بیٹھا ہوا مل گیا۔ اس سے پوچھا تو اس نے اصل حقیقت بتانے سے گریز کیا۔ اتنے میں کچھ اور لوگ بھی اسے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے اپنے مفر کی کوئی صورت نہ دیکھی تو کہنے لگا کہ "میں ان کیلوں کو ایک قبر سے نکال کر لایا ہوں یہ اس قبر کے مردے کی ہڈیوں میں جڑی ہوئی تھیں۔"

اس کے ساتھ اس نے یہ بھی بتایا کہ "میں خود بھی انہیں نکالنے سے عاجز آ گیا تھا۔ آخرکار ایک پتھر سے اس کی ہڈیاں توڑ توڑ کر میں علیحدہ کر سکا۔" (کتاب الروح۔ از مولانا عبدالمومن فاروقی)

قبر کی آگ نے ہاتھوں کی انگلیاں گلا دیں:

محمد بن یوسف فارابی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں جب ان کی تعزیت کو گیا تو دیکھا کہ وہ بہت ہی رنجیدہ اور غمگین بیٹھا ہوا ہے۔ ابوسنان کہتے ہیں کہ میں نے جب اس سے مزید حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ جب ہم لوگ مرحوم کو قبر میں رکھ کر مٹی ڈالنے لگے تو اچانک قبر سے کراہنے کی آواز سنائی دی، جس پر بے ساختہ میرے منہ سے چیخ نکل گئی کہ یہ تو بھائی مرحوم کی آواز ہے اور اسی کے ساتھ قبر کھول دینے پر مصر ہوا مگر اور لوگوں نے روک دیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر اسی طرح کراہنے کی دلخراش آواز نے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے۔ اب کی مرتبہ میری بینائی حد سے متجاوز ہو گئی۔ ہرچند کوشش کے باوجود کہ میں خود مرحوم کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا، مجھے ساتھیوں نے سختی سے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد پھر اسی طرح کراہنے کی صدا قبر سے بلند ہوئی۔ اس بار میں کیا کہوں، میرے صبر کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا اور میں سب لوگوں کے منع کرنے کے باوجود دیوانہ وار قبر کے تختے توڑ کر اندر کود ہی پڑا۔ میں آپ کو کیا بتاؤں کہ قبر کے اندر اتر کر میری آنکھوں نے کیا دیکھا؟

مجھے صاف دکھائی دیا کہ مرحوم بھائی کے گلے میں آگ کا ڈھلا ہوا ایک خوفناک طوق پڑا ہوا ہے اور اس کی تکلیف سے وہ بے چین ہو کر کراہ رہے ہیں۔ میں اس وقت بالکل بے خود تھا۔ ان کی یہ تکلیف مجھ سے کسی طرح دیکھی نہ گئی اور بغیر کچھ سوچے سمجھے اس کے گلے سے یہ طوق اتارنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقت میرے ہاتھ کی

پانچوں انگلیاں اس آگ میں بھسم ہو کر رہ گئیں۔

یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے اپنا ہاتھ نکال کر دکھایا تو واقعی اس کی تمام انگلیاں جل کر ہتھیلی سے اس طرح الگ ہوئی تھیں کہ جیسے کبھی ان کا ہتھیلی سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

(عیون الحکایات از مولانا عبدالمومن فاروقی)

آگ سے بھری قبر:

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت کا انتقال ہوا۔ اس کے بھائی نے کفن دفن کیا۔ اتفاقاً لحد میں اتارتے وقت اس کی جیب سے روپوں کی تھیلی گر گئی۔ یاد آنے پر جب قبر کھولی گئی تو ساری قبر میں آگ ہی آگ تھی، فوراً قبر بند کر دی گئی۔

عذاب قبر دیکھنے والے شخص کی سزا:

مرثد ابن موشب کہتے ہیں کہ میں یوسف بن عمرو کے پاس بیٹھا تھا اور ایک شخص ان کے پہلو میں تھا جس کے چہرے کا ایک حصہ سپاٹ ایک لوہے کی پلیٹ کی طرح تھا۔ یوسف ابن عمرو نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنا واقعہ مرثد سے بیان کر دو۔ تو اس نے بیان کیا کہ میں جوانی کے زمانے میں فحش باتوں میں مبتلا رہتا تھا کہ طاعون کی وباء پھیلی، لوگ مرنے اور دفن ہونے لگے تو میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور خود ایک دوسری قبر پر چڑھ کر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ اونٹ کے برابر دو پرندے سفید رنگ کے مغرب کی طرف سے اڑتے ہوئے آئے۔ ایک اس میت کے سر کی طرف آ گیا اور ایک پیروں کی طرف۔ پھر ایک قبر میں اترا اور ایک باہر قبر کے منہ پر کھڑا رہا۔

تو میں اس واقعے کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس قبر کے کنارے آ کھڑا ہوا کہ یہ پرندے کیسے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ تو میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پرندہ کہہ رہا تھا کہ "کیا تو وہی نہیں ہے جو سسرالی رشتے داروں سے ملنے کے لیے دو قیمتی کپڑوں میں بڑی اتراہٹ اور نخوت کے ساتھ چل کر جایا کرتا تھا۔"

تو میت نے کہا کہ "میں تو بہت کمزور آدمی ہوں۔" اس پر پرندے نے اس پر نہایت زور کی ضرب لگائی، جس سے قبر میں ایک دم پانی اور تیل بھر گیا۔ تھوڑی دیر میں جب قبر اصلی

حالت میں آئی تو پرندے نے پھر وہی کہہ کر پھر ضرب لگائی اور قبر کا وہی حال ہو گیا کہ اس میں پانی اور تیل بھر گیا۔ یہاں تک کہ تین بار ایسی ہی ضربیں پڑتی رہیں۔ اس سے فارغ ہو کر پرندے نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور (غالباً دوسرے پرندے سے) کہا کہ "دیکھو وہ کہاں بیٹھا ہوا ہے؟"

اور اس نے ایک طمانچے کی ضرب میرے چہرے پر لگائی، جس سے میرے چہرے کے ایک جانب کے سارے خدوخال مٹ کر چہرے کا یہ حصہ سپاٹ ہو کر لوہے جیسا ہو گیا اور میں اس وقت سے اسی حالت میں ہوں۔ اس سے جہاں معذبین کے برزخی مقام کا اندازہ ہوا، وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض دفعہ اس برزخی مقام کے آثار دنیا تک بھی آ جاتے ہیں اور حیرت دلانے کے لیے زندوں کو بھی عذاب قبر دکھلا کر اس عذاب سے کچھ مزہ زندہ کو بھی چکھا دیا جاتا ہے۔

مردے کے عذاب کو دیکھ کر دو مزدوروں کی بے ہوشی:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ کافی عرصہ قبل جب میں نشتر ہسپتال میں میڈیکل وارڈ کا رجسٹرار تھا تو میرے وارڈ میں دو مزدور بے ہوشی کی حالت میں داخل ہوئے۔ ہوش میں آنے کے بعد وحشت زدہ ہو کر پھر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ علاج کے بعد جب ان کی حالت کچھ سنبھلی تو انہوں نے بتایا کہ ملتان کے ایک مشہور و معروف آدمی کی قبر کو اس لیے کھودا جا رہا تھا کہ ان کی نعش کو خاص جگہ منتقل کیا جائے۔ جب قبر کھولی گئی تو مردے کی شکل دیکھ کر وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اس مردے کے لواحقین نے جب مردے کی یہ حالت دیکھی تو جلدی سے قبر کو بند کر دیا، اس واقعے کا تذکرہ اس وقت کے اخبارات میں بھی چھپا تھا۔

عذاب قبر دیکھ کر گورکن پاگل ہو گیا:

ابو اسحٰق یحییٰ بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر جماعت نے بتایا کہ صنعاء میں ایک گورکن نے ایک قبر کھودی، مردے کو دفن کرنے کے بعد گورکن کو اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز یاد آئی اور اس نے جا کر دوبارہ قبر کھودی تو اس نے یہ عجیب نقشہ دیکھا کہ مردے پر ایک بڑا سانپ تھا، اتنا بڑا کہ اس نے مردے کو گھیر رکھا تھا۔ گورکن ڈر گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ اور اس کے بعد اس کی عقل جاتی رہی، پاگل ہونے کے بعد اس نے گورکنی چھوڑ دی۔ (زواجر)

ناف اور پیشانی پر ٹھونکی ہوئی لوہے کی کیلیں:

ابن فارس کتبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ۵۹۰ھ میں بغداد کے ایک مقام تل احمر کے پاس ایک مردہ بوسیدہ حالت میں پایا گیا۔ صرف ہڈیوں کا پنجر تھا اور اس کی کیفیت یہ تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں میں لوہے کے پتر تھے۔ اس میں دو میخیں ٹھونکی ہوئی تھیں، ایک ناف کے پاس اور ایک پیشانی میں، بڑی خوفناک صورت میں وہ مردہ پڑا تھا۔ پانی کے بہاؤ نے تل احمر کی زمین کو کھول دیا تھا اور وہ مردہ باہر آ گیا تھا۔ جس سے سب کو عبرت ہوئی۔
(تاریخ ابن فارس)

زمین نے کھوپڑی کو باہر اگل دیا:

ابو اسحٰق یحییٰ بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک معتبر جماعت نے یہ خبر دی کہ سید ہادی بن حسن ہجری رحمۃ اللہ علیہ اتفاق سے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کھوپڑی دیکھی اور اس میں لگام بھی تھی۔ سید ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھوپڑی کو اٹھا کر زمین کے نیچے دفن کر دیا۔ مگر فوراً ہی زمین نے اپنے اندر سے اس کھوپڑی کو باہر پھینک دیا۔ سید ہادی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی حیرت ہوئی، وہ برابر فکر میں رہے۔ اچانک ایک آواز آئی اور سید ہادی رحمۃ اللہ علیہ بہت دیر تک بے ہوش پڑے رہے۔ (زواجر)

مردے کے منہ پر سانپ:

جب منگلہ ڈیم پاکستان تعمیر ہو رہا تھا اور بند باندھا جا رہا تھا اور مٹی ادھر ادھر اکٹھی کی جا رہی تھی تو اس کام کے دوران بلڈوزر نے ایک قبر کو کھول دیا۔ اس قبر میں ایک مردہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے منہ کے اوپر ایک سانپ بیٹھا ہوا وقفے وقفے سے ڈس رہا تھا۔ یہ نظارہ وہاں کے تمام لوگوں نے دیکھا۔

چنانچہ کچھ اللہ والوں نے ذکر اذکار شروع کر دیا اور اس مردے کے لیے تخفیف عذاب کے لیے درود شریف اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد یہ سانپ کہیں غائب ہو گیا۔ یہ واقعہ وہاں کے ایک انجینئر نے بتایا جو ان بند کے بنانے پر مامور تھا۔

قبر سے شعلوں کی روشنی آسمان تک پھیل گئی:

مردان کے نواحی علاقے قلاش کے قبرستان کی ایک قبر سے آگ کے زبردست شعلے نکلے۔ جن کی روشنی آسمان تک جا سکتی تھی۔ شعلوں کی حدت قبرستان کے تمام ایریا میں پھیل گئی۔

تفصیلات کے مطابق قلاش کے قبرستان کی ایک نامعلوم قبر سے آگ کے زبردست شعلے بلند ہوئے جو ایک گھنٹے تک جاری رہے۔ شعلے قبر کے ساتھ ایک بڑے سوراخ سے نکل رہے تھے۔ آبادی کے لوگوں نے جب قبر سے شعلوں کو بلند ہوتے دیکھا تو قرآن کی تلاوت اور دعائیں پڑھنی شروع کر دیں۔ جس سے آگ ہلکی پڑ گئی۔ جب لوگ قبر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے آگ نکل رہی ہے۔ قبر کے سوراخ پر اینٹ رکھ دی گئی اور اس پر مٹی ڈال دی گئی۔

مردے کی قبر میں چیخ و پکار:

طاہر شاہ نے بتایا کہ کوئٹہ کے قریب ایک جگہ پر ایک نوجوان مر گیا۔ اس کو دفن کر دیا گیا۔ کئی دن بعد جب اس کا بھائی اس کی قبر پر گیا تو اندر سے "مر گیا...... مر گیا...... بچاؤ...... بچاؤ......" کی آواز سنی۔ واپس آ کر والد سے کہا کہ "میرا بھائی تو زندہ ہے۔"

جب کئی دن تک یہ آوازیں سنیں تو رات کے وقت ساتھیوں کو لے کر قبر کو کھولا۔ قبر بہت گرم تھی اور اس کا بھائی بیٹھا ہوا "بچاؤ...... بچاؤ...... مر گیا...... مر گیا......" پکار رہا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کا بازو پکڑنے کی کوشش کی تو ہاتھ جل گیا اور دہشت سے سب بے ہوش ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگ ان کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے اور قبر کو بند کر دیا گیا۔

قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے:

ہنجروالی کے علاقے کے قبرستان کی ایک قبر سے مبینہ طور پر آگ کے شعلے اس وقت بند ہو گئے جب لوگوں نے قبر کے پاس بیٹھ کر کلام پاک کی آیات پڑھنا شروع کیں۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ قبر کس کی ہے۔ یہاں کے مکینوں کے مطابق علی الصبح ۶ بجے کے قریب گاؤں کے دو افراد قبرستان کے قریب سے گزرے اور انہوں نے آگ کے شعلے قبر سے نکلتے دیکھے تو

انہوں نے اس کی اطلاع گاؤں والوں کو دی اور پھر یہاں لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔

بعض لوگوں کے مطابق انہوں نے اپنی آنکھوں سے شعلے بلند ہوتے دیکھے اور گاؤں والے وہاں کلام پاک پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے، جس کے بعد آگ بند ہوئی۔ اس قبر کے پاس ایک بڑا سوراخ تھا، جسے بعد ازاں بند کر کے اس پر اینٹ رکھ دی گئی۔ لوگوں کے مطابق آگ کے شعلے اس شگاف سے نکلے۔ (جنگ ۱۲-۲-۹۱)

قبر میں گدھا:

سمندری سے صرف دو کلومیٹر دور کے فاصلے پر نواحی گاؤں کے پرانے قبرستان میں سے گزرتے ہوئے دیہاتیوں نے گدھے کی آواز سنی۔ لیکن قریب کوئی گدھا نہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ایک دیہاتی نے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا کہ ایک پرانی قبر کے ایک طرف تقریباً ایک فٹ چوڑا سوراخ ہے، اس سے گدھے کی آواز آ رہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ گدھے نے اپنا منہ باہر نکالا اور اندر دوبارہ چلا گیا۔

دیہاتی نے جا کر گاؤں میں شور مچایا تو مسجد کے مولوی صاحب سمیت بہت سے لوگ قبرستان گئے اور ایک طرف اکٹھے ہو کر کھڑے ہو گئے تو قبر سے گدھے نے سر نکالا اور اندر چلا گیا۔ لوگ استغفار پڑھتے ہوئے گاؤں واپس آ گئے۔ یہ واقعہ نماز عصر کے بعد پیش آیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس کی قبر تھی۔ البتہ قبر کے کتبے پر سوائے اللہ کے نام کے باقی تمام مٹ چکا تھا۔

(روزنامہ جنگ ۲۷/۸/۹۲)

لاش کے ساتھ اژدھا چمٹا ہوا تھا:

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ہدایت پر جب گاؤں ہرچند کے قبرستان میں ایک ۸۰ سالہ عورت حفیظاں بی بی کی نعش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے اس کی قبر کشائی کی گئی تو علاقے بھر کے لوگ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ ایک ۲ گز لمبا اژدھا متوفیہ کی نعش کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، جسے بڑی مشکل سے قبر سے نکال کر مارا گیا۔

بتایا گیا ہے کہ متوفیہ تقریباً ساڑھے تین ماہ قبل فوت ہوئی تھی۔ اس کے بیٹے نے جو فوج کا ملازم رہ چکا ہے، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو درخواست دی کہ اس کی عدم موجودگی میں حفیظاں بی

نے کو میری بیوی نے زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ لہٰذا لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے۔

(روزنامہ جنگ، منگل ٩ جولائی ١٩٩١ء)

قبر میں سانپوں نے میت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا:

کچھ عرصہ قبل پیر ودھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابل یقین واقعے نے ایک میت کی تدفین کے لیے آنے والے سینکڑوں افراد پر رقت طاری کر دی۔

تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میت جونہی قبر میں اتاری گئی، لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود ایک عالم دین کی ہدایت پر دوسری قبر کھودی گئی، مگر پھر ویسے ہی ہوا۔ اس پر تمام لوگوں نے استغفار کا ورد شروع کر دیا۔

مولوی صاحب کی ہدایت پر لحد کو دوبارہ کھودنے کی کوشش کی گئی تو اس جگہ سے سانپ، بچھو اور مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی نکلتا ہے۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر میت کو قبر میں اتار دیا گیا۔

میت کے قبر میں رکھتے ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے جا کر کندھے کے اوپر سے اور دوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی جیسے آرے سے چیر دیا گیا ہو۔ یہ منظر دیکھتے ہی میت کے ہمراہ آنے والے سینکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ (روزنامہ جنگ، ٢٣ نومبر ١٩٩١ء)

عالم آخرت کا نظارہ جزا و سزا پردہ غیب میں مخفی ہے۔ عام طور پر اس دنیا کے رہنے والوں پر اسے منکشف نہیں کیا جاتا، تاکہ نظام زندگی میں تعطل واقع نہ ہو جائے اور لوگ خوف کی وجہ سے کہیں اپنے مردوں کو دفنانا ہی نہ چھوڑ دیں۔ مگر پھر بھی کبھی کبھار وہ رحمٰن ورحیم آقا محض انسانوں ہی کی ہدایت کے لیے اس عذاب عظیم کی ہلکی سی جھلک دکھا دیتا ہے تاکہ غافل ہوشیار ہو جائیں اور خاطی و عاصی انسان آگاہ ہو جائیں۔

قبر کا عذاب، مردہ دفناتے ہی قبر کانپ اٹھی:

کھیالی شاہ پور (گوجرانوالہ) کے قبرستان میں گزشتہ روز دفن کی جانے والی خاتون کی قبر

میں لرزش اور دھمک نے علاقے میں خوف و ہراس پھیلا دیا۔ لوگ اسے قیامت کی نشانی قرار دیتے رہے۔

تفصیلات کے مطابق کھیالی کی خاتون کو جب سپرد خاک کیا گیا تو وہاں موجود لوگوں نے محسوس کیا کہ مرحومہ کی قبر لرز رہی ہے اور اس صورتحال میں مرحومہ کے ورثاء نے مولانا حافظ عبیداللہ غازی سے رابطہ کیا، جنہوں نے کہا کہ قبر کشائی کر کے میت کسی دوسری جگہ دفن کر دی جائے۔

لوگوں نے ان کی موجودگی میں قبر کھولنا شروع کی۔ جونہی پہلے تختے کو ہٹایا جانے لگا، قبر کے اندر سے عجیب وغریب قسم کی تیز بو سے ہر شخص کو قے کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ جس پر لوگوں نے تلاوت شروع کرا دی۔ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور قبر کو بند کر دیا۔

(نوائے وقت)

قبر سے مردے کی آواز:

عبداللہ بن محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک ساتھی ایک دن اپنی زمین دیکھنے گھر سے نکلا، زمین کچھ دوری پر تھی، جب وہ ایک قبرستان کے قریب پہنچا تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نے وہیں ایک کنارے پر نماز پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر وہاں بیٹھا رہا۔ اچانک قبرستان کے ایک کنارے سے کچھ آواز سنی۔ جہاں سے آواز آئی تھی وہاں گیا تو سنا کہ ایک قبر کے اندر سے آواز آ رہی ہے۔ ''اوہ، میں تو نماز پڑھتا تھا، میں تو روزہ رکھتا تھا۔''

یہ سنتے ہی میرے ساتھی کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے اپنے ایک دوسرے ساتھی کو بھی بلایا۔ اس نے بھی قبر کی یہ آواز سنی۔ پھر وہ اپنی زمین دیکھنے کے لیے آگے بڑھ گیا، اور پھر دوسرے دن بھی میرا ساتھی اپنی زمین دیکھنے کی غرض سے گیا تو راستے میں مغرب کی نماز وہیں پڑھی جہاں کل پڑھی تھی۔ دوسرے دن بھی اسی طرح کی آواز قبر سے آتی ہوئی اس نے سنی اور اس واقعے کا اثر اتنا ہوا کہ گھر آ کر اسے شدید بخار چڑھا اور وہ ماہ تک بیمار پڑا رہا۔ (عیون الحکایات ابن الجوزی)

قبر کی گہرائی سے پرندے اڑے، گورکن بے ہوش ہو گیا:

بلدیہ خوشاب کے گورکن فدا حسین نے نوائے وقت خوشاب کو ایک ملاقات میں بتایا کہ

قبرستان داروغہ والا میں دو شخص آئے، انہوں نے قبر تیار کرنے کو کہا اور جگہ دکھا دی، نشاندہی کے بعد میں اور میرے دوسرے ساتھی نے قبر کھودنی شروع کر دی۔ جب ہم تقریباً تین فٹ گہری قبر کھود چکے تو کسی ضرب لگنے سے ایک بڑا شگاف پیدا ہو گیا۔ اس شگاف میں سے چھ سیاہ رنگ کے پرندے خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے ظاہر ہوئے، جن کی چونچیں چار انچ لمبی سرخ رنگ کی تھیں۔ میرا دوسرا گورکن ساتھی قبر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور میں استغفار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور)

عذاب قبر کی وجہ سے مردے کی چیخ و پکار:

ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ چند سال قبل ایک جماعت کے ساتھ ایبٹ آباد جانا ہوا، شہر کی ایک بستی کی مسجد میں قیام کیا۔ مسجد کے ساتھ ہی قبرستان تھا۔ پروگرام کے مطابق ہم لوگوں نے گشت کر کے مقامی لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور قبر و حشر کی بات شروع کی، بات سنتے ہی مقامی لوگوں نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ ہم لوگ پریشان ہو گئے کہ اتنا اثر تو آج تک کسی نے بھی نہیں لیا اور نہ ہی ہمارے اوپر ہوا ہے۔

ہمارے استفسار پر ایک مقامی ساتھی نے بتایا کہ اصل میں اس بستی والے عذاب قبر کا نمونہ دیکھ چکے ہیں۔ پھر اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ایک عورت کی قبر ہے، جس کو مرے ہوئے تقریباً ساٹھ سال بیت چکے ہیں، ایک روز صبح کی نماز کے بعد قبرستان سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ تلاش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ آوازیں اسی قبر کے اندر سے آ رہی ہیں۔ قبر بہت پرانی اور پختہ تھی۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا آوازیں بلند ہوتی گئیں۔

بستی والوں پر عجیب دہشت سی طاری ہو گئی۔ عورتوں اور بچوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک عالم دین کو بلایا گیا تو انہوں نے بتایا کہ قبر کے اندر عورت کو عذاب ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نمونہ آپ سب بستی والوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دکھایا ہے کہ اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مان کے چلو گے تو اس بڑے حادثے سے بچ جاؤ گے۔

چنانچہ سب لوگوں نے ذکر و اذکار، استغفار و درود شریف اور قرآن کریم پڑھ کر مرحومہ کی

ایصال ثواب پہنچایا اور عصر کی نماز کے وقت وہ خوفناک آواز میں چیخ و پکار بھی بند ہو گئی۔ ہم لوگ جب بھی قبر اور آخرت کی بات کرتے تو بستی والوں پر گریہ طاری ہو جاتا۔

دورِ جدید میں عبرت کا واقعہ:

ڈاکٹر نور محمد صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں قائداعظم میڈیکل کالج میں پرنسپل تھا قریب کی بستی میں ایک ڈسپنسر اپنے کسی قریبی مریض کے بارے میں مجھ سے مشورہ کے لیے آیا کرتا تھا۔

ایک روز اس نے واقعہ سنایا کہ ہماری بستی میں ایک شخص فوت ہو گیا۔ جب اس پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو لوگوں نے اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ اس نے موت کی سختی کی وجہ سے کلمہ شریف کو گالی دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا اور جب اسے دفن کرنے لگے تو دیکھا کہ اس کی قبر بچھوؤں سے بھری ہوئی ہے۔ لوگوں نے قبر بند کر دی اور دوسری جگہ قبر کھودی گئی اور جب میت کو قبر میں اتارنے لگے تو دیکھا کہ وہ قبر بھی بچھوؤں سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں مردے کو قبر میں رکھ کر قبر بند کر دی گئی۔ (روزنامہ پاکستان، ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی نیک ہوتا ہے، دیکھنے والے لوگ بھی اس کو نیک سمجھتے ہیں، مگر مرنے والے کا سانس رکا رہتا ہے، کلمہ پڑھا جا رہا ہے۔ سورۂ یٰسین بھی پڑھی جا رہی ہے۔ مگر خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا۔ جس سے لواحقین پریشان ہو جاتے ہیں۔

قبر کا ڈراؤنا منظر:

آج سے تقریباً بیس سال قبل قبر کشائی کے لیے ایک میڈیکل آفیسر کے ساتھ گیا۔ یہ قبر کوٹ مٹھن کے قصبے کے باہر ایک قبرستان میں واقع تھی اور قبر والے کو مرے ہوئے پانچ دن گذرے تھے۔ جب قبر کھولی گئی تو میں وہاں موجود تھا۔ قبر کالی چمکدار موٹی مکھیوں اور موٹے کیڑوں سے بھری ہوئی تھی اور قبر کی تہہ پر سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے۔

نظارہ اتنا ڈراؤنا تھا کہ وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے، حتیٰ کہ سرکاری افسران جو ہمارے ساتھ تھے وہ بھی اس نظارے کی تاب نہ لا سکے۔ سب سے بڑا مسئلہ مردے کو نکال کر اس کی چیر پھاڑ کرنا تھا۔ مردے کو نکالنے کے لیے بڑے جتن کیے گئے، بڑی مشکل سے دو پولیس کے رسیوں کے ذریعے مردے کو باہر نکال کر لائے۔ کیڑوں کے انبار

اور مکھیوں کے جھنڈ دیکھ کر ایک مزدور بے ہوش ہو گیا اور شام تک مر گیا۔ جب مجھے یہ منظر یاد آتا ہے تو پسینہ آ جاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ میرے ساتھ قبر میں کیا سلوک ہوگا۔ اگر مرنے سے پہلے قبر کی تیاری کر لی تو اچھا سلوک ممکن ہے ورنہ ہمیشہ کے لیے ناکامی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے ایک دوست ڈاکٹر قانون طب (فارنزک میڈیسن) سے منسلک ہیں اور قبر کشائی کے لیے ان کو سرکار کی طرف سے اکثر جانا پڑتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ قبر کشائی کی وہاں مردے کو بطور امانت رکھا گیا تھا، کیونکہ اس کو خاص جگہ منتقل کرنا تھا۔ جب قبر کھودی گئی تو اس قدر سخت بدبو نکلی کہ مردے کے تمام رشتے دار بھاگ گئے اور قبر سے ایک عجیب قسم کا سانپ نکلا جو دنیا میں نہیں دیکھا جاتا۔

پورا دن انتظار کرنے کے باوجود بدبو کم نہ ہوئی تو تنگ آ کر ایسی حالت میں مردے کا معائنہ کیا گیا۔ یہ منظر بھی بہت پریشان کن تھا اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب پریشان تھے۔

یہ واقعات اس لیے لکھے گئے ہیں کہ ہم قبر کی تیاری میں لگ جائیں۔ پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے اور قبر و حشر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ یہ چند روزہ فانی زندگی ہر صورت میں گذر جاتی ہے۔ اصل فکر آخرت کی ہونی چاہیے کہ اصل اور دائمی زندگی آخرت میں ملنے والی زندگی ہی ہے۔ (از ڈاکٹر نور احمد)

قبر میں موجود بچھو کو چھیڑنے پر بچھو کے ڈنک مارنے سے ایک شخص کی ہلاکت:

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے ایک ملنے والے تھے مولوی مصطفیٰ صاحب، انہوں نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ دلی میں جمنا میں سیلاب آیا، جس سے قریب کے قبرستان کی کچھ قبریں اکھڑ گئیں۔ ایک قبر کھلی تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ ایک مردہ پڑا ہوا ہے اور اس کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا کیڑا ہے۔ وہ جب ڈنک مارتا ہے تو پوری لاش لرز جاتی ہے، تھرا جاتی ہے اور اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد جب وہ لاش اپنی اصلی کیفیت میں آ جاتی ہے تو وہ پھر ڈنگ مارتا ہے اور لاش کی پھر وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔

سب دیکھ رہے ہیں اور حیران ہیں۔ ایک دھوبی تھا، جمنا کے گھ[illegible] تھا۔ اس [illegible]

دیکھا نہیں گیا۔ اس نے ایک کنکری اس کو ماری تو وہ کیڑا اچھلا اور اس دھوبی کی پیشانی پر آ کر ڈنک مارا اور پھر وہیں جا کر بیٹھ گیا تو وہ دھوبی چلانے لگا اور تڑپنے لگا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ "کیا حال ہے؟"

تو اس نے کہا کہ "سنو! مجھے ایسی تکلیف ہے کہ مجھے نہ صرف ایک بچھو اور ایک سانپ نے کاٹا ہے اور نہ صرف آگ کا کوئی شعلہ میرے بدن پر رکھ دیا گیا ہے بلکہ مجھے ایسی تکلیف ہے کہ میرے بدن کے ایک ایک عضو میں بلکہ ایک ایک رونگٹے اور بال میں گویا ہزاروں لاکھوں بچھو اور آگ کی چنگاریاں بھر دی گئی ہوں۔ ایسی کیفیت ہے۔" چنانچہ وہ تین دن یوں ہی تڑپتا رہا پھر انتقال کر گیا۔

مولوی مصطفیٰ صاحب فرماتے تھے کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اس دنیا کا کیڑا نہیں بلکہ برزخ کے عذاب کی شکل میں ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کے لیے دوسرا علاج ہے۔ قریب جا کر ہمت کر کے بیٹھا اور کچھ سورتیں (یٰسین شریف اور قل ھو اللہ احد) وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔ جب میں نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی تو وہ کیڑا چھوٹا ہونا شروع ہوا اور ہوتے ہوتے ذرا سا ہو کر ختم ہو گیا۔

جب وہ ختم ہو گیا تو ہم لوگ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب سے نجات دی۔ اس کا کفن برابر کر کے قبر بند کر دی گئی۔ اب اس سے گناہوں کی سزا کا اندازہ لگائیے۔ معلوم نہیں اس سے کونسا جرم ہوا ہوگا۔ خدا کے غضب کی کونسی شکل اس میں ہو، کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اللہ پاک سب کو فکر آخرت نصیب فرمائیں اور عذاب قبر سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

فوجی کی ٹانگ گھٹنے تک گلی ہوئی تھی:

جناب محمد حسین خان ایم اے لکھتے ہیں۔ آج سے تقریباً تین سال قبل کا واقعہ ہے کہ ایک فوجی نوجوان لاہور سے چوبرجی کے پاس بس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ان دنوں رائے ونڈ تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ تبلیغ والوں کی بسیں گذر رہی تھیں۔ فوجی ہاتھ دیتا رہا، کوئی بس رک نہیں رہی تھی۔ ایک بس والوں نے بس روک کر فوجی کو بٹھا لیا۔ راستے میں کسی نے اسے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ فوجی نوجوان نے خرابی صحت کا عذر پیش کیا۔

دعوت دینے والوں نے کہا کہ "آپ کی صحت تو بظاہر قابل رشک ہے" [illegible]پ [illegible]جتماع میں

فرصت نہ کریں۔ لیکن جھوٹ تو نہ بولیں۔"

اس پر فوجی نے اپنی پتلون کا ایک پائنچہ اونچا کر کے اپنی ٹانگ دکھائی تو معلوم ہوا کہ ٹخنے سے گھٹنے تک ٹانگ گلی ہوئی ہے۔ جیسے جلی ہوئی ہے۔ بس میں سوار سب لوگ متوجہ ہو گئے اور فوجی جوان سے حقیقت دریافت کی۔

اس نے بتایا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران میری نائٹ ڈیوٹی چونڈہ کے قبرستان کے پاس تھی۔ سنگین لگی ہوئی رائفل اور بیٹری میرے پاس تھی۔ ایک قبر سے چیخوں کی آواز مجھے سنائی دی۔ تجسس حال کے لیے میں نے سنگین سے قبر میں سوراخ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مردے کی کھوپڑی پر ایک بڑا سا بچھو ڈنگ مار رہا ہے۔ جس سے ہڈیوں کا ڈھانچہ اچھلتا ہے اور چیخوں کی آوازیں آتی ہیں۔

میں نے سنگین سے بچھو کو کھوپڑی سے علیحدہ کیا تو بچھو قبر سے باہر نکل آیا اور میرا تعاقب کرنے لگا۔ میں گاؤں کی طرف بھاگا۔ گاؤں سے باہر پانی سے بھرا ہوا چھپڑ (جوہڑ) تھا۔ میں اس میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف میری ٹانگ ابھی چھپڑ میں تھی کہ بچھو بھی چھپڑ پر پہنچ گیا۔ بچھو نے پانی میں ڈنگ مارا تو پانی ابلنے لگ گیا اور میری جو ٹانگ پانی میں تھی وہ گل سڑ گئی۔ حکومت پاکستان کی طرف سے اس کا بہت علاج کیا گیا، مگر آرام نہ ہوا، پھر بغرض علاج مجھے امریکہ بھیجا گیا مگر شفا نہیں ہوئی۔ عام لوگ جو بس میں سوار تھے، عذاب الٰہی کا یہ نمونہ دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ (فریدیہ میگزین۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

قبر سے چیخنے کی آواز:

دو سال قبل ملتان کے ریلوے پل کے نیچے قبرستان میں ایک عورت کو دفن کیا گیا تو قبر کے اندر سے عورت کے چیخنے کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ پہلے تو رشتے دار متوجہ ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ یہ متوفیہ کی آواز ہے۔ دوسرے دن یہ خبر اخباروں میں آ گئی اور کافی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔

میں بھی یہ خبر سن کر وہاں گیا۔ جلد باز لوگوں نے قبر کو کھول دیا تو اتنی بدبو نکلی کہ یہ لوگ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں کو بھگانے کے لیے پولیس نے ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے۔ میں پل کے اوپر سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اگر ہم اس دنیا میں قبر کی تیاری کر کے نہ جائیں گے تو ہمیشہ کے لیے

ناکام ہوں گے۔ اس لیے عقل مند وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کر کے جائے۔

(از ڈاکٹر نور احمد نور)

کیڑوں سے بھری قبر:

ایک ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایک سینئر آفیسر کے گارڈ کی قبر کشائی کی گئی۔ دفن ہوئے میت کو دس دن گذر گئے تھے۔ قبر کو جب کھولا گیا تو بدبو اتنی تیز نکلی کہ تمام حاضرین چکرا گئے۔ کافی لوگوں کو قے شروع ہو گئی۔ قبر کے اندر کیڑے ہی کیڑے تھے۔ میت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ کیونکہ کیڑوں کے انبار تھے۔

رشتے داروں نے میت کو نکالنے سے انکار کر دیا۔ کچھ گھنٹے انتظار کرنے کے بعد مجسٹریٹ اور پولیس کے سمجھانے کے بعد جب رشتے داروں نے میت کو باہر نکالا تو ہر آدمی توبہ توبہ کر رہا تھا۔ قبر یہ یاد دہانی کرا رہی تھی کہ میرے اندر آنے سے پہلے اچھے اعمال کر کے آؤ تو میں استقبال کروں گی ورنہ ایسے ہی حال ہوگا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرے۔"

تین قبروں کے علاوہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں:

احمد پور شرقیہ میں ایک نیک خاتون دینی مدرسے کی مہتمم تھیں، ان کو ایک لاعلاج مرض لاحق ہو گیا۔ میرے پاس بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل ہوئیں اور وہیں وفات پائی۔ ان کے علاج پر اٹھنے والے اخراجات کراچی سے ایک حاجی صاحب (جو ہمارے ایک پروفیسر صاحب کے سسر ہیں) بھیجا کرتے تھے۔

جب یہ نیک خاتون فوت ہو گئی تو حاجی صاحب کو کراچی میں اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور سیدھے اس بی بی کی قبر پر گئے۔ واپس آ کر سب سے پہلے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے بی بی کی قبر میں اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اگلے روز حاجی صاحب پھر قبرستان تشریف لے گئے اور جب واپس لوٹے تو بے حد غمگین تھے۔ آتے ہی رونا شروع کر دیا۔ کھانا پینا بند کر دیا، مگر نماز کی پابندی جاری رہی۔ ہر وقت استغفار میں مشغول رہتے۔

تین دن کھانا پینا بند کرنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب جوان کے داماد تھے،

مجھے لے گئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حاجی صاحب مسجد میں پڑے ہوئے آہستہ آہستہ اللہ سے استغفار اور آہ وزاری کر رہے ہیں۔ آواز میں اتنا درد اور سوز تھا کہ پاس بیٹھنے والے پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

میں نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی، میرے بار بار کے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ نے ان کو کشف قبور کا وظیفہ بتایا تھا، وہ انہوں نے پہلے روز اس بی بی کی قبر پر کیا تو نہایت اچھی خبر ملی، دوسرے روز ساتھ والی قبروں پر وہی وظیفہ پڑھا تو دیکھا کہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں اور مردے آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ کسی قبر میں آگ کم ہے، کسی میں زیادہ۔ حتیٰ کہ پورے قبرستان میں صرف تین قبریں اس آگ سے محفوظ تھیں۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ منظر دیکھ کر روؤں نا تو اور کیا کروں۔ اللہ سے ان کے لیے تخفیف عذاب کی دعا مانگ رہا ہوں۔ ایسا دردناک عذاب ہے کہ اگر آپ دیکھ لیں تو ذہنی توازن کھو بیٹھیں یا دہشت سے مر جائیں۔ پھر حاجی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ عذاب قبر اس قدر دردناک ہے کہ اگر انسان اس کو دیکھ لیں یا آواز سن لیں تو پاگل ہو کر جنگلوں میں بھاگ جائیں اور اپنے مردے دفن کرنا بند کر دیں۔

قبر کے بچھو کو چھیڑنے کی سزا پر ایک فوجی کا واقعہ:

کئی سال پہلے کی بات ہے، یہ سچا واقعہ میرے ایک رفیق کار نے مجھے سنایا تھا۔ چچا احمد خان جس ادارے سے وابستہ تھے، وہاں دوسری عالمی جنگ کی ہندوستانی فوج کے ریٹائرڈ میجر طفیل بھی ملازم تھے جو بائیں ہاتھ سے ٹنڈے تھے۔ بڑے دیندار، پابند صوم وصلوٰۃ، پرہیز گار، فرض شناس، خاموش طبع اور کم آمیز۔ اپنے کام سے کام رکھتے۔ دوسرے ملازموں سے بہت کم بات چیت کرتے۔ ہر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہتے تھے۔ کسی سے کچھ لے کر کھاتے پیتے بھی نہ تھے۔ ہر وقت زیر لب کچھ پڑھتے رہتے۔

بعض دفعہ اچانک بڑبڑا اٹھتے "میں گنہگار تو بخشنہار" سننے والے چونک اٹھتے۔ ان کا یہ رویہ دوسرے ملازموں کے لیے خاصا حیران کن تھا، البتہ چچا جان سے ان کی کچھ ہم مذاقی تھی۔ ان سے گاہے گاہے مختصری بات چیت ہوتی تھی۔ تاہم ایک دن میجر صاحب کو قدرے خوشگوار

موڈ میں پا کر چچا جان نے جرأت کر کے ان سے پوچھ ہی لیا۔

"میجر صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا بایاں ہاتھ کیسے کٹا؟ کسی فوجی کارروائی میں کوئی شدید ضرب لگی یا عام زندگی ہی میں کوئی حادثہ پیش آ گیا اور پھر آپ اتنے گم صم کیوں رہتے ہیں، جیسے آپ اندر سے دکھی ہوں؟"

"احمد خان جی! اس کے پیچھے ایک طویل اور دہشت انگیز داستان ہے۔ آپ سن کر کیا کریں گے؟" میجر طفیل نے تشنجی کیفیت سے کہا اور ان کا رنگ زرد ہو گیا۔

"میجر صاحب! مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کا ہاتھ کٹنے کے پس پردہ کوئی ذہنی ونفسیاتی طور پر اذیت ناک واقعہ ہے۔ کیا حرج ہے اگر آپ یہ گذرا ہوا واقعہ مجھے سنا دیں۔ اس سے آپ کا جی بھی ہلکا ہو سکتا ہے اور شاید میرے لیے بھی اس میں کوئی سبق ہو۔" چچا جان نے کہا۔

میجر طفیل نے کچھ تامل کے بعد کہنا شروع کیا:

میں نے اپنا ہاتھ کٹنے بلکہ خود کاٹنے کا واقعہ اب تک کسی کو نہیں سنایا، آج آپ کو سناتا ہوں۔ شاید واقعی اس میں آپ کے لیے کوئی غور وفکر کرنے کا نکتہ اور عبرت کا سامان ہو۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا، جرمنی اور اٹلی ایک طرف تھے، برطانیہ اور فرانس دوسری طرف۔ بعد میں روس اور امریکہ بھی برطانیہ اور فرانس کے اتحادی بن گئے۔

امریکہ کے مقابلے میں جاپان نے محوری طاقتوں یعنی جرمنی اور اٹلی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا اور بحر الکاہل پر واقع امریکہ کی مشہور بندرگاہ اور جنگی اڈے "پرل ہاربر" پر اچانک حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دیا اور پھر اپنے ہمسایہ مشرقی ایشیائی ممالک فلپائن، انڈونیشیا، ملایا، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، سنگاپور اور برما وغیرہ پر، جن پر یورپی طاقتوں کا قبضہ تھا، حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔

انگریزی، فرانسیسی اور ہولندیزی فوجوں کی بری طرح پٹائی کی، کلکتہ اور آسام پر بھی بمباری کی، جس سے وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ دولت مندوں نے کلکتہ اور آسام کے بڑے شہروں سے اندرون ہند کے محفوظ علاقوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ سنگاپور اور برما میں انگریزی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ انگریز جرنیلوں نے ہتھیار ڈالتے وقت اپنے فوجیوں سے کہہ دیا کہ جو فرار ہو کر جانیں بچا سکتے ہیں۔ انہیں [illegible] کرنے کی اجازت ہے، وہ اپنی فوج کے آسام

میں واقع ہیں کیمپ میں رپورٹ کریں یا جدھر اور جہاں ممکن ہو جاپانیوں سے بچ کر نکل جائیں اور اپنے فوجی دستوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں۔

فوجیوں کے علاوہ سنگاپور اور برما میں جو غیر فوجی ہندوستانی کاروبار وغیرہ کے سلسلے میں مقیم تھے وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں جانیں بچا کر بھاگے۔ برما اور آسام کے بے بسوں کا سفر بڑا کٹھن، اذیت ناک اور جان لیوا تھا۔ کچھ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور بہت سے مارے گئے۔ انگریزی فوجوں نے ایسی عام اور بڑے پیمانے پر بے پناہ شکست کسی دوسرے ایشیائی ملک میں اس سے پہلے کبھی نہیں کھائی تھی۔

اس افراتفری اور عام ہڑبونگ کے دوران میری رجمنٹ کا ایک سکھ میجر نہال سنگھ اور میں اندھیری رات میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور برما کے محاذ سے سرپٹ بھاگے۔ برما گھنے، گنجان، تاریک اور خطرناک جنگلوں کا ملک ہے۔ جس میں سے گزرنا بڑا دشوار کام تھا۔ جنگلی درندوں کے اچانک حملے کا ہر وقت دھڑکا اور راستے نامعلوم، بلکہ ناپید۔

بہرحال ہم نے اندازے سے ہندوستانی صوبے آسام کا رخ کیا۔ جہاں جاپانی بمباری کے باوجود ہنوز انگریزی تسلط برقرار تھا۔ گھنے جنگلوں میں ہم لکڑیوں سے راستہ کاٹتے چھانٹتے چلے جا رہے تھے۔ دنوں کی گنتی نہ راتوں کا شمار رہا۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جنگلی پھلوں اور ندی نالوں کے پانی پر گزارہ ہونے لگا۔ بعض دفعہ درندوں اور خطرناک سانپوں سے بھی واسطہ پڑا، لیکن ان سے بچ کر آگے نکلتے رہے۔

ایک دن اچانک سامنے کھلی جگہ پر ایک قبرستان دکھائی دیا۔ پچیس تیس قبریں ہوں گی اور اردگرد کوئی آبادی نہ تھی، کبھی ہوگی۔ لیکن اب تو یہاں کے مکین مرکھپ چکے تھے یا جنگ کے خطرات سونگھ کر کہیں دور محفوظ مقامات پر جا چکے تھے۔ شکستہ، ویران اور زمین بوس جھونپڑیوں میں ہو کا عالم تھا۔ ہم نے وہاں کھانے کی چیزیں تلاش کرنے کی بہت کوشش کی۔ مایوس ہو کر ہم اپنی راہ کی طرف چلے تھے کہ اچانک ایک قبر سے مردے کی تقریباً آدھی نعش باہر نکلی ہوئی، کچھ گلی سڑی اور کچھ بچی ہوئی دکھائی دی۔

اس پر ایک چھوٹے سائز کے کچھوے کے برابر بچھو بیٹھا اسے بار بار ڈنک مارتا تھا اور نعش سے خوفناک چیخیں نکلتی تھیں جو زندہ انسانوں اور جانوروں کو دہلانے بلکہ بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہوتیں۔ یہ ایک خاصا وحشتناک اور دہشت انگیز منظر تھا۔

میجر نہال سنگھ نے بچھو پر گولی چلا دی۔ میں نے اسے سختی سے منع کیا اور اپنی راہ لینے کے لیے کہا کہ پتہ نہیں اس مردے اور بچھو کا کیا معاملہ ہے؟ کوئی خدائی بھید ہے۔ ہمیں اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ لیکن میجر نہال سنگھ آخر سکھ تھا۔ اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور بظاہر مسلم قبرستان کے ایک مردے کو بچھو سے بچانے کے لیے دوبارہ گولی داغ دی۔ پھر ایک شعلہ سا نکلا۔ لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر بچھو نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھا۔ میں نے نہال سنگھ سے کہا کہ اب بھاگو یہاں سے، بچھو کا نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔

ہم نے گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے، خاصے دور آگے جا کے پیچھے نظر ڈالی تو بچھو ہمارے تعاقب میں تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ ہم نے گھوڑوں کو پھر ایڑ لگائی۔ چند میل آگے جا کر ایک ندی سامنے آ گئی جو خاصی گہری معلوم ہوتی تھی۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے رک کر سوچنے لگے کہ ندی میں گھوڑے ڈال دیں یا کنارے کنارے چل کر کوئی گھاٹ وغیرہ تلاش کیا جائے۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ دیکھا کہ وہی بچھو ہمارے قریب پہنچنا چاہتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جنگ آزمودہ اور مسلح فوجی ہونے کے باوجود ہم پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی اور ہمارے گھوڑے ٹاپیں مارنے لگے جیسے وہ بھی بچھو سے خوفزدہ ہو گئے ہوں۔ بچھو کا رخ نہال سنگھ کی طرف تھا۔ نہال سنگھ نے خوف اور حواس باختگی کے عالم میں اپنا گھوڑا ندی میں ڈال دیا۔ اس کے تعاقب میں بچھو بھی ندی میں اتر گیا۔ خدا جانے بچھو نے اسے پاؤں یا ٹانگ یا جسم کے کس حصے پر کاٹا کہ گھوڑے نے بھی اس غیر معمولی قسم کی بلائے بے درماں بچھو کی آمد سے خوف محسوس کیا، اس پر کپکپی سی طاری ہوگئی۔ نہال سنگھ نے کربناک چیخ کے ساتھ مجھے پکارا۔ ”طفیل میں ڈوب رہا ہوں، جل رہا ہوں، مجھے بچھو سے بچاؤ...... مجھے بچاؤ۔“

میں نے بھی گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا اور سہارے کے لیے بایاں ہاتھ نہال سنگھ کی طرف بڑھایا۔ جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہاں ندی کا عام پانی نہیں بلکہ آگ کا زہریلا لاوا بہہ رہا ہے جو نہ صرف میرے ہاتھ کو جلا ڈالے گا بلکہ میرے باقی جسم کو بھی مکئی کے بھٹے کی طرح ابال کر رکھ دے گا۔

میں نے اوسان بحال رکھے اور جلدی سے فوجی لکڑی نکالی اور اپنا بایاں بازو کاٹ کر پھینک دیا۔ میں نے اپنے آپ کو نہال سنگھ کی گرفت سے چھڑا لیا تھا۔ لہٰذا جلدی سے گھوڑے

سمیت کنارے کا رخ کیا۔ میجر نہال سنگھ مجھے آوازیں دیتے دیتے اور درد سے چیختے کراہتے گھوڑے سمیت کھولتے پانی کی دیگ میں ڈوب چکا تھا اور سطح آب پر بڑے بڑے آتشیں بلبلے اٹھ رہے تھے۔ کنارے کے قریب پانی کا درجہ حرارت نارمل معلوم ہوا۔

وہ قہر خداوندی بچھو اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔ مجھے کہیں دکھائی نہیں دیا۔ اللہ کے لشکروں میں سے وہ اکیلا ایک غیبی لشکر کے مانند تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی تعارض نہیں کیا۔ غالباً جدھر سے آیا تھا، ادھر ہی کو اپنے کار مفوضہ کی طرف لوٹ گیا۔

یہ کہتے ہوئے ٹنڈے میجر طفیل کو جھرجھری سی آ گئی اور آنکھیں نم ہو گئیں۔

''پھر کیا ہوا؟'' چچا احمد خان نے میجر طفیل سے پوچھا۔

''میں نے پٹی باندھی اور جوں توں کر کے جنگل، ندی، نالے عبور کرتا ہوا جنگلی درندوں سے بچتا بچاتا، کہیں جنگلی پھل کھاتا ہوا بالآخر ایک بیس کیمپ میں پہنچ گیا۔ میں ادھ موا ہو چکا تھا۔ بیس کمانڈر کو رپورٹ کی اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ کئی دن تک کیمپ میں میرا علاج ہوتا رہا اور آرام کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ کیمپ کمانڈر نے ''آرڈر آف دی ڈے'' جاری کیا کہ فوجی افسر اور سپاہی جنگلوں، قبرستان اور مقامی لوگوں کی بستیوں سے گزرتے ہوئے کسی قسم کی غیر ضروری دخل اندازی نہ کیا کریں۔''

''بیس کیمپ سے آپ کو کہاں بھیجا گیا؟'' میں نے پوچھا۔

''میں مستقل ملازمت کے قابل نہیں رہا تھا۔ ضروری کارروائی کے بعد مجھے پنشن پر گھر بھیج دیا گیا۔ جنگ کے خاتمے پر جب فوجیوں کی سول زندگی میں بحالی کا پروگرام شروع کیا گیا تو مجھے اس محکمے میں ملازمت مل گئی۔ اللہ کا شکر ہے۔''

''اس واقعے نے آپ کی زندگی پر کیا اثر ڈالا؟'' چچا کا اگلا سوال تھا۔

''سچ تو یہ ہے کہ اس واقعے سے پہلے میں کوئی خاص مذہبی آدمی نہ تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ضرور تھا، مگر نماز، روزے اور دیگر دینی اعمال پر عملاً کاربند نہ تھا۔ یہی خیال تھا کہ ''ایہہ جگ مٹھا، اگلا کنے ڈٹھا''۔

لیکن اس واقعے نے میرے قلب و ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور میں موت کے بعد زندگی، قبر کے عذاب و ثواب، قیامت، حشر اور پل صراط وغیرہ کے متعلق سوچنے لگا۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، علماء و اہل دل حضرات سے گفتگوؤں کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اللہ نے دنیا عبث

پیدا نہیں کی، اس دنیا بلکہ ساری کائنات اور ہماری زندگیوں کا ایک مقصد ہے۔ ہمیں اپنے اچھے برے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یہاں مکافات عمل کا اصول جاری ہے۔ انسان کو آخرت کا زاد سفر تیار کرتے رہنا چاہیے۔

مخیر سیٹھ کی لاش اور اجنبی کا واویلا:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بمبئی میں تھا۔ وہاں ایک سیٹھ ایسا بھی تھا جو اس وسیع و عریض شہر کے تقریباً سبھی حلقوں میں خاصا معروف تھا۔ اس کے کاروباری سلسلے بہت پھیلے ہوئے تھے اور دولت کا بھی کوئی اندازہ نہ تھا۔ قسمت کا کچھ ایسا چکر تھا کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا، منافع بخش ہی ہوتا۔ وہ بظاہر مخیر بھی بہت تھا۔ یتیموں، بیواؤں کی بہت مدد کرتا اور اکثر کو ماہوار وظائف بھی دیتا۔

علاوہ ازیں حکومت کے بعض خیراتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ایک دن یہ سیٹھ فوت ہو گیا۔ لوگوں کو بہت رنج ہوا اور جب جنازہ اٹھا تو ایک مخلوق ہمراہ تھی۔ میں بھی اس ہجوم میں شامل تھا اور سوچ رہا تھا کہ سیٹھ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کے جنازے میں اتنے زیادہ لوگ شامل ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ مرتے ہیں تو ان کا جنازہ اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

میں انہی سوچوں میں خدا جانے کب تک غلطاں رہتا۔ اگر ایک حسین و جمیل شخص، جو گیروے رنگ کا لباس زیب تن کیے ہوئے تھا، اچانک ہی کہیں سے نمودار ہو کر جنازے میں شریک نہ ہو جاتا۔ اس اجنبی شخص کا قد سب سے نکلتا ہوا تھا اور اس کی شخصیت کی رعنائی ایسی نہ تھی کہ کسی کو بھی آنکھوں میں چبھے بغیر رہتی اور یوں اگر وہ خاموشی کے ساتھ بھی جنازے کی مشایعت کرتا، تو ہجوم کی توجہ کا مرکز بنے بغیر نہ رہتا، مگر اس نے جنازے میں شمولیت کے ساتھ ہی آہ و بکا سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور سبھی کی نظریں دفعتاً اس کی طرف اٹھ گئیں۔

وہ اس سے بے نیاز بے تحاشا روئے چلا جا رہا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ اس جم غفیر میں کوئی فرد بھی اسے نہ جانتا تھا۔ تاہم اس کے غم واندوہ سے اور اس کے گریہ و بکا سے ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یقیناً یہ کوئی سیٹھ کا قریبی رشتے دار ہے جو کہیں دور پار سے آیا ہے اور اگر رشتے دار نہیں تو پھر سیٹھ کا اس سے سلوک یقیناً انتہائی فیاضانہ رہا ہوگا۔

غرض یہ کہ جنازے میں شامل ہر شخص اپنے طور پر اس کے غیر معمولی غم واندوہ کی توجیہہ گھڑ کر مطمئن ہوگیا۔ وہ حسین وجمیل اجنبی اس انداز سے آہ وبکا کیے چلا جارہا تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے کلیجے شق ہورہے تھے اور آنکھیں نم۔ جنازہ میں جب قبرستان پہنچا تو اس کی تدفین میں بھی اس نے انتہائی دلسوزی، مستعدی اور گریہ وزاری سے حصہ لیا۔

تدفین سے جب فراغت پائی جاچکی تو اجنبی نے اچانک شور مچانا شروع کردیا کہ سیٹھ کو سپرد خاک کرتے وقت میری دس ہزار کی ہنڈی قبر ہی میں رہ گئی ہے، اسے نکالا جائے۔

اس زمانے میں دس ہزار کی رقم دس لاکھ سے کم نہ تھی۔ مگر پھر بھی لوگ متذبذب تھے کہ ہنڈی نکالنے کے لیے قبر کھولی جائے یا نہ کھولی جائے، کیونکہ بہت ممکن تھا کہ ہنڈی کہیں اور گری ہو اور اسے اب پتہ چلا ہو۔ چنانچہ جب لوگوں نے اس خدشے اور امکان کا اظہار کیا تو اس نے باصرار کہا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ ہنڈی قبر ہی میں گری ہے، کیونکہ جنازہ پڑھتے وقت وہ میری جیب میں تھی۔ ویسے بھی تو قبر ابھی ابھی تو بنی ہے، اسے دوبارہ کھولنے میں حرج ہی کیا ہے۔ کوئی معمولی رقم کا معاملہ تو ہے نہیں کہ اس کے لیے تگ ودو ہی نہ کی جائے۔ اس کی اس بات پر کچھ اور لوگ بھی اس کے ہمنوا بن گئے اور پھر قبر کھول کر ہنڈی نکالنے کا فیصلہ ہوگیا۔

قبر کھولی جانے لگی۔ میں قبر کے بالکل کنارے پر کھڑا تھا اور بہت انہماک سے یہ پوری کارروائی دیکھ رہا تھا اور اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بھی بٹا رہا تھا۔ ابھی آدھی سے بھی کم ہی قبر کھولی جاسکی ہوگی کہ اچانک ایک بہت بڑا شعلہ لپکا، جس پر قبر کھولنے والے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے کو دوڑے اور کچھ دور جاکر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ بعض افراد نے جی کڑا کر کے قبر کے اندر جھانکا، لیکن وہ بھی چیخیں مارتے ہوئے الٹے پاؤں واپس بھاگے اور ان میں بھی کچھ حواس کھو بیٹھے۔

کیسے بتاؤں کہ قبر کے اندر کیا منظر تھا!! آج بھی مدتیں گزر جانے کے بعد اس منظر کا تصور کرتا ہوں تو روح فنا ہوجاتی ہے اور سکون غارت ہونے لگتا ہے۔

جس وقت قبر کھولنے والے چیخ مار کر پیچھے کو دوڑے، میں اس وقت قریب ہی کھڑا تھا اور چونکہ خاصا نڈر واقع ہوا تھا اس لیے حیرت وتجسس کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں نے قبر کے اندر جھانکا۔ اف وہ منظر...... وہ روح فرسا منظر...... اللہ کسی دشمن کو بھی یہ منظر نہ دکھائے۔

وہی سیٹھ جس کی موت پر میں ابھی ابھی رشک کررہا تھا اور جسے قبر میں ہم نے ابھی ابھی

قبلہ رخ لٹایا تھا، اب اس کا حال یہ تھا کہ اس کے اوپر کا دھڑ اوپر کو اٹھا ہوا تھا اور ایک خوفناک اژدھا اس کی ٹانگوں پر بیٹھا اس کی زبان کو، جو پہلے ہی باہر کو نکلی ہوئی تھی، منہ سے پکڑے ہوئے باہر کی طرف کھینچ رہا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ کبھی کبھی پھنکارتا تو اس کے منہ سے شعلے سے نکلتے جس کی زد میں آنے سے سیٹھ کا منہ کالا دھواں ہورہا تھا۔

ہائے! وہی منہ، وہی چہرہ جس پر کبھی سرخی وصباحت کے ڈیرے رہتے تھے، آج وہ اتنا ڈراؤنا اور بھیانک تھا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی اور پھر اس پر بس نہیں، قبر میں نہ جانے کہاں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک شعلہ سے لپکتا اور سیٹھ کے تمام وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ سوچتا ہوں کہ جب یہ منظر دیکھنے والوں کے حواس گم ہورہے ہیں تو جس پر یہ سب کچھ بیت رہی تھی، اس کا حال کیا ہوگا۔

میں جو اپنے آپ کو خاصے مضبوط دل اور اعصاب کا مالک سمجھتا ہوں، وہ منظر بمشکل ہی ایک نظر دیکھ سکا اور پھر مارے خوف اور گھبراہٹ کے پیچھے ہٹ آیا، مگر کچھ اس عالم میں کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ تھا اور دل تھا کہ دھونکنی کی طرح سینے کے اندر چل رہا تھا۔ قبرستان میں موجود دیگر افراد کی حالت بھی مجھ سے کچھ مختلف نہ تھی، بلکہ اور زیادہ بدتر تھی۔

سب پر ایک عجیب ناقابل بیان سراسیمگی طاری تھی اور کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ کیا قبر کو یونہی کھلا چھوڑ کر گھروں کی راہ لی جائے یا جیسے بھی ہو، اسے بند کیا جائے۔ چند جی دار جوانوں نے جی کڑا کر کے اور وہ بھی جب شعلہ لپکنا بند ہوگیا تھا، قبر پر جلدی سے کچھ تختے رکھ کر مٹی ڈال دی، مگر سب ایک دوسرے کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ رہے ہوں کہ سیٹھ کے ساتھ قبر میں جو بیت رہی ہے وہ اس کے کن گناہوں کی سزا ہوسکتی ہے۔

میرا اپنا یہ حال ہوا کہ کئی دن تک بول نہ سکا، نہ سو سکا، نہ کچھ کھا پی سکا۔ ایک بزرگ نے پانی دم کر کے پینے کو دیا، تو کہیں ہوش ٹھکانے آئے۔ میرے علاوہ ہر اس شخص کا یہی حال ہوا جس نے عذاب قبر کا یہ خوفناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بہت دیر بعد ان لوگوں کی حالت نارمل ہوئی۔ مگر اس عبرتناک منظر یا واقعے کا انتہائی حیرت انگیز پہلو ابھی میں نے بتایا ہی نہیں اور وہ یہ کہ قبر کھلنے کے فوراً ہی بعد وہ انتہائی حسین وجمیل اجنبی کہ جس کی ہنڈی گم ہونے کی دہائی دینے پر قبر کھولی گئی تھی، کہیں نظر نہ آیا۔ قبر بند کیے جانے کے بعد قبرستان میں بھی

اسے ہر طرف ڈھونڈا گیا مگر وہ وہاں ہوتا تو ملتا!

جس طرح وہ جنازے میں شرکت کے لیے اچانک کہیں سے نمودار ہوا تھا، ویسے ہی اچانک گم ہو گیا، مگر ہمارے ذہنوں میں بے شمار سوالات کو جنم دے گیا۔ وہ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ کیا وہ خدا کی طرف سے فرستادہ کوئی فرشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے اور عذاب آخرت پر ان کا یقین پختہ کرنے کے لیے اس طریقے سے بھیجا تھا اور اس نے ہنڈی کے گم ہونے کا صرف بہانہ کیا تھا تاکہ اس طرح قبر کھلوا کر اندر کا منظر ان آنکھوں کو بھی دکھا سکے جن پر غفلت و مدہوشی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔

حقیقت کیا تھی، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو آج تک اس بات پر حیران ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ ہاں جی، خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

مجھے زندہ دفن کر دیا گیا:

جس زمانے میں منگولوں نے چنگیز خان کی قیادت میں عالم اسلام کا رخ کیا اور اس کی فوجیں خراسان اور ترمذ تک آ گئیں، اس زمانے میں میری عمر سات آٹھ برس کی ہو گی۔ ترمذ میرا پیارا شہر اس وقت نہایت خوبصورت اور کھاتے پیتے لوگوں کا شہر تھا۔ میں ترمذ کی جامع مسجد کے مدرسے میں ناظرہ قرآن شریف پڑھنے جایا کرتا تھا۔

زندگی آرام و چین سے بسر ہو رہی تھی۔ میرے والد تاجر تھے اور اکثر دور دراز ممالک میں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے۔ پہلے وہ وسط ایشیا اور ترکستان کے شہروں میں بھی آیا جایا کرتے تھے۔ لیکن منگولوں کے عروج کے بعد ان علاقوں کی جانب انہوں نے جانا ترک کر دیا تھا۔ ہر چند کہ ابھی منگولوں کی جانب سے تاجروں کے لیے اتنے خطرات نہیں تھے۔

جس وقت منگولوں نے ترمذ کو تباہ و برباد کیا اور سارے شہر کو آگ لگا دی۔ میری والدہ بھی اس ہنگامہ ہائے دار و گیر میں ایک منگول کے ہاتھوں قتل ہو گئیں۔ اس وقت میرے والد کو ہندوستان کے تجارتی سفر پر گئے ہوئے ایک برس سے زائد ہونے کو آیا تھا۔ اس افراتفری اور قتل و غارت گری میں نہ جانے، ہمارے گھر آنے والے منگول سپاہیوں نے مجھے زندہ کیسے چھوڑ دیا اور ایک کھلے میدان میں جہاں زندہ بچ جانے والے قیدی مردوں، عورتوں اور نوعمر بچوں کو رکھا گیا تھا، مجھے بھی انہی قیدیوں کے درمیان لے جا کر چھوڑ دیا تھا۔

اس وقت کے بعد سے اب کہ میں ادھیڑ عمر کا ہو چکا ہوں، میری ملاقات اپنے والد سے نہیں ہوئی، معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ ممکن ہے ترمذ کی تباہی کی داستان انہوں نے اپنے عزیز و اقربا سے دور ہندوستان میں یا کسی اور بلاد میں سنی ہو اور منگولوں کی روایتی ظلم و تعدی کی داستان کے باعث انہوں نے یہ سوچ کر کہ اب ترمذ کے خرابے میں کون زندہ بچا ہو گا، انہوں نے واپس وطن آنا ہی پسند نہ کیا ہو۔

میں کوئی تیس پینتیس برس اپنے پیارے شہر ترمذ سے دور رہا ہوں اور اب پھر ترمذ میں ہی رہتا ہوں۔ ان برسوں کی داستان طویل بھی ہے اور المناک بھی، لیکن اصل واقعہ بیان کرنے سے قبل میں مختصر طور پر ان حالات کو بھی بیان کروں گا۔ جن سے مجھے وطن سے دوری کے دوران دوچار ہونا پڑا۔ اس کے بعد ہی میں اپنی زندگی کے اس عجیب و غریب واقعے کو بیان کروں گا جو بظاہر تو ناقابل یقین ہی نظر آتا ہے۔

اس واقعے کی یادگار میرے چہرے پر اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو معمولی سا زخم ہے، لیکن اس کی تکلیف کی شدت کو میں ہی جانتا ہوں۔ کوئی دوسرا اس کرب اور تکلیف کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔

چنگیز خان کی فاتحانہ واپسی کے بعد جب قیدیوں کا پابہ زنجیر قافلہ اس کے ہمراہ چلا تو میں بھی اپنے تباہ و برباد شہر کو الوداعی آنسو نذر کرتا ہوا تن بہ تقدیر روانہ ہوا۔ مہینوں کی مسافت کے بعد قیدیوں کا یہ قافلہ چنگیز خان کے دارالحکومت میں پہنچا اور وہاں خان اعظم کے حکم کے مطابق تمام قیدیوں کو عام منگول سپاہیوں سے لے کر منگول امراء تک میں تقسیم کر دیا گیا۔

میں ایک منگول سردار کے حصے میں آیا۔ منگولوں کا ظلم و ستم مشہور ہے اور مسلمانوں کے تو وہ جانی دشمن تھے۔ لیکن اپنی تمام تر نسلی جنگجوئی اور خونخواری کے باوجود وہ سردار بہت اچھا نکلا۔ اپنے نوکروں اور ملازموں خاص طور پر قیدی غلاموں سے اس کا سلوک نہایت اچھا تھا۔ مجھے ایک عالی خاندان کا فرد سمجھتے ہوئے وہ مجھ پر بھی بہت مہربان تھا اور میں نے بھی اپنی وفاداری، خدمت گزاری اور شب و روز اس کی خدمت میں حاضر رہ کر اس کو اپنا قدردان بنا لیا تھا۔

جب میں جوان ہوا تو اس منگول سردار نے اپنی جاگیر اور اپنے دوسرے تمام معاملات کا نگہبان اور منصرم مجھے بنا دیا۔ وہ مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ میرے منصب اور قدردانی میں اضافہ دیکھتے ہوئے اس منگول سردار کے باقی تمام ملازمین دل ہی دل میں مجھ سے جلتے

تھے اور اس ٹوہ میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طور سے میرے آقا منگول سردار کو مجھ سے بدظن کر دیں۔ لیکن میرے دشمنوں کی تمام تر کوششیں ناکام ہوتی رہیں اور میں عیش و آرام کے ساتھ زندگی کے دن گذارتا رہا۔

منگولوں کی اس قید میں مجھے کوئی تکلیف نہ تھی۔ میں اب بھی مروجہ اصطلاح کے مطابق قیدی تو تھا لیکن میرا رہن سہن اور اختیارات کسی سردار سے کم نہ تھے۔ دشمنوں اور مخالفوں کی سازشوں سے مجھے اتنا رنج نہیں پہنچتا تھا، جتنے غم و آلام مجھے اس وقت آ گھیرتے جب میں تنہا ہوتا اور اپنے ماں باپ، رشتے داروں، دوستوں اور اپنے شہر کو یاد کرتا اور دل ہی دل میں یہ سوچا کرتا تھا کہ کیا کبھی پھر میری زندگی میں ایسا وقت آئے گا کہ میں دوبارہ ایک آزاد آدمی کی حیثیت سے اپنے شہر لوٹ سکوں گا۔

اس تاتار سردار کی خدمت کرتے ہوئے مجھے تیس برس کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اب وہ سردار بہت بوڑھا ہو گیا تھا اور اکثر بیمار رہنے لگا تھا۔ منگولوں کے درمیان اتنا عرصہ رہنے کے بعد میں ان کی رسوم و روایات اور ان کے طور طریقوں سے آگاہ ہو گیا تھا اور ان کی تاتاری زبان کو بھی بخوبی بولنے لگا تھا۔

منگول سردار کی علالت کے دوران اکثر مجھے یہ خیال آتا رہا کہ شاید کسی وقت وہ مجھے آزاد کر دے اور وطن جانے کی اجازت دے دے۔ مگر ایسا سوچنا خیال خام تھا۔ کیونکہ چنگیز خان کے احکامات فرمانروائی کے مطابق منگولوں کے کسی قیدی کو کبھی بھی آزادی نہیں مل سکتی تھی۔

میں نے اس منگول سردار کی خدمت اس کی آخری عمر میں بہت زیادہ کی اور ہر وقت اس کے بستر کے قریب ہی رہتا۔ ویسے بھی میرے کام اور خدمات سے متاثر ہونے کے بعد سے وہ مجھے اپنا منہ بولا بیٹا کہنے لگا تھا۔ آخر کار طویل علالت کے بعد اس تاتاری کا انتقال ہو گیا۔ میں اپنے مستقبل سے بے نیاز ہو کر اس کی موت کے غم سے دوچار تھا اور اس کی تدفین کے کاموں میں مصروف تھا۔

تاتاریوں میں یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے سرداروں اور امیروں کی تدفین بڑی شان و شوکت سے کیا کرتے تھے۔ بڑے سرداروں کی لاشوں کو نہایت وسیع و عریض مقبروں میں دفن کیا کرتے تھے۔ ان بت پرست منگولوں کا طریقہ کار بھی فراعین مصر کے طریقہ کار سے ملتا جلتا تھا۔ یعنی منگولوں کے ہاں بھی یہ عقیدہ تھا کہ مرنے والے کے ساتھ مال و دولت، اشیائے

ضرورت اور کسی ایسے زندہ آدمی کو بھی دفن کرنا چاہیے جس کے بارے میں مرنے والا اچھی رائے رکھتا ہو اور جو اس کی خدمت میں رہ چکا ہو۔ بہت بڑے قطعہ اراضی میں کھدی ہوئی قبر کے ساتھ یہ سارا سامان اور زندہ آدمی کو رکھ کر اوپر سے کڑیاں ڈال کر قبر پاٹ دی جاتی تھی اور اوپر سے نشانات مٹانے کے لیے گھوڑوں کو دوڑایا جاتا تھا۔

میں تو منگول سردار کی تدفین کے ضروری کاموں میں مصروف تھا۔ ادھر میرے بدخواہ اس منگول سردار کے دوسرے نوکر چاکر جو سردار کی زندگی میں مجھے نقصان پہنچانے کی ہر کوشش میں ناکام ہو چکے تھے، ان تمام افراد نے درپردہ سازش کر لی اور جب منگول سردار کی لاش کے ساتھ دفن کرنے کے لیے آدمی کی تلاش ہوئی تو سب نے بیک زبان ہو کر میرا نام لے لیا اور رقیبوں نے اس تجویز کی تائید کر دی۔ تائید کرنے والوں میں وہ منگول سردار بھی شریک تھے جو اپنے ہم رتبہ سردار کی تدفین میں شریک ہونے کے لیے آئے تھے۔

مجھے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہوا کہ وہی بے کسوں اور فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے۔ جب منگول سردار کو اس زمین دوز قبر میں، جسے اپنی وسعت کے اعتبار سے گھر ہی کہنا چاہیے، رکھ دیا گیا تو اس کے بعد میری باری آئی۔ میں نے غسل کیا اور خوشبو لگائی اور آسمان کو ایک نظر دیکھ کر اس زمین دوز گھر میں چلا گیا۔

جب اوپر سے دروازہ بند ہوا تو اندر ایک دم گھپ اندھیرا چھا گیا۔ میں نے قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر کلمہ شہادت کے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اچانک اس زمین دوز گھر کا ایک گوشہ پھٹا۔ دو شخص نمودار ہوئے ان کے چہروں سے لاکھوں شیروں کی ہیبت ٹپکتی تھی اور انہیں دیکھ کر پتا پانی ہوتا تھا۔ انہوں نے آتش بار ہتھیار پکڑے ہوئے تھے، جن سے شعلے نکل کر اس تاتاری کے تخت کے ارد گرد پھیل گئے۔ ان شعلوں میں سے صرف ایک چنگاری نے میری جانب رخ کیا اور میرے رخسار کو ایک سوئی کے برابر جلا دیا اور وہاں ایک زخم ہو گیا۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ عذاب کے فرشتے ہیں۔ اس خوف و دہشت کے سماں کو دیکھ کر پہلے تو میں بہت خوفزدہ ہو گیا۔ پھر اپنی موت کا یقین ہو گیا کہ اب بچانے والا کون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور دوبارہ میں پھر بلند آواز کے ساتھ کلمہ شہادت کا ذکر کرنے لگا۔

مجھے ان دونوں فرشتوں کی آپس میں گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''یہاں کوئی مسلمان معلوم ہوتا ہے۔''

یہ سن کر ان میں سے ایک میرے پاس آیا اور پوچھا "تو کون ہے؟"

میں نے جواب دیا "میں ایک عاجز قیدی اور کمزور سا آدمی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد ہوں۔ میں اس تاتاری کے ہاتھ گرفتار ہوا تھا اور اس کے ساتھ مجھے یہاں زندہ دفن کر دیا گیا ہے۔"

میری بات سن کر دوسرے فرشتے نے پوچھا "تو کہاں کا رہنے والا ہے؟"

میں نے جواب دیا "ترمذ کا۔"

یہ سن کر ان میں سے ایک نے اپنے اس آتشیں اسلحے کے سرے کو اس زمین دوز مکان کے ایک گوشے میں مارا تو دروازے کے برابر شگاف پڑ گیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے مجھ سے باہر نکل جانے کو کہا۔ میں نے پاؤں باہر کیا تو دیکھا کہ ترمذ کی زمین میں پہنچا ہوا ہوں۔ وہاں سے تاتاریوں کا مرکز قراقرم تقریباً چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت کا راستہ ہے۔

اب میں ترمذ ہی میں رہتا ہوں۔ خدا نے میرے حال پر کرم فرمایا کہ مجھے از سر نو مال و دولت سے نوازا اور ایک خوفناک تجربے کے بعد مجھے از سر نو زندگی عطا کر کے یہ موقعہ فراہم کیا کہ میں اپنی حیات مستعار کا زیادہ سے زیادہ وقت اس مالک حقیقی کی عبادت میں بسر کر سکوں۔

لیکن اس آگ کی چنگاری سے جو زخم لگا تھا، اس کے لیے میں دنیا جہان کے علاج کرا چکا ہوں، بڑے بڑے حاذق طبیبوں کو دکھا چکا ہوں، لیکن کسی مرہم سے اس زخم کو فائدہ نہیں ہوا۔ یہ زخم ویسا ہی ہرا ہے اور ہر وقت رستا رہتا ہے۔

(ماخوذ از طبقات ناصری، جلد دوم، مصنف منہاج سراج)

قبر کی آگ سے ہاتھ جل گیا:

آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یوپی کے ایک مشہور شہر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شہر کے ایک حصے میں وہاں کا وسیع اور قدیم قبرستان ہے۔ اتفاق سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس کے جنازے کو لے کر لوگ قبرستان پہنچے۔ جب قبر تیار ہوگئی اور میت کو اس میں اتار کر تختے لگائے جانے لگے تو جو لوگ قبر میں ساتھ اترے تھے، ان میں ایک صاحب کے، جو سرہانے کی طرف تھے، کچھ ضروری کاغذات جیب سے نکل کر قبر میں گر گئے ان کو پتہ بھی چل گیا تھا مگر خیال کیا کہ جب تختے لگا کر نکلیں گے تو وہ اپنی چیز اٹھا لیں گے۔

مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وہ نکلتے وقت اپنی چیز اٹھانا بھول گئے۔ لیکن جوں ہی مٹی دینے کا وقت آیا تو انہیں فوراً یاد آ گیا اور شور مچایا کہ ٹھہریئے ٹھہریئے، میرے کچھ نہایت اہم کاغذات قبر میں رہ گئے ہیں۔ انہیں اٹھانے کا موقع دیجئے۔

مجمع میں کچھ لوگوں نے اختلاف بھی کیا کہ اب تختے لگ جانے کے بعد قبر کھولنا مناسب نہیں ہے۔ مگر ان کا اصرار بڑھتا ہی رہا اور بتایا کہ اگر یہ کاغذات نہیں ملیں گے تو مجھے شدید مالی نقصان پہنچ جائے گا۔

غرض اسی افراتفری میں مٹی ڈالنے کا کام ملتوی ہو گیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ مفتی شہر سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ صاحب معاملہ اور دوسرے لوگ فوراً مفتی شہر کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ جن صاحب کا سامان قبر میں رہ گیا ہے، وہی خود صرف اسی جگہ کا تختہ ہٹا کر اپنا سامان اٹھا لیں جہاں ان کے خیال میں وہ سامان گرا ہے۔

یہ لوگ فوراً قبرستان واپس آئے، جہاں لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے اور مفتی صاحب کی رائے سے سب کو مطلع کیا۔

بالآخر سب لوگوں نے صاحب معاملہ کو اجازت دے دی کہ آپ کو جس جگہ اپنا سامان گرنا یاد ہو، صرف اسی جگہ سے تختہ ہٹا کر اٹھا لیجئے۔ انہوں نے کہا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ وہ سرہانے گرا تھا۔ چنانچہ انہوں نے سرہانے سے ایک تختہ ہٹا کر جیسے ہی اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا فوراً چیختے ہوئے ہاتھ باہر نکال لیا اور یہ کہہ کر تڑپنے لگے کہ ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی، ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی۔

لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔ جیسے تیسے مٹی ڈال کر قبر تو بند کر دی گئی اور پھر لوگوں نے ان کے ہاتھ کو اچھی طرح دیکھنا شروع کیا۔ بظاہر وہ ہاتھ بالکل صحیح و سلامت تھا اور کسی طرح کے جلنے کی کوئی علامت نہ تھی۔ لوگوں نے ان کو سمجھایا بھی کہ بھائی تمہارا ہاتھ تو بالکل ٹھیک ہے، پھر تم کیوں اتنا تڑپ رہے ہو، لیکن ان کی چیخ و کراہ کے سامنے کسی کی کوئی بات نہ چل سکی۔ اسی عالم میں چارپائی پر ڈال کر لوگ ان کو گھر لائے اور یہاں بھی ان کی بے قراری اور تڑپ کا وہی حال تھا۔

لوگوں کی رائے ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا جائے۔ اتفاق سے اس زمانے میں شہر کے سول سرجن مسلمان تھے۔ لوگ ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے جدید آلات کی مدد سے

سارے ہاتھ کا معائنہ کیا، مگر ان کو جلنے یا آگ لگنے کی کوئی علامت نہیں مل سکی۔ ساری کھال بالکل ٹھیک تھی، رگوں میں خون کی آمدورفت حسب دستور تھی۔ ہڈی اور گوشت وغیرہ سب اپنے حال پر باقی تھے۔ مگر وہ یہی کہے جارہے تھے کہ ہاتھ جل گیا اور آگ لگ گئی۔

ان کی تڑپ اور بے چینی کسی سے دیکھی نہیں جارہی تھی۔ ایک چیخ اور کراہ تھی جو سارے گردوپیش کو دہلائے ہوئے تھی۔ سول سرجن اور ان کے ڈاکٹروں کی پوری جماعت حیران اور سارے عزیز واقارب ششدر کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اسی طرح تین دن اور تین رات تڑپنے کے بعد وہ بھی اپنے مالک سے جا ملے۔

(بحوالہ دارالسلام مالیر کوٹلہ)